URDU Gif Format

کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک و منزہ ہے

سبحٰن السبوح عن
کذب عیب مقبوح

۱۳۰۷ھ

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد و امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ

سُبحٰن السُّبُوح عن عیب کذب مقبوح

(کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالٰی کی ذات پاک ومنزّہ ہے)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ازابو محمد صادق علی مداح غفی عنہ گڑھ مکتیسری ازمیرٹھ بالائے کوٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دربارہ مسئلہ امکانِ کذب باری تعالٰی جس کا اعلان تحریری وتقریری علمائے گنگوہ ودیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور شور سے کررہے ہیں، تحریراً کتاب "براہین قاطعہ" میں کہ مولوی خلیل انبیٹھی کے نام سے شائع کی گئی، جس کی لوح پر لکھا ہے "بامر حضرت جنین وجہاں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی" اور خاتمہ پر ان کی تقریظ بایں الفاظ ہے ۱؎ "احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہین قاطعہ کو اوّل سے آخر تک بغور دیکھا، الحق کہ یہ جواب کافی اور حجت وافی ہے اور مصنف کی وسعت نورِ علم اور فسحتِ ذکاء وفہم پر دلیل واضح، حق تعالٰی اس تالیف نفیس میں کرامت قبولیت عطا فرمائے اور مقبول مقبولین ومعمول عاملین فرمائے" (ملخصاً) جس سے ثابت کہ گویا کتاب ہی تالیف ان کی ہے، صفحہ ۳ پر یوں مکتوب ہے: "امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے: وھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر

۱؎ براہین قاطعہ خاتمہ کتاب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۲۰۰

ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ (کیا خلف وعید جائز ہے، مواقف اور مقاصد سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ت) پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے۔[۱] انتہی ملخصا۔ تقریرا مولوی ناظر حسن دیوبندی مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمان میں کہا کہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے مگر بول سکتا ہے، بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں، اور یہی امکانِ کذب ہے، انتہی

پس ایسا اعتقاد کیسا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، جس کا عقیدہ ایسا ہے، سچی بات بتاؤ اچھا اجر پاؤ۔

الجواب

سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون، وسلٰم علی المرسلین، والحمد للہ رب العٰلمین، الحمد للہ المتعالی شانہ عن الکذب والجھل والسفہ والھزل والعجز والبخل، وکل مالیس من صفات الکمال المنزہ عظیم قدرتہ بکمال قدوسیتہ وجمال سبوحیتہ عن وصمۃ خروج ممکن او ولوج محال، قولہ الحق ووعدہ الصدق، ومن اصدق من اللہ قیلا، وکلامہ الفصل وما ھو بالھزل فسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، لذاتہ القدم ولنعتہ القدم، فلا حادث

آپ کا رب ربّ العزّت ہر اس عیب سے پاک ہے جو یہ مخالفین بیان کرتے ہیں، تمام رسولوں پر سلام ہو، تمام حمد اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، تمام حمد اللہ کے لئے جس کی شان اقدس ہر قسم کے کذب، جہل، بے عقلی، غیر سنجیدگی، بخل اور ہر اس وصف سے پاک ہے جو اس کے کمال منزہ کے خلاف ہے کمال قدوسیت اور جمال سبوحیت کی وجہ سے اس کی قدرت خروج ممکن اور دخول محال کے عیب سے پاک ومبرا ہے، اس کا فرمان حق اور اس کا وعدہ سچا اور قول کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر کون سچا ہوسکتا ہے، اس کا مقدس کلام حق و باطل میں فیصلہ کن ہے اور وہ مذاق و ٹھٹھا نہیں ہے پس اللہ تعالٰی کی تسبیح ہے صبح وشام، اس کی ذات بھی قدیم اور صفات

---

[۱] براہین قاطعہ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساؤ واقع ڈھور ص ۳

يقوم ولا قائم يحول، وكلامه ازلی وصدقه ازلی، فلا الکذب یحدث ولا الصدق یزول، والصلاة والسلام علی الصادق المصدوق سید المخلوق النبی الرسول الأتی بالحق من عند الحق لدین الحق علی وجه الحق والحق یقول فهو الحق وکتابه الحق بالحق انزل وبالحق نزل وعلی الحق النزول، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له حقا حقا، واشهد ان محمدا عبده ورسوله بالحق ارسله صدقا صدقا صلوات الله وسلامه علیه وعلی اٰله وصحبه وکل من ینتمی الیه، وعلینا معهم وبهم ولهم یا ارحم الراحمین، اٰمین اٰمین، اله الحق اٰمین، قال المصدق لربه بتوفیقه العظیم المسبح لمولاه عن کل وصف ذمیم، عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی صدق الله تعالیٰ قوله فی الدنیا والاٰخرة وصدّق فیه ظنه بالعفو والمغفرة، اٰمین، اللّٰهم هدایة الحق والصواب۔

بھی قدیم تو حادث قائم نہیں رہتا اور قائم متغیر نہیں ہوتا اور اس کا کلام ازلی ہے اور اس کا صدق ازلی ہے تو اس کے کلام میں کذب کا حدوث نہیں اور اس کے صدق کو زوال نہیں، صلوٰۃ و سلام ہو اس ذات اقدس پر جو صادق و مصدوق تمام مخلوق کے سردار، نبی و رسول، حق کی طرف سے بطریق حق، دین حق کے لئے حق لانے والے، حق کا فرمان ہے کہ وہ حق ہیں، ان کی کتاب حق جو حق کے ساتھ نازل کی اور نازل ہوئی اور اس کا نزول حق پر ہوا، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ سراپا حق ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور ان کو حق و صدق دے کر بھیجا، ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام ہو اور ان کی آل و اصحاب اور ان کی طرف ہر منسوب پر، ساتھ ہم پر بھی ان کی وجہ سے ان کی خاطر، یا ارحم الراحمین آمین آمین الٰہ الحق آمین۔ اپنے رب کی تصدیق کرنے والا اس کی عظیم توفیق سے، ہر بُرے وصف سے اپنے رب کی پاکیزگی بیان کرنے والا غلام مصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دُنیا و آخرت میں سچا فرمائے، اور اس کا اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عفو و مغفرت کے حسنِ ظن کو سچا فرمائے آمین۔ اے اللہ! تُو ہی حق و صواب کی رہنمائی فرمانے والا ہے۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بحول و قوت رب الارباب، اس مختصر جواب مرجع صواب و مزیح ارتیاب میں اپنے مولیٰ جل وعلا کی تسبیح و تقدیس اور اس جناب رفیع و جلال منیع پر جرأت و جسارت والوں کی تقبیح و تفلیس کے لئے کلام کو چار تنزیہوں پر منقسم اور ایک خاتمہ پر مختتم اور بنظر ہدایت عوام و ازاحت اوہام

ایک ضروری مقدمہ ان پر متقدم کرتا ہے۔

تنزیہ اول میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشادات متین جن سے بحمداللہ شمس وامس کی طرح روشن ومبین کہ کذب الٰہی بالاجماع محال اور اسے قدیم سے اہلسنت میں مختلف فیہ ماننا عناد ومکابرہ یا جاہلانہ خیال۔

تنزیہ دوم میں بفضل ربانی دعوی اہل حق پر دلائل نورانی جن سے واضح ہو کہ کذب الٰہی قطعاً مستحیل اور ادعائے امکان باطل وبے دلیل۔

تنزیہ سوم میں امام وہابیہ ومعلم ثانی طائفہ نجدیہ مصنف رسالہ یکروزی کی خدمت گزاری اور ان حضرات کے اوہام باطلہ وہذیانات عاطلہ کی ناز برداری کہ یہی صاحب ان حضرات نو کے امام کہن اور ان کے مرجع وملجاء ماخذ ومنتہی، انھیں کے تخم۔

تنزیہ چہارم میں جہالات جدیدہ کا علاج کافی اور اس امر حق کا ثبوت وافی کہ مسئلہ قدیمہ خلف وعید، اس مزلہ حادثہ سے منزلوں بعید۔

خاتمہ میں جواب مسائل وحکم قائل والحمد للہ مجیب السائل۔

مقدمہ، اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ مسلمان کا ایمان ہے کہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے سب صفات، صفات کمال وبروجہ کمال ہیں، جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یوہیں معاذاللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود ومعدوم وباطل وموہوم میں کوئی شئی ومفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلاً صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔

اب احاطہ دوائر کا تفرقہ دیکھئے:

(۱) خلاق کبیر جل وعلا فرماتا ہے: خالق کل شیء فاعبدوہ[1] وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو۔ یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالیٰ عز مجدہ مخلوقیت سے پاک۔

(۲) سمیع وبصیر جل مجدہ فرماتا ہے: انہ بکل شیء بصیر[2] وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، یہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۰۲

[2] " ۶۷/۱۹

تمام موجوداتعہ قدیم وحادث سب کو شامل مگر مسموعات خارج یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک

عہ فائدۃ: اعلم انہ ربما یلمح کلام القاری فی منح الروض الی تخصیص بصارہ تعالٰی بالاشکال والالوان وسمعہ بالاصوات والکلام، وقد صرح العلامۃ اللاقانی فی شرح جوہرۃ التوحید بعمومہما کل موجود، وتبعہ سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ وھذا کلام اللاقانی قال لیس سمعہ تعالٰی خاصًا بالاصوات بل یعم سائر الموجودات ذوات کانت او صفات فیسمع ذاتہ العلیۃ وجمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا وما قام بنا من صفاتنا کعلومنا والواننا وھکذا بصرہ سبحانہ وتعالٰی لا یختص بالالوان ولا بالاشکال والاکوان فحکمہ حکم السمع سواء بسواء فمتعلقہما واحد[1] انتہی، اما ما قال اللاقانی قبل ذلک حیث عرف السمع بانہ صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالٰی تتعلق بالمسموعات او بالموجودات[2] الخ

فائدہ: واضح ہو کہ "منح الروض" میں ملا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالٰی کی بصارت کا اشکال والوان اور اس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ لاقانی نے "جوہرۃ التوحید" کی شرح میں اللہ تعالٰی کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے، اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، انہوں نے فرمایا اللہ تعالٰی کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذوات ہوں یا صفات، تو باری تعالٰی اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ وتعالٰی کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان و اشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں انتہی، (اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی نے جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالٰی کی ازلی صفت ہے جو اس کی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی حی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں، وہ نظر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والبصر بانه صفة ازلية تتعلق بالمبصرات او بالموجودات الخ[1] فاقول لا يجب ان يكون اشارة الى الخلاف بل اتى اولاً بالمبصرات معتمدا على بداهة تصوره ثم اردف بالموجودات فرارا عن صورة الدور، وليس فى التعبيرين تناف اصلا فان المبصر ما يتعلق به الابصار وليس فيه دلالة على خصوصية شیئ دون شیئ فاذا كان الابصار يتعلق بكل شیئ كان المبصر والموجود متساويين نعم لما كان ابصارنا الدنيوى العادى مختصا باللون ونحوه ربما يسبق الذهن الى هذا الخصوص فازال الوهم بقوله او بالموجودات آتيا بكلمة او للتخيير فى التعبير، وهذه نكتة اخرى للارداف وانما لم يكتف به لان ذكر المبصرات ادخل فى التمييز.

ثم اقول، تحقيق المقام ان الابصار لا شك انه ليس كالارادة

ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اور اللہ تعالٰی کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اقول اس سے متعلق میں کہتا ہوں او یعنی "یا" سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کرکے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو ساتھ ذکر کیا تاکہ دَور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات و موجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہو سکے جبکہ کسی شیئ سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری دنیاوی عادی ابصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو اپنائے، اس لئے انہوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے "او بالموجودات" کلمہ "او" کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے، تو مبصرات کے بعد موجودات کو ذکر کرنے کا دوسرا نکتہ ہوا، اور صرف موجودات پر اکتفا اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے۔ پھر میں کہتا ہوں مقام کی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی [illegible] من صفات المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانب فاعل، شرح فقہ اکبر میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والقدرة والتكوين التي لا يجب فعلية جميع التعلقات الممكنة لها بل هو من الصفات التي يجب ان تتعلق بالفعل بكل ما يصلح لتعلقها كالعلم فعدم ابصار بعض ما يصح ان يبصر نقص فيجب تنزيهه تعالىٰ عنه كعدم العلم ببعض ما يصح ان يعلم وهذا مما لا يجوز ان يتنازع فيه عاقل انما الشأن في تعيين ما يصح تعلق الابصار به فان ثبت القصر على الاشكال والالوان والاكوان فذاك، وان ثبت عموم الصحة بكل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلًا وابدًا لجميع الكائنات القديمة والحادثة الموجودة في ازمنتها المحققة او المقدرة لما عرفت من انه لا يجوز هٰهنا شيء منتظر لكن الاول باطل للاجماع على رؤية المؤمنين ربهم تبارك وتعالىٰ في الدار الأخرة فكان اجماعا على ان صحة الابصار لا تختص بما ذكر وقد صرح اصحابنا في هذا البحث ان مصحح

تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک ارادہ قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار ان صفات میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل متعلق ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہو سکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک منزہ ہے یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہو سکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہو سکتا ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ابصار صرف اشکال والوان و اکوان سے ہی متعلق ہو سکتی ہے تو یہی ہوگا، اور اگر ثابت ہو جائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہو سکتا ہے تو پھر ازلًا وابدًا تمام کائنات وحادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ اشکال و الوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال و الوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح

(باقی برصفحہ آئندہ)

قد افتی ائمۃ سمرقند وبخارا علی انہ (یعنی المعدوم) غیر مرئی، وقد ذکر الامام الزاھد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیۃ، وکذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لایصلح ان یکون مرئی اللہ تعالٰی، وکذا قول السلف من الاشعریۃ والماتریدیۃ ان الوجود علۃ جواز الرؤیۃ مع الاتفاق علی ان المعدوم الذی یستحیل وجودہ لایتعلق بہ رؤیتہ سبحنہ اھ[1]

ائمہ سمرقند وبخارا نے یہ فتوٰی دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا، امام زاہد صفار نے کتاب التلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رؤیت محال ہوتی ہے، اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ تعالٰی کے دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں، اسلاف اشعریہ اور ماتریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز رؤیت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جس کا وجود محال ہے اس سے رؤیتِ باری کا تعلق نہیں ہوسکتا اھ (ت)

شرح السنوسی جزائریہ میں ہے:

انہما (یعنی سمعہ تعالٰی وبصرہ) لایتعلقان

ان دونوں (اللہ تعالٰی کے سمع وبصر) کا تعلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الرؤیۃ ھو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انہ تعالٰی یرٰی نفسہ فتبین ان الحق ھو التعمیم وان قولہ تعالٰی انہ بکل شیئ بصیر[2] جار علی صرافۃ عمومہ من دون تطرق تخصیص الیہ اصلا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق ومن اتقن ھذا تیسر لہ اجراؤہ فی السمع بدلیل کلام اللہ سبحانہ وتعالٰی فافہم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کی رؤیت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے، تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے اور اللہ تعالٰی کے ارشاد "انہ بکل شیئ بصیر" کا اجرا اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہوگا، یوں تحقیق ہونی چاہیے جبکہ اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، پس سمجھو، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب یری اللہ تعالٰی فی الآخرۃ بلاکیف مصطفی البابی مصر ص ۱۳۸

[2] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹

الا بالموجود والعلم يتعلق بالموجود والمعدوم والمطلق والمقيد[1] اھ۔

موجود سے ہوتا ہے اور علم کا تعلق موجود و معدوم اور مطلق و مقید سے ہوتا ہے اھ (ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

المعدومات التي عه ما اراد ها الله تعالٰى ولا تعلقت القدرة بايجادها في ازمنتها المقدرة لها، ولا كشف عنها العلم موجودة في تلك الازمنة فلا يتعلق بها السمع والبصر وكذلك المستحيلات بخلاف العلم فانه يتعلق بالموجود والمعدوم[2]

وہ معدومات جن کا اللہ تعالٰی نے ارادہ نہیں فرمایا اور ازمنہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے لئے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور ازمنہ مقدرہ خاصّہ میں موجود ہوکر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ تعالٰی کی سمع و بصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود اور معدوم دونوں سے ہے (ت)

عه اقول قوله ما اراد ولا تعلقت ولا كشف عبارات شتى عن معنى واحد وهو دوام العدم المناقض للوجود بالفعل فان كل ما اراد الله تعالى فقد تعلقت القدرة بايجاده بالفعل وبالعكس، وما كان كذلك فقد كشف العلم عنه موجودا بالاطلاق العام وبالعكس وذلك لان العلم موجودا تابع للوجود ولا وجود لمخلوق الا بتعلق القدرة ولا تعلق للقدرة الا بترجيح الارادة، كما تقرر كل ذلك في مقره، والله تعالى اعلم ۱۲ منه۔

اقول: حدیقہ کا قول "ارادہ نہ فرمایا" قدرت کا تعلق نہ ہو، علم کا کشف نہ ہو، یہ مختلف عبارات ہیں جن کی مراد ایک ہے اور وہ یہ کہ دائمی عدم جو بالفعل وجود کے مناقض ہے کیونکہ اللہ تعالٰی جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کے ایجاد سے بالفعل قدرت کا تعلق بھی ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے جو چیز اس شان میں ہوگی اس کے بالفعل موجود ہونے کا مطلقاً علم بالکشف ہوتا ہے اور عکس بھی، کیونکہ کسی موجود کا علم اس چیز کے وجود سے ہوتا ہے جبکہ مخلوق کا وجود قدرت کے تعلق کے بغیر نہیں ہوسکتا اور قدرت کا تعلق ارادہ سے ترجیح پائے بغیر نہیں ہوسکتا جیسا کہ یہ تمام امور اپنے مقام میں ثابت شدہ ہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ شرح السنوسی للجزائریۃ حمل الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۵

[2] " " " " " " " " " "

(۳) قوی قدیر تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: وھو علٰی کل شیئ قدیر[1] وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ یہ موجود و معدوم سب کو شامل، بشرط حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلاً لائق مقدوریت نہیں۔ مواقف میں ہے: القدیم لایستند الی القادر[2] (قدیم کو قادر کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ت) شرح مقاصد میں ہے: لاشیئ من الممتنع بمقدور[3] (کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوتا۔ت) امام یافعی فرماتے ہیں:

جمیع المستحیلات العقلیۃ لایتعلق للقدرۃ بہا۔[4]

تمام محالات عقلیہ کے ساتھ قدرت کا تعلق نہیں ہوتا۔(ت)

کنز الفوائد میں ہے:

خرج الواجب والمستحیل فلا یتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بہما۔[5]

واجب اور محال خارج ہوں گے ان کے ساتھ قدرت اور ارادہ کا تعلق نہیں ہو سکتا۔(ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فصلہ ای یستو بنقض مفہومہ کجمع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم وھذا لایدخل تحت القدرۃ القدیمۃ۔[6]

کوئی وہ شے جو نفس مفہوم کے اعتبار سے ممتنع ہو مثلاً ضدین کا جمع ہونا، حقائق میں قلب، قدیم کا معدوم ہونا یہ قدرت قدیمہ کے تحت داخل ہی نہیں۔(ت)

(۴) علیم خبیر عزشانہ فرماتا ہے: وھو بکل شیئ علیم[7] وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کلیہ واجب و ممکن و قدیم و حادث و موجود و معدوم و مفروض و موہوم غرض ہر شیئ و مفہوم کو قطعاً محیط جس کو اس سے اصلاً کچھ خارج نہیں، یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیہ ما من عام الا وقد خص منہ البعض

---

[1] القرآن الکریم ۱۲۰/۵، ۴/۱۱

[2] مواقف مع شرح المواقف المقصد الخامس منشورات الرضی قم ایران ۱۰۸/۳

[3] شرح المقاصد المبحث الثانی القدرۃ المحادثۃ علی الفعل دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲۳۰/۱

[4]

[5] کنز الفوائد

[6] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افعال العباد بخلقہ تعالٰی الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۶

[7] القرآن الکریم ۲۹/۲ ، ۱۰۱/۶

(ہر عام سے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ ت) سے مخصوص ہیں، شرح مواقف میں فرمایا:

علمه تعالٰی یعم المفهومات کلها الممکنة والواجبة والممتنعة فهو اعم من القدرة لانها تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات[۱]

اللہ تعالٰی کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہیں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے واجبات اور ممتنعات کے ساتھ وہ متعلق نہیں ہوتی۔ (ت)

اب دیکھئے لفظ چاروں جگہ ایک ہے یعنی کل شیئ، مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ فرمایا جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرہ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا، یا معدومات کا دائرہ ابصار سے جدا رہنا عیاذاً باللہ، احاطہ بصر الٰہی میں باعث قصور نہ ہو، قصور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا۔ اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی

عـہ ای شملت ما فی دائرتها وان لم یشمله اللفظ کما فی العلم ولم تشمل ما لیس فیها وان شمله اللفظ کما فی الخلق وذلک ان الشیئ عندنا یخص بالموجود قال تعالٰی اولا یذکر الانسان انا خلقنٰه من قبل ولم یک شیئا[۲] ویعم الواجب، قال تعالٰی قل ای شیئ اکبر شهادة قل الله[۳]، فافهم ۱۲ منه رضی الله عنه۔

یعنی اپنے دائرہ کی ہر شیئ کو شامل ہے اگرچہ اس کو لفظ شامل نہ ہو جیسے علم میں، اور جو دائرہ میں نہ ہو اس کو شامل نہیں اگرچہ لفظ اس کو شامل ہو جیسے خلق میں، یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک صرف موجود ہی شیئ کہلاتی ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا جبکہ اس سے قبل کوئی شیئ نہ تھا، اور شے واجب کو بھی شامل ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: فرما دیجئے کون سی شیئ شہادت میں بڑی ہے؟ فرما دو اللہ۔ اسے سمجھو ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

---

[۱] شرح المواقف المرصد الرابع المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۷۰

[۲] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۷

[۳] ؍ ؍ ۶/ ۱۹

21 حدِ ذات[عہ۱] میں ہونے کے قابل ہے، اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطۂ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ
21 کہ واجبات ومحالاتِ عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلقِ قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ! محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہوسکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہوجائے، پھر دونوں کیونکر جمع ہوسکتے ہیں، اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شَے دائرۂ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداقِ ذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض وتجویزِ[عہ۲] عقلی میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[۱] کے عموم سے رہ گئی۔

یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ منفیانِ تازہ جو اسی مسئلہ کذب ودیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے عقلوں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عجز ٹھہرا اور اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[۲] کا انکار ہوا، یہ اُن ہوشیاروں کی محض عیاری وتزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے، ایہا المسلمون! قدرتِ الٰہی صفتِ کمال ہوکر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفتِ نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے، معاذ اللہ تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز وقصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیرِ قدرت ہوں اور منجملہ محالات سلبِ قدرت وعجز بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالٰی اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر بھی قادر ہو، اچھا عمومِ قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی، یونہی منجملہ محالات عدمِ باری عزوجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم، اب باری جل وعلا عیاذًا باللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیمِ قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا، تعالٰی اللہ عما یقول الظالمون علوًا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ ت)

پس بحمد اللہ ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے، جناب

[عہ۱] یشیر الی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی ۱۲ منہ۔ اشارہ کیا کہ مقدوریت کی صحت کا مدار نفس امکانِ ذاتی پر ہے ۱۲ منہ (ت)

[عہ۲] ای ذکرہ تفسیرا للمراد بالفرض ۱۲ منہ فرض سے مراد کی تفسیر کے لئے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[۲] ؍ ؍ ۲/ ۲۰

باری عزاسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہونا ہے، شہ انصاف اِن حضرات کے یہ ترہات اور اہل سنت پر معاذ اللہ عجز باری عزوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں کہ ان حضرات کے مغالطہ وتلبیس سے امان میں رہیں، واللہ الموفق۔

تنزیہ اوّل ارشاداتِ علماء میں

اقول وباللہ التوفیق میں یہاں ارادہ او با حضرات مخالفین کو اکثر عبارات ایسی نقل کروں گا کہ امتناع کذبِ الٰہی پر تمام اشعریہ وماتریدیہ کا اجماع ثابت کریں جس کے باعث اس وہم باطل کا علاج قاتل ہو کہ معاذ اللہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ ہے حاشَ للہ بلکہ بطلان امکان پر اجماع اہل حق ہے جس میں اہل سنت کے ساتھ معتزلہ وغیرہ فرق باطلہ بھی متفق، نظر باہر دیکھئے گا کہ میرا یہ مدعا ان عبارتوں سے کس کس طور پر رنگ ثبوت پائے گا،

اوّل نص بروجہ جلی یعنی وہ نصوص جن میں امتناع کذب پر صراحۃً اجماع منصوص۔

دوم اکثر عبارتیں علمائے اشعریہ کی ہوں گی تاکہ معلوم ہو کہ مسئلہ خلافی نہیں۔

سوم وہ عبارات جن میں بنائے کلام حسن وقبح عقلی کے انکار پر ہو کہ یہ اصول اشاعرہ سے ہے، تو لاجرم مسئلہ اشاعرہ وماتریدیہ کا اجماعی ہوا اگرچہ عند التحقیق صرف حسن وقبح بمعنی استحقاق مدح وثواب وذم وعقاب کی شرعیت وعقلیت میں تجاذب آرا ہے، نہ بمعنی صفت کمال وصفت نقص کہ ان معنی پر باتفاق عقلی ہیں،

کما نص علیہ جمع ونبہ علیہ العلامۃ المولی سعد الدین التفتازانی فی شرح المقاصد والمولی المحقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الھمام وغیرھما من اجلۃ الکرام۔	جیسا کہ اس پر تمام نے تصریح کی ہے، اور اس پر علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح المقاصد میں اور محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن ہمام اور دیگر اکابر ماہرین علماء نے تنبیہ کی ہے (ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی نصوص ونمونۂ کلمات علماء نقل کرتا ہوں،

نص ۱: شرح مقاصد کے بحثِ کلام میں ہے،

الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال اھ ملخصًا۔	جھوٹ باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال ہے ملخصًا۔

نص ۲: اسی کی بحث حسن وقبح میں ہے،

؎ شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۴/ ۱۰۴

قد بيّن في بحث الكلام امتناع الكذب على الشارع تعالى[1]

ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے کہ اللہ عزوجل پر کذب محال ہے۔

نص ۳: اسی کی بحث تکلیف بالمحال میں ہے:

محال هو جهله او كذبه تعالى عن ذلك[2]

اللہ تبارک وتعالیٰ کا جہل یا کذب دونوں محال ہیں برتری ہے اسے ان سے۔

نص ۴: اسی میں ہے:

الكذب في اخبار الله تعالى فيه مفاسد لا تحصى ومطاعن في الاسلام لا تخفى منها مقال الفلاسفة في المعاد ومجال الملاحدة في العناد وهو بطلان ما عليه الاجماع من القطع بخلود الكفار في النار، فمع صريح اخبار الله تعالى به تجويز الخلف وعدم وقوع مضمون هذا الخبر محتمل، ولما كان هذا باطلا قطعا علم ان القول بجواز الكذب في اخبار الله تعالى باطل قطعا[3] ملتقطا۔

یعنی خبر الٰہی میں کذب پر بے شمار خرابیاں اور اسلام میں آشکارا طعن لازم آئیں گے فلاسفہ حشر میں گفتگو لائیں گے، ملحدین اپنے مکابروں کی جگہ پائیں گے، کفار کا ہمیشہ آگ میں رہنا کہ بالاجماع یقینی ہے، اس پر سے یقین اٹھ جائیں گے کہ اگرچہ خدا نے صریح خبریں دیں مگر ممکن ہے کہ صحیح نہ ہوں، اور جب یہ امر یقیناً باطل ہیں تو ثابت ہوا کہ خبر الٰہی میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے اھ ملتقطا۔

نص ۵: شرح عقائد نسفی میں ہے:

كذب كلام الله تعالى محال[4] اھ ملخصا

کلام الٰہی کا کذب محال ہے اھ ملخصا۔

نص ۶: طوالع الانوار کی فرع متعلق بحث کلام میں ہے:

الكذب نقص والنقص على الله تعالى محال[5]

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

---

[1] شرح المقاصد — قال وتمسكوا بوجوه الاول ان حسن الاحسان وقبح العدوان — دار المعارف النعمانیہ لاہور — ۱۵۲/۲

[2] " — المبحث الخامس التكليف بالايطاق — " — " — ۱۵۵/۲

[3] " — المبحث الثاني عشر اتفقت الامة على العفو عن الصغار — " — " — " — ۲۳۷/۲

[4] شرح العقائد النسفیہ — دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان — ص ۷۰

[5] طوالع الانوار بیضاوی

نص ٧: مواقف کی بحث کلام میں ہے:

انه تعالی یمتنع علیه الکذب اتفاقا اما عند المعتزلة فلان الکذب قبیح وهو سبحانه لا یفعل القبیح واما عندنا فلانه نقص والنقص علی الله محال اجماعا[١] (ملخصا)

یعنی اہلسنت و معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے، معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب بُرا ہے اور اللہ تعالیٰ بُرا فعل نہیں کرتا، اور ہم اہلسنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

نص ٨: مواقف و شرح مواقف کی بحث حسن و قبح میں ہے:

مدرك امتناع الکذب منه تعالی عندنا لیس هو قبحه العقلی حتی یلزم من انتفاء قبحه ان لا یعلم امتناعه منه اذ له مدرك آخر وقد تقدم[٢] ملخصا۔

یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب الٰہی محال ہونے کی دلیل قبح عقلی نہیں ہے کہ اس کے عدم سے لازم آئے کہ کذب الٰہی محال نہ جانا جائے بلکہ اس کے لئے دوسری دلیل ہے کہ اوپر گزری یعنی وہی کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ میں عیب محال۔

نص ٩: انھیں کی بحث معجزہ میں ہے:

قد مر فی مسئلة الکلام من موقف الالٰهیات امتناع الکذب علیه سبحانه وتعالی[٣]

یعنی ہم موقف الٰہیات سے مسئلہ کلام میں بیان کر آئے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب زنہار ممکن نہیں۔

نص ١٠: امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں:

یستحیل علیه تعالی سمات النقص کالجهل والکذب[٤]

یعنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل و کذب سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔

نص ١١: علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدس سرہ اس کی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں:

لا خلاف بین الاشعریة وغیرهم فی ان کل

یعنی اشاعرہ وغیرہ اشاعرہ کسی کو اس میں خلاف نہیں

---

[١] المواقف مع شرح المواقف المقصد السابع بحث انه تعالی متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ٨/١٠٠

[٢] " " " " المرصد السادس المقصد الخامس " " " " ٨/١٩٣

[٣] " " " " الموقف السادس فی السمعیات " " " " ٨/٢٤٣

[٤] المسایرة متن المسامرة ختم المصنف کتابه ببیان عقیدة اهل السنة اجمالا المکتبة التجاریة الکبری مصر ص ٣٩٢

ماکان وصف نقص فالباری تعالیٰ منزہ عنہ وھو محال علیہ تعالیٰ والکذب وصف نقص اھ ملخصا[1]

جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔ (ملخصا)

نص ۱۲: امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالیٰ فلن یخلف اللہ عہدہ یدل علی انہ سبحانہ وتعالیٰ منزہ عن الکذب وعدہ و وعیدہ، قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال، وقالت المعتزلۃ لان الکذب قبیح لانہ کذب فیستحیل ان یفعلہ فدل علی ان الکذب منہ محال اھ ملخصا[2]

اللہ عزوجل کا فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کریگا دلالت کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ سبحانہ اپنے ہر وعدہ وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل پر نقص محال، اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو باری عزوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذب الٰہی اصلاً امکان نہیں رکھتا۔ اھ (ملخصا)

نص ۱۳: اللہ عزوجل فرماتا ہے

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہ ج وھو السمیع العلیم[3]

پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سنتا جانتا۔

امام ممدوح اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں:

اعلم ان ھذہ الایۃ تدل علی ان کلمۃ اللہ موصوفۃ بصفات کثیرۃ (الی ان قال) الصفۃ الثانیۃ من صفات کلمۃ اللہ کونہا صدقا والدلیل علیہ ان الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال[4]

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے، ازانجملہ اس کا سچا ہونا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔

---

[1] المسامرۃ شرح المسایرۃ   اتفقوا علی ان ذلک غیر واقع   المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ   ص ۲۹۳

[2] مفاتیح الغیب   تحت آیت فلن یخلف اللہ عہدہ   المکتبۃ البہیۃ مصر   ۳/ ۱۵۹

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۵

[4] مفاتیح الغیب   تحت آیۃ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا   المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر   ۱۳/ ۱۶۰ - ۶۱

نص ۱۴: وہیں فرماتے ہیں:

صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ تعالٰی محال[1]	دلائل قرآن و حدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذب الٰہی محال مانا جائے۔

نص ۱۵: زیر قولہ تعالٰی:

ماکان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ[2]	اللہ تعالٰی کی شان نہیں کہ وہ بیٹا بنائے وہ پاک ہے (ت)

بعض تمسکات معتزلہ کے رد میں فرماتے ہیں:

اجاب اصحابنا بان الکذب محال علی اللہ تعالٰی[3]	اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب الٰہی محال ہے۔

نص ۱۶: علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل:

صدق کلامہ تعالٰی لما کان عندنا ازلیا امتنع کذبہ لان ما ثبت قدمہ امتنع عدمہ[4]	کلام خدا کا صدق جب کہ ہم اہلسنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

تنبیہ: انھیں امام علام کا ارشاد کہ "کذب الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے۔" ان شاء اللہ تعالٰی تحریر چہارم میں آئے گا۔

نص ۱۷: تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا۝ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لایتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وھو علی اللہ تعالٰی محال[5]	اللہ تعالٰی اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس سے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ و تمت کلمت ربک الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۵

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ماکان اللہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ ۲۱/ ۲۱۶

[4] شرح المقاصد المبحث الثانی فی العلم [illegible] علی العقول دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۳۴

[5] انوار التنزیل و اسرار التاویل (بیضاوی) مع القرآن الکریم، تحت آیۃ ومن اصدق الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۲۹

نص ۱۸: تفسیر مدارک شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا تمییز وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالٰی لقبحہ لکونہ اخبارا عن الشیئ بخلاف ما ھو علیہ؎۱

آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر و وعدہ وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رُو سے قبیح ہے کہ خلافِ واقع خبر دینے کا نام ہے۔

نص ۱۹: تفسیر علامہ ابو محمد سیدی ابی السعود عمادی میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا انکار لان یکون احد اصدق منہ تعالٰی فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالتہ کیف لا والکذب محال علیہ سبحنہ دون غیرہ؎۲

آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا، اور کیونکر محال ہو کہ اللہ تعالٰی کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

ع؎ اقول استدلالہ قدس سرہ بالقبح اما فی نظر الظاھر فلانہ رحمہ اللہ تعالٰی من ائمتنا الماتریدیۃ ولذا عدلت عنہ الاشاعرۃ کما عن صاحب المواقف وصاحب المقاصد کما سمعت نصھما واما عند التحقیق فلان عقلیۃ القبح بھذا المعنی من المجمع علیہ بین العقلاء وھؤلاء الاشاعرۃ رحمھم اللہ تعالٰی المصرحون بذلک فلا علیک من ذھول من ذھل کما اومأنا الیہ فی صدر البحث واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اقول: علامہ قدس سرہ نے قبح سے استدلال کیا ظاہر نظر میں تو اس لیے کہ آپ رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے ائمہ ماتریدیہ میں سے ہیں اسی لئے اشاعرہ نے قبح سے استدلال نہ کیا جیسا کہ آپ نے صاحبِ مواقف اور صاحبِ مقاصد کی نصوص سُنیں، رہا عند التحقیق سو یہ کہ اس معنی میں قبح عقلی ہونا عقلاء اور اشاعرہ میں متفق چیز ہے جس کو خود اشاعرہ رحمہم اللہ تعالٰی نے بیان فرمایا جیسا کہ ہم نے بحث کی ابتداء میں اشارہ کیا ہے کسی کے ذہول سے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

؎۱ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ومن اصدق من اللہ الخ دار الکتاب العربی بیروت / ۲۴

؎۲ ارشاد العقل السلیم " " " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲ ۔ ۲۱۱

نص ۲۰: تفسیر روح البیان میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا انکار لان یکون احد اکثر صدقا منہ فان الکذب نقص وھو علی اللہ محال دون غیرہ[1] اھ ملخصا۔

آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور وہ خدا پر محال ہے نہ اس کے غیر پر اھ ملخصا۔

نص ۲۱: شرح السنوسیہ میں ہے:

الکذب علی اللہ تعالی محال لانہ دناءۃ[2]

اللہ تعالی پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے۔

نص ۲۲: فاضل سیف الدین ابہری کی شرح مواقف میں ہے:

ممتنع علیہ الکذب اتفاقا لانہ نقص والنقص علی اللہ تعالی محال اجماعا[3]

کذب الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالی پر بالاجماع محال ہے۔

نص ۲۳: شرح عقائد جلالی میں ہے:

الکذب نقص والنقص علیہ محال فلا یکون من الممکنات ولا تشملہ القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیہ تعالی کالجہل والعجز[4]

جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالی پر محال تو کذب ممکنات سے نہیں، نہ اللہ تعالی کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل و عجز، کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

نص ۲۴: اسی میں ہے:

لا یصح علیہ تعالی الحرکۃ والانتقال ولا الجہل ولا الکذب لانہما نقص والنقص علی اللہ تعالی محال[5]

اللہ تعالی پر حرکت وانتقال وجہل وکذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں اور عیب اللہ تعالی پر محال۔

---

[1] تفسیر روح البیان تحت ومن اصدق من اللہ حدیثا المکتبۃ الاسلامیۃ الریاض ۲/۲۵۵

[2] شرح السنوسیہ

[3] شرح المواقف سیف الدین ابہری (تکملہ مصنف)

[4] الدوانی علی العقائد العضدیۃ بحث "علی" مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۲

[5] " " " بحث "تلبیس" " " " ص ۹۶ و ۹۷

نص ۲۵: کنز الفوائد میں ہے،

قدس تعالیٰ شانہ عن الکذب شرعاً و عقلاً اذ هو قبیح یدرك العقل قبحه من غیر توقف علی شرع فیکون محالا فی حقه تعالیٰ عقلا و شرعا کما حققه ابن الهمام وغیره۔[1]

اللہ عزوجل بحکم شرع و بحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا، اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً و شرعاً ہر طرح محال ہے، جیسے کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی۔

نص ۲۶: مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

الکذب علیه تعالیٰ محال۔[2]

اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے۔

نص ۲۷: مسلم الثبوت میں ہے،

المعتزلة قالوا لولا کون الحکم عقلیا لم یمتنع الکذب منه تعالیٰ عقلا، والجواب انه نقص یجب تنزیهه تعالیٰ عنه کیف وقد مر انه عقلی باتفاق العقلاء لان ماینافی الوجوب الذاتی من جملة النقص فی حق الباری تعالیٰ ومن الاستحالات العقلیة علیه سبحنه[3] اھ ملخصاً مع الشرح

حاصل یہ کہ معتزلہ نے اہلسنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا کذب محال نہ رہے حالانکہ اسے ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں، اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب اس لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ مانیں اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلاء کا اجماع ہے وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی ہے اھ ملخصاً مع الشرح۔

نص ۲۸: مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں،

الکذب نقص لان ماینافی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیة بذلك اثبته الحکماء الذین هم غیر متشرعین بشریعة

جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے، اسی دلیل سے وہ حکماء اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان

---

[1] کنز الفوائد

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الصفات الفعلیۃ مصطفی البابی مصر ص ۲۳

[3] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲۶/۱
مسلم الثبوت المطبع الانصاری دہلی ص ۱۰

الاستحالۃ المذکورۃ لان الوجوب والکذب لا یجتمعان کما بین فی الکلام[1] اھ ملخصا۔

نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغگوئی جمع نہیں ہوں گی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہوچکا ہے اھ ملخصًا۔

نص ۲۹: مولانا بحر العلوم عبد العلی ملک العلماء فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں،

اللہ تعالٰی صادق قطعًا لاستحالۃ الکذب هنالک[2] (ملخصًا)

اللہ تعالٰی یقینًا سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

نص ۳۰: افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبًا چچا اور معنًا باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر ناسعید کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عہدہ[3] (اللہ تعالٰی ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔ ت) یوں تصریح فرمائی:

خبر او تعالٰی کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصے ست عظیم کہ ہرگز بصفت او راہ نمی یابد و حق او تعالٰی کہ مبرا از جمیع عیوب و نقائص ست خلاف خبر مطلقًا نقصان ست[4] اھ ملخصًا۔

اللہ تعالٰی کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللہ تعالٰی کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا، اللہ تعالٰی کہ تمام نقائص و عیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے اھ ملخصًا (ت)

مدعیان جدید کے اپنے [illegible] میں امکان کو نقصان مانتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، اللہ تعالٰی سچا ایمان سچا ادب نصیب فرمائے، آمین۔

یہاں نصوص ائمہ و تصریحات علماء میں نہایت کثرت اور جس قدر فقیر نے ذکر کئے، عاقل منصف کے لئے ان میں کفایت بلکہ ایسے مسائل میں ہنگام تحریر اولی تنبیہ پر سلامت عقل و نور ایمان و دوش بدوش عدل کی گواہی معتبر:

ودونک ما القی حسم النزاع وتبین الابلج وبان ان لیس لاحد نزاع فلا علیک من اضطراب مضطرب والحمد للہ المنزہ عن الکذب۔

مذکورہ تمام گفتگو اگر قارئین نے محفوظ کرلی ہے تو واضح ہوگیا کہ یہ بات اجماعی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں لہٰذا اضطراب ختم ہوجانا چاہئے، تمام تعریف اللہ تعالٰی کی جو کذب سے مبرا ہے۔ (ت)

---

[1] شرح مسلم الثبوت نظام الدین سہالی

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی الباب الثانی فی الحکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۹۲

[3] القرآن الکریم ۲/۸۰

[4] فتح العزیز (تفسیر عزیزی)، تحت آیۃ فلن یخلف اللہ عہدہ افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۳۰۷

تنزیہ دوم دلائل قاہرہ وحجج باہرہ میں

فقیر غفر اللہ تعالی بتوفیق مولی سبحانہ وتعالے ان مختصر سطروں میں بلحاظ ایجاز کذب باری عزاسمہٗ کے محال صریح اور توہم امکان کے باطل قبیح ہونے پر صرف تیس دلیلیں ذکر کرتا ہے، جن خمسۂ اولی کلمات طیبات ائمہ کرام وعلماے عظام علیہم رحمۃ الملک العلام میں ارشاد وافادہ ہوئیں اور باقی پچیس باری جل عزوجل کے فیض ازلی سے عبد اذل کے قلب پر القا کی گئیں والحمد للہ رب العالمین۔

دلیل اوّل نصوص سابقہ میں گزری جس پر طوالع وشرح مقاصد ومسایرہ ومسامرہ ومفاتیح الغیب و مدارک وبیضاوی وارشاد العقل وروح البیان وشرح سنوسیہ وشرح ابہری وشرح عقائد عضدیہ و کنز الفوائد ومسلم الثبوت وشرح نظامی وفواتح الرحموت وغیرہا کتب کلام وتفسیر واصول میں تاویل فرمائی کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال، اور فی الواقع یہ کلیہ اصول اسلام وقواعد علم کلام سے ایک اصل عظیم وقاعدہ جلیلہ ہے جس پر تمام عقائد تنزیہ بلکہ مسائل صفات ثبوتیہ بھی متفرع کما لا یخفی علی من لہ ممارسۃ بکلمات القوم (جیساکہ ہر اس شخص پر مخفی نہیں جو قوم کے کلمات سے آگاہ ہے۔ ت) شرح عقائد نسفی میں ہے:

الحی القادر العلیم السمیع البصیر الشائی المرید، لان اضدادها نقائص یجب تنزیه الله تعالی عنها[1] ملخصا۔	زندہ، قادر، جاننے والا، سمیع، بصیر، مشیت والا، ارادہ والا، کیونکہ ان کے اضداد نقائص ہیں جن سے اللہ تعالے کا بری ہونا لازم ہے۔ (ت)

شرح سنوسیہ میں ہے:

اما برهان وجوب السمع والبصر والکلام لہ تعالی فالکتاب والسنۃ والاجماع وایضا لو لم یتصف بها لزم ان یتصف باضدادها وهی نقائص والنقص علیہ تعالی محال[2]۔	اللہ تعالی کے لئے سمع، بصر اور کلام کا ہونا لازم ہے اس پر دلیل کتاب، سنت اور اجماع ہے، اور یہ بھی اگر وہ ان سے متصف نہ ہو تو ان کی ضد سے متصف ہوگا اور وہ نقائص ہیں اور نقص اللہ تعالی کے لئے محال ہے۔ (ت)

شرح مواقف میں ہے:

---

[1] شرح عقائد نسفی صفات باری تعالے دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۳۰

[2] شرح السنوسیہ

لاطریق لنا الی معرفۃ[عہ۱] الصفات سوی الاستدلال بالافعال والتنزیہ عن النقائص۔[۱]

ہمارے لئے معرفتِ صفات پر افعال اور نقائص سے تنزیہ کے ساتھ استدلال کے سوا کوئی چارہ نہیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) بداہت عقل شاہد ہے کہ اللہ عزمجدہ جمیع عیوب ونقائص سے منزہ اور اس کا ادراک[عہ۲] شرع پر موقوف نہیں ولہذا سب عقلائے غیر ملت بھی تنزیہ باری جل مجدہ ہمارے موافق ہوئے۔

وان یثبتوا بجہلہم ما یستلزم النقص غیر دارکین انہ کذلک بل مع ادعائہم[عہ۳] انہ ھو الکمال ولا عبرۃ لسخافات الحمقاء الذین لاعقل لہم ولا دین۔ اعاذنا اللہ تعالٰی من شرہم اجمعین۔

اگر انہوں نے اپنی جہالت کے سبب ایسی باتیں ثابت کیں جو نقص کو مستلزم تھیں، ہاں ان کا ارادہ نقص ثابت کرنے کا نہ تھا بلکہ ان کے گمان میں یہ کمال تھا لیکن ایسے بے وقوفوں کی لایعنی باتوں کا کیا اعتبار جن کے پاس عقل ہے نہ دین۔ اللہ تعالٰی ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ (ت)

یہاں تک کہ فلاسفہ نے بھی زعم خود اسی اصل اصیل پر مسائل متفرع کئے،

منہا ما فی المواقف وشرحہ ان جمہور الفلاسفۃ لایعلم الجزئیات المتغیرۃ والالزم تغیرہ مثلا

ان میں سے ایک وہ ہے جو مواقف اور اس کی شرح میں ہے جمہور فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی تبدیل

عہ۱ ای عقلا وفیہ الکلام من دلیل الحصر فافاد ان التنزہ عن النقائص واجب لذات الواجب عقلا فالاتصاف بشیئ منہا محال عقلا ۱۲ منہ۔

عہ۱ یعنی عقلی طور پر، یہ کلام اسی میں ہے اس کی دلیل حصر ہے اس سے واجب تعالٰے کی ذات کا نقائص سے پاک ہونے کا عقلاً فائدہ حاصل ہوا، تو نقائص سے متصف ہونا عقلاً محال ہوگا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ وقد صرح بہ فی الکنز وشرح المواقف، اما الکنز فقد سمعت نصہ واما السید فقد عرفت انفا ۱۲ منہ۔

عہ۲ اس پر کنز الفوائد اور شرح مواقف میں تصریح کی ہے کنز کی نص آپ نے سن لی اور سید کی بات ابھی آپ نے معلوم کرلی ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ کما قالوا فی صدور العالم بالایجاب کما سیاتی ۱۲ منہ۔

عہ۳ جیسا کہ فلاسفہ نے عالم کے صدور کو واجب کہا ہے جیسے عنقریب آئے گا ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] شرح المواقف المقصد الثانی من صفات اختلف فیہا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۴/ ۱۰۵

ان زیدا فی الدار الان ثم خرج زید عنها فلابد ان یزول ذلک ویعلم انه لیس فی الدار او یبقی ذلک العلم بحاله والاول یوجب التغیر فی ذاته من صفة الی اخری والثانی یوجب الجهل و کلاهما نقص یجب تنزیهه تعالٰی عنه[1] اھ ومنها ماقیه ایضا اما الفلاسفة فانکروا القدرة بالمعنی المذکور لاعتقادهم انه نقصان واثبتوا له الایجاب زعمًا منهم انه الکمال التام[2]

ہونے والی جزئیات کا علم نہیں رکھتا ورنہ اگر وہ جانتا ہو مثلاً زید اس وقت دار میں ہے پھر وہ وہاں سے نکل گیا تو سابقہ علم زائل ہو جائے گا اور جان لے گا کہ وہ دار میں نہیں یا پہلا علم ہی بحال رہے گا پہلی صورت میں اس کی ذات اقدس میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف تغیر اور دوسری صورت میں جہل لازم آئے گا اور یہ دونوں باتیں نقص ہیں جن سے اللہ تعالٰی کا منزہ ہونا ضروری ہے۔ اور ان میں ایک یہ بھی ہے کہ فلاسفہ نے معنی مذکورہ کے ساتھ قدرت کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے اعتقاد میں یہ نقص ہے اور انھوں نے اس کی ذات اقدس کے لئے یہ زعم کرتے ہوئے ایجاب کا ثبوت کیا ہے کہ یہ کمال تام ہے۔ (ت)

پھر شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ بحمدہ تعالٰی بدیہیات دین سے ہے، جس طرح قرآن و حدیث سے باری جل مجدہ کی توحید ثابت فرمائی یونہی ہر عیب و منقصت سے اس کی تنزیہ و تقدیس اور خود کلمہ طیبہ سبحان اللہ و اسمائے حسنٰی سبوح و قدوس کے معنی ہی یہ ہیں ولہٰذا تسبیحات حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وارد سبحان الذی لاینبغی التسبیح الا له (پاک ہے وہ ذات کہ پاکی فقط اسی کے لئے ہے۔ت) جس کے باعث توغیرہ پر وقف اور تسبیحوں کو اس سے فصل کیا گیا، پھر مرتبہ اجمال میں اس پر اجماع اہل اسلام معتقد، کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کہنے والا اپنے رب عزوجل پر عیوب و نقائص روا نہ رکھے گا،

فالاجماع فی الدرجة الثالثة من الادلة لا انه العمدة فی اثبات المسئلة کما وقع عن بعض الاجلة فاعرف۔

دلائل شرعیہ میں اجماع کا تیسرا درجہ ہے یہ نہیں کہ اجماع اثبات مسئلہ کے لئے بہتر صورت ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے سہو ہوا، اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

---

[1] شرح المواقف المقصد الثالث فی علمہ تعالٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۷۴

[2] ؍؍ ؍؍ المقصد الثانی فی قدرتہ تعالٰی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۸/۴۹

دلیل دوم: العظمۃ للہ اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں کہ اٹھائے نہ اٹھیں کافروں ملحدوں کو اعتراض و مقال و عناد و جدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں، دلائل قرآن عظیم و وحی حکیم یک دست ہاتھ سے جائیں حشر و نشر و حساب و کتاب و جنت و نار و ثواب و عذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبار الٰہی سے ہے جب معاذ اللہ کذب الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا، شاید یونہی فرمادی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے سبحٰنہ وتعالٰی عما یصفون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (پاک اور بلند ہے اللہ تعالٰی کی ذات اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ت)

یہ دلیل شرح مقاصد میں ادا فرمائی جس کی عبارت نقل چہارم میں گزری، اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا (پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں۔ت) اس کی طرف اشارہ کیا کذب الٰہی کے محال ہونے پر دلیل عقلی قائم کرکے فرماتے ہیں:

ولا یجوز اثبات ان الکذب علی اللہ محال بالدلائل السمعیۃ لان صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علی اللہ تعالٰی بالدلائل السمعیۃ لزم الدور وھو باطل[1]

اللہ تعالٰی سے کذب کے محال ہونے کو دلائل سمعیہ سے ثابت کرنا جائز نہیں کیونکہ خود ان دلائل سمعیہ کی صحت اس پر موقوف ہے کہ کذب اللہ تعالٰی سے محال ہے اگر ہم اللہ تعالٰی سے امتناع کذب کو دلائل سمعیہ سے ثابت کریں گے تو دور لازم آجائے گا جو باطل ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق۔ تقریر دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جسے وجود و عدم دونوں سے یکساں نسبت ہو تو چاہے وہ امر کیسا ہی مستبعد ہو مگر عقل از پیش خویش اس کے ازلاً ابداً عدم وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادہ الٰہیہ امر غیب ہے جس تک عقل کی اصلاً رسائی نہیں پھر وہ بطور خود کیونکر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذب الٰہی زیر قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادہ پر خبر ہے کہ ازل سے ابد تک ہوا نہ ہوگا، ارادہ پر حکم وہیں کرسکتے ہیں جہاں خود صاحب ارادہ عزجلالہ خبر دے کہ فلاں امر ہم کبھی صادر نہ فرمائیں گے، کقولہ تعالٰی:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔[2]

اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب تحت آیۃ وتمت کلمت ربک المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۳/ ۶۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

وقولہ تعالٰی:

يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر[1]

اللہ تعالٰی تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تم پر تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (ت)

امام فخرالدین رازی تفسیر سورۂ بقرہ میں زیر آیۂ کریمہ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون (یا تم اللہ تعالٰی کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ ت) فرماتے ہیں:

الأية تدل علی فوائد (الی ان قال) ثانیھا ان کل ماجاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الا بدلیل سمعی[2]

یہ آیت مبارکہ ان فوائد پر دال ہے (آگے چل کر کہا) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس شیئ کا وجود وعدم عقلاً جائز ہو اس کے اثبات ونفی کے لئے دلیل سمعی کی طرف رجوع ضروری ہے۔ (ت)

اور تفسیر سورۂ انعام میں زیر قولہ تعالٰی: قل اللہ شھید بینی وبینکم[3] (فرمادیجئے اللہ تعالٰی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

المطالب علی ثلثۃ اقسام منھا مایمتنع اثباتہ بالدلائل السمعیۃ فان کل مایتوقف صحۃ السمع علی صحتہ امتنع اثباتہ بالسمع والا لزم الدور، ومنھا مایمتنع اثباتہ بالعقل وھو کل شیئ یصح وجودہ ویصح عدمہ عقلا فلا امتناع فی احد الطرفین اصلا فالقطع علی احد الطرفین بعینہ لایمکن الا بالدلیل السمعی الخ[3]

مطالب کی تین اقسام ہیں، ایک جن کا اثبات دلائل سمعیہ سے ممتنع ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کا اثبات صحت سمع پر موقوف ہے اس کا اثبات سمع سے نہیں ہوسکتا ورنہ دور لازم آئے گا، دوسرا جن کا اثبات عقل سے ممتنع ہے اور وہ ہر وہ شیئ ہے جس کا وجود وعدم عقلاً صحیح ہو دونوں میں سے کوئی ممتنع نہ ہو تو اب ایک جانب میں یقین دلیل سمعی کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

امام الحرمین قدس سرہٗ کتاب الارشاد میں ارشاد کرتے ہیں:

اعلموا وفقکم اللہ تعالٰی ان اصول العقائد

جان لو (اللہ تعالٰی تمہیں توفیق دے) اصول عقائد

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[2] مفاتیح الغیب تحت آیۃ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون المطبعۃ البہیۃ مصر ۳/۱۹۰

[3] 〃 〃 تحت آیۃ قل ای شیئ اکبر شہادۃ الخ 〃 〃 〃 ۱۲/۱۷۶

تنقسم الی ما یدرک عقلا ولا یسوغ تقدیر ادراکه سمعا والی ما یدرک سمعا ولا یتقدر ادراکه عقلا والی ما یجوز ادراکه سمعا وعقلا فاما مالا یدرک الا عقلا فکل قاعدة فی العقل یتقدم علی العلم بکلام الله تعالی ووجوب اتصافه بکونه صدقا اذ السمعیات تستند الی کلام الله تعالی وما سبق ثبوته فی الترتبة علی ثبوت الکلام ووجوبا فیستحیل ان یکون مدرکه السمع واما ما لا یدرک الا سمعا فهو القضاء بوقوع ما یجوز فی العقل ولا یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیما غاب عنا الا بالسمع ۱؎۔

کی تقسیم یوں ہے کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا ادراک عقلی ہے ان کا ادراک سمعی جائز ہی نہیں، کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک سمعی ہے ان کا ادراک عقلی نہیں ہو سکتا۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا ادراک عقلاً اور سمعاً دونوں طرح جائز ہوتا ہے، وہ چیزیں جن کا ادراک فقط عقلاً ہے تو یہ ہر وہ قاعدہ جو اللہ تعالیٰ کے کلام اور صدق سے اس کے وجوب اتصاف سے پہلے ہے کیونکہ دلائل سمعیہ کا اعتماد اثبات کلام الٰہی سے ہوتا ہے تو جس کے مرتبہ کا ثبوت کلام کے ثبوت سے پہلے ہونا لازم ہے تو اب محال ہے کہ اس کا سبب ادراک سمعی ہو، وہ جن چیزوں کا ادراک فقط سمعی سے ہے تو وہ عقلی طور پر جائز الوجود چیز کے وقوع کا فیصلہ ہے تو سمع کے بغیر کسی جائز الوجود چیز پر ہم سے غائب ہے اس کے ثبوت کا حکم جائز الوجود چیز سے نہیں ہو سکتا (الخ ت)۔

شرح عقائد نسفی میں ہے:

العقل یا ما بها ما هی ممکنات لا طریق الی الجزم باحد جانبیه فکان من فضل الله ورحمته ارسال الرسل لبیان ذلک اھ ملخصا ۲؎۔

کچھ چیزیں ان میں سے ممکن ہیں ان کی کسی ایک جانب کا جزم نہیں ہو سکتا تو ان کے بیان کیلئے رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت ہے اھ ملخصا (ت)،

میں کہتا ہوں اب آدمیوں ہی میں دیکھ لیجئے کہ جو کام زید کی قدرت میں ہے وہ دوسرا ہرگز اس پر جزم نہیں کر سکتا کہ وہ کبھی اسے نہ کرے گا، پھر یہاں بعد اخبار زید بھی جزم و تحقیق کی راہ نہیں، مثلاً زید نے حلف قسم بھی کہا کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا، تو دوسرا اگرچہ صدق زید کا کیسا ہی معتقد ہو قسم نہیں کھا سکتا کہ زید اس سال یقیناً سفر نہ کرے گا، اور کھائے تو سخت جری و بیباک اور نگاہ عقلاء میں ہلکا ٹھہرے گا تو وجہ کیا، وہی کہ غیب کا حال

۱؎ المسامرة فی الکلام

۲؎ شرح العقائد النسفیہ بیان ارسال رسل دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۹۸

معلوم نہیں اور زید کی بات سچی ہی ہوئی کیا ضرور ممکن کہ فرق پڑ جائے جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہولیا اور اب تم نے کذبِ الٰہی کو زیرِ قدرت مانا تو حقیقۃً ہر خبر میں احتمالِ کذب ہوا اب یہی رہا کہ خبرِ الٰہی یقین دلائے کہ اللہ عزوجل اگرچہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر کبھی بولا نہ بولے، ہیہات اس یقین کی طرف بھی کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ خبر کلامِ الٰہی سے خود ایک کلام ہوگی تو عقلاً ممکن کہ یہی بر وجہِ کذب صادر ہوئی ہو پھر وہ کون سا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرسکے کہ یہ ممکن جو قدرتِ الٰہی میں تھا واقع نہ ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جب کذب عقلاً ممکن تو استحالہ عقلی تو تم خود نہیں مانتے، رہا استحالہ شرعی وہ دلیل شرعی سے مستفاد ہوگا اور دلائل شرعیہ سب کلامِ الٰہی کی طرف منتہی، کما مرمن ارشاد امام الحرمین (جیسا کہ امام الحرمین کے ارشاد سے گزرا۔ ت) تو جس کلامِ الٰہی سے کذبِ الٰہی کا استحالہ ثابت کیجئے پہلے خود اسی کلامِ الٰہی کا وجوبِ صدق شرعاً ثابت کرلیجئے۔ لاجرم دور یا تسلسل سے چارہ نہیں اب عقلی و شرعی دونوں استحالے اُٹھ گئے اور اللہ تعالٰی کی بات معاذ اللہ زید و عمرو کی سی بات ہوکر رہ گئی تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا (یہ جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے نہایت ہی بلند ہے۔ ت) پھر حشر و نشر و جنت و نار وغیرہا تمام سمعیات پر ایمان لانے کا کیا ذریعہ ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم، ھذا ما عندی فی تقریر دلیل ھؤلاء الاعلام وفی المقام ابحاث طوال تعرف بالغوص فی لججہ، (میرے نزدیک ان حضرات علماء کی دلیل کی وضاحت و تفصیل یہی ہے اس مقام پر بڑے تفصیلی مباحث ہیں جو کلام کے سمندر میں غوطہ زن ہونے سے معلوم ہوتے ہیں۔ ت)

دلیل سوم مواقف و شرح مواقف میں ہے:

اما امتناع الکذب علیہ تعالٰی عندنا فثلثۃ اوجہ (الی ان قال) و ایضا یلزم علی تقدیر ان یقع الکذب فی کلامہ سبحانہ ان نکون نحن اکمل منہ فی بعض الاوقات اعنی وقت صدقنا فی کلامنا۔[1]

یعنی کذبِ الٰہی محال ہونا ہم اہلسنت کے نزدیک تین دلیل سے ہے ایک یہ کہ اس کے کلام میں کذب آئے تو بعض وقت ہم اس سے اکمل ہوجائیں یعنی جس وقت ہم اپنے کلام میں سچے ہوں۔

اقول تقریرِ دلیل یہ ہے کہ ہر کلی خبر میں امکانِ عقلی کہ انسان اسے بروجہ سچا حکایت کرے اور شک نہیں کہ جس حکایت میں جو سچا ہو وہ اس میں جھوٹے پر خاص اسی وجہ کی رُو سے فضل رکھتا ہے اگرچہ اور کروڑوں وجہ سے مفضول ہو، اب اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو معاذ اللہ جس وقت وہ جھوٹ بولے اور انسان اسی بات کو

---

[1] شرح المواقف المقصد السابع فی انہ تعالٰی متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۱۰۱

مطابق واقع ادا کرے تو لازم کہ آدمی اس وجہ سے افضل ہوجائے اور باری عزوجل پر کسی جہت سے کسی مخلوق کو کسی طرح کا فضل جزئی بھی اگرچہ نہایت ضعیف و مضمحل ہو حاشا محال۔ تو ثابت ہوا کہ امکان کذب باطل خیال ہے۔ فافھم والعزۃ للہ ذی الجلال (پس غور کیجئے اور عزت اللہ ذوالجلال کے لئے ہے۔ ت)

ثم **اقول** اس دلیل کی ایک مختصر تقریر یوں ممکن کہ اگر کذب خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا، والعیاذ باللہ رب العٰلمین، لیکن صدق خلق محال نہیں تو کذب خالق ممکن نہیں۔

دلیل چہارم جس کی طرف امام فخرالدین رازی نے ص ۱۱ میں اشارہ فرمایا کہ جب اہلسنت کے نزدیک اللہ عزوجل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال۔ **اقول** وباللہ التوفیق تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا اطلاق قطع نظر اس سے کہ قرآن عـــہ وحدیث واجماع سے ثابت مخالفان عنید یعنی طائفہ جدیدہ کو بھی مقبول کہ وہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں کہ

عـــہ اما القراٰن فقولہ تعالٰی ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون ۱؎ وقولہ تعالٰی ومن اصدق من اللہ قیلا ۲؎ فان اصدق من اللہ تعالٰی اصدق قائل وحمل الاصدق حمل الصادق مع زیادۃ واما الحدیث فعد الصادق من الاسماء الحسنٰی فی حدیث ابن ماجۃ ۳؎ وحدیث الحاکم فی المستدرک وابی الشیخ وابن مردویۃ فی تفسیرھما وابی نعیم فی کتاب الاسماء الحسنٰی کلھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واما الاجماع فظاھر لاینکر ۱۲ منہ۔

عـــہ قرآن میں اللہ تعالٰی کا فرمان ہے یہ ہم نے ان کی بغاوت کی سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں، دوسرے مقام پر فرمایا، اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون زیادہ سچا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی سب سے بڑھ کر صادق ہے اور اصدق کا حمل صادق مع زیادۃ کا حمل ہے۔ رہی حدیث تو حدیث میں اسماء حسنٰی میں صادق کو شمار و شامل کیا گیا ہے، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے ابن ماجہ، حاکم نے مستدرک میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے اپنی تفاسیر اور امام ابونعیم نے "کتاب الاسماء الحسنٰی" میں ذکر کیا، رہا اجماع تو واضح ہے، اس کا انکار کیا ہی نہیں جاسکتا ۱۲ منہ (ت)

۱؎ القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶ ۲؎ القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

۳؎ سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب اسماء اللہ عزوجل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۳

جب کذب ممکن ہوا اور امکان یہیں بحکم جانب مخالف سے سلب ضرورت تو لازم ہوا باری تعالٰی کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا بلکہ جائز کہ صادق نہ ہو ایسا ہی اس کے مذہب نامہذب کا استیصال کر گیا کہ جب وہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام مبدء کو مستلزم، تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذات الٰہی سے قیام حوادث محال، تو ثابت کہ صدق الٰہی ازلی ہے بعینہ اسی دلیل سے ہمارے ائمہ کرام نے تکوین وغیرہ کا صفات ازلیہ سے ہونا ثابت فرمایا، شرح عقائد نسفی میں ہے:

(التکوین صفۃ) للہ تعالٰی لاطباق العقل والنقل علی انہ تعالٰی خالق للعالم مکون لہ وامتناع اطلاق اسم المشتق علی الشیئ من غیر ان یکون ماخذ الاشتقاق وصفا لہ قائما بہ (ازلیۃ) لوجوہ الاول انہ یمتنع قیام الحوادث بذاتہ تعالٰی لما مر. ملخصاً[1]

(تکوین صفت ہے) اللہ تعالٰی کی، کیونکہ عقل ونقل اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالٰی جہان کا خالق اور بنانے والا ہے، اور کسی شی پر اسم مشتق کا اطلاق اس وقت تک ممتنع ہوتا ہے جب تک مادہ اشتقاق اس کا وصف اور اس کے ساتھ قائم نہ ہو، (ازلی ہے) اس پر متعدد دلائل ہیں، اول یہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ حوادث کا قیام ممتنع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے، اھ ملخصاً (ت)

اسی میں ہے:

اللہ تعالٰی متکلم بکلام ھو صفۃ لہ ضرورۃ امتناع اثبات المشتق للشیئ من غیر قیام ماخذ الاشتقاق بہ[2]

اللہ تعالٰی متکلم بکلام ہے اور یہ اس کی صفت ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ کسی شئی کے لئے مشتق کا اثبات اس کے ساتھ ماخذ اشتقاق کے قیام کے بغیر ممتنع ہوتا ہے (ت)

منح الروض میں مسامرہ سے ہے:

الایمان من صفات اللہ تعالٰی من اسمائہ الحسنٰی المؤمن کما نطق بہ الکتاب العزیز، وایمانہ ھو تصدیقہ

ایمان اللہ تعالٰی کی صفات میں سے ہے کیونکہ اس کے اسماء حسنٰی میں "مؤمن" بھی ہے جیسا کہ قرآن عزیز اس پر ناطق ہے اور اس کا ایمان ازلی

---

[1] شرح العقائد النسفیہ بیان صفات باری تعالٰی دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۵۰

[2] " " " " " " " " ص ۴۴

فی الازل بکلامه القدیم ولا یمکن ان تصدیقه محدث ولا مخلوق تعالی الله ان یقوم به الحادث اھ ملخصاً۔

میں صدق ذاتی کی تصدیق ہے، یہ نہیں کہ بعد میں مستحدث اس کی تصدیق محدث و مخلوق ہے کیونکہ وہ اس سے منزہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادث شئے قائم ہو اھ ملخصاً[1]

اور جب صدق ہی ازلی ہوا تو امکانِ کذب کا محل نہ رہا کہ اس کا وقوع ہے، عدم صدق ممکن نہیں تحقیقاً بمعنی استضاد کیونکہ ان میں تضاد پایا جاتا ہے ثابت، اور انعدام صدق محال ہے کہ علم کلام میں یقین ہو چکا کہ قدیم و ازلی قابل عدم نہیں فتبصر۔

دلیل پنجم اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہو سکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادث نہیں، اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہو سکتا، تو لازم کہ صدق اس پر محال ہو جائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالی ومن اصدق من الله حدیثا[2] (اللہ تعالی سے بڑھ کر کون سے سچی بات فرمانے والا ہے) امتناع کذب الٰہی پر اہل سنت کی دلیل بیان کرتے ہیں،

اما اصحابنا فدلیلهم انه لو کان کاذبا لکان کذبه قدیما ولو کان کذبه قدیما لامتنع زوال کذبه لامتناع العدم علی القدیم، ولو امتنع زوال کذبه قدیما لامتنع کونه صادقا، لان وجود احد الضدین یستلزم وجود الاخر فلو کان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنه غیر ممتنع، لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فانه لا یمتنع علیه ان یحکم علیه بحکم مطابق للمحکوم علیه، والعلم بهذہ الصحة ضروری، فاذا کان امکان الصدق قائما کان ممتنع الکذب

ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا اور اس کا کذب قدیم ہے، تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم ممتنع ہوتا ہے، اور اگر اس کے کذب کا زوال قدیم ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے، تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شئی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شئے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ الاکبر باب الایمان مخلوق اولاً مصطفی البابی مصر ص ۱۴۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۷

حاصلا لامحالۃ[1]

میں کوئی امتناع نہیں اور اس ضابطہ کی صحت کا علم یقینی ضروری ہے جب امکان صدق قائم ہے تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا (ت)

اقول وباللہ التوفیق تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں، اگر کہئے نہ تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب ومتصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام[عـہ] کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے، اور اگر کہئے ہاں، تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف لایزال میں ممکن یا ازل میں بھی شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ اور کذب کا امتناع زوال مستلزم امتناع صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال، جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممتنع ہوگا، اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم، تحقیقا لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لالعارض کما ھھنا (معنی لزوم کے ثبوت کی وجہ سے کہ ذاتی ہے نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے، جیسا کہ یہاں ہے۔ ت) تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو کہ ممکن کا محال ہوجانا ہرگز ممکن نہیں ورنہ انقلاب لازم آئے اور وہ قطعاً باطل تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالٰی کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقیناً باطل اور استحالہ کذب قطعاً حاصل،

والحمد للہ اصدق قائل الدلائل الدافقۃ علی قلب الفقیر بعون القدیر عز جدہ وجل مجدہ۔

تمام تعریف اللہ تعالٰی کی ان سچے دلائل پر جو قدیر عز جدہ وجل مجدہ کی مدد سے فقیر کے دل پر وارد ہوئے۔ (ت)

دلیل ششم

اقول وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے بیان کرتا ہوں) کلام الٰہی

[عـہ] ای انشاء لاحکایۃ اذ لاکلام فیہ کما لایخفی ففی القرآن العظیم جمل عن الکفار حکت اکاذیبھم الباطلۃ ۱۲ منہ

یعنی بطور انشاء نہ کہ بطور حکایت کیونکہ اس میں کلام ہی نہیں جیسا کہ واضح ہے تو قرآن میں ایسے جملے موجود ہیں جن میں کفار کی باطل ادا کا تذکرہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ ومن اصدق من اللہ حدیثا المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۰/ ۲۱۶، ۲۱۸

ازل میں بایجاب کلی حق تھا، معاذ اللہ اس کا بعض باطل یا نہ حق نہ باطل شق ثانی تو کفر صریح[عہ۱] اور ثالث میں مطابقت ولا مطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال، اوّلاً[عہ۲] بالبداہۃ،

فان ارتفاع محمولی الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین۔	کیونکہ انفصال حقیقی کے دونوں محمول کا موضوع سے رتفاع نقیضین کے ارتفاع کی طرح ہوتا ہے۔ (ت)
ثانیاً باجماع عقلاً،	
حتی الجاحظ المعتزلی وانما نزاعه[عہ۳] فی مجرد التسمیة۔	حتی کہ جاحظ معتزلی بھی قائل ہے نزاع محض نام میں ہے۔ (ت)

عہ۱ ای فلا یرضی به المخالف ایضا فلا یبالی فی تقریر البرهان وانما اکتفی به قصرا للمسافة والا فله طریق قد عرفت وهو وجوب الکذب وامتناع الصدق اباطل ببداهة العقل ۱۲ منه	عہ۱ یعنی اس پر مخالف بھی راضی نہ ہوگا اور یہ عقلی برہان کے منافی نہیں اختصاراً اسی پر اکتفا کیا گیا ورنہ اس کیلئے وہ طریق جو جان چکا کہ وہ کذب کا وجوب اور صدق کا امتناع ہے جو بداہۃ عقل سے باطل ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ۲ فیه المقسم وحدیث الاجماع والنص تبرعی ۱۲ منه۔	عہ۲ یہی کافی ہے اجماع اور نص کی بات بطور تبرع ونقل ہے ۱۲ منہ (ت)
عہ۳ الخبر عند الجمهور اما صادق او کاذب لانه اما مطابق للواقع الذی هو المخبر عنه وهو الصادق او لا مطابق وهو الکاذب وهذه المنفصلة حقیقیة دائرة بین النفی والاثبات فکل نزاع من نازع لیس الا فی اطلاق لفظ الصدق والکذب لغة هل هما لهذین المعنیین لا فی صدق هذه المنفصلة اھ مسلم الثبوت مع شرحه فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سره ۱۲ منه۔	عہ۳ جمہور کے نزدیک خبر صادق ہے یا کاذب کیونکہ اگر وہ واقع کے مطابق ہے تو صادق، اگر مطابق نہیں تو کاذب، اور یہ منفصلہ حقیقیہ ہے جو نفی واثبات کے درمیان دائر ہے اور جس نے بھی اس میں نزاع کیا ہے وہ صرف لغۃً لفظ صدق وکذب کے اطلاق میں کیا ہے کہ کیا وہ ان دونوں معنی کے لئے ہیں منفصلہ حقیقیہ جس کے دونوں محمول مرتفع ہوں، کے صدق میں نہیں، اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی فی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۶

ثالثاً خود قرآن عظیم نفی واسطہ پر ناطق۔

قال مولانا ذو الجلال فماذا بعد الحق الا الضلال[1]	ہمارے مالک صاحب جلال کا فرمان ہے: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ (ت)

قولہ حرف شق اول متعین اور شاید مخالف بھی اس سے انکار نہ رکھتا ہو اب ہم پوچھتے ہیں کذب ممکن علی فرض الوقوع صرف کسی کلام لفظی کو عارض ہوگا یا نفسی کو بھی، اول محقق ہے یعنی کہ صدق و کذب حقیقۃً وصف معنی ہے ، صفت عبارت ولہذا شرح مقاصد میں فرمایا:

مرجع الخبر وهو توجه فی کلامه استعمال الحروف المسموعة [illegible] علی کلامه الازلی ومرجع الصدق والکذب الی المعنی[2]	یہ تو ایسی کلام میں جاری ہو رہا ہے جو حروف مسموعہ سے بنی ہے اور یہ کلام ازلی سے جدا ہے اور صدق و کذب کا مرجع معنی ہے (ت)

برتقدیر ثانی یہ کلام نفسی وہی کلام قدیم یا علی تقدیر التجزی اس کا بعض ہوگا جو ازل میں ایجاباً کلیاً صادق تھا یا اس کا غیر، شق ثانی پر قیام حوادث لازم اور اول میں انقلاب صدق بکذب کہ ہر مرتبہ میں محال، سچی بات کبھی جھوٹی

ع یہاں بعض اوہام میں یہ [illegible] حق ہے، کل قائم ہوا تو زید لیس بقائم حق ہوگیا اور اس کی حقیقت اس کے کذب کو مستلزم، **اقول** ان صاحبوں نے قضیہ وہ [illegible] میں فرق نہ کیا، نہ جانا کہ وہ مطلقہ عامہ ہیں تناقض نہیں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

الخبر الصادق صادق دائما والکاذب کاذب دائما[3]	خبر صادق ہمیشہ صادق اور خبر کاذب ہمیشہ کاذب ہوتی ہے (ت)

مولانا قدس سرہ حواشی میں فرماتے ہیں:

ولا یمکن ان یجتمعا فی شیئ من الاخبار و فرق بین تحقق مصداق الخبر و صدقه فان الاول قد یختلف بحسب الاوقات و الثانی	دونوں کا کسی خبر میں جمع ہونا ممکن نہیں، اور خبر کے مصداق کے تحقق اور اس کے صدق میں فرق ہے کیونکہ پہلا اوقات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ١٠/ ٣٢

[2] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ٢/ ١٠٣

[3] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مطبع انصاری دہلی ص ٢٠

نہیں ہوسکتی نہ جھوٹی کبھی سچی ورنہ مطابقت و لامطابقت میں تصادم لازم آئے اور نقیضین باہم نقیضین نہ رہیں بالجملہ کلام صادق کے لئے ثبوت صدق ضروری، تو سلب ضرورت ضرورۃً مسلوب، وھو المطلوب

وانت تعلم ان صدور الکلام القدیم عنه سبحانه وتعالٰی لیس علی وجه الاختیار فان القدیم لایستند الی المختار من حیث هو مختار وقد تقرر ان کلام الله غیر مخلوق ولا تحت اقتدار فلا یستزلنک الشیطان ان الاستحالة انما جاءت من قبل ان المولٰی سبحانه وتعالٰی لم یصدر عنه ازلًا الا کلام صادق وهو لایقدر ان یخلق لنفسه صفة حادثة فیبقی الامکان فی بدو الامر علی ما کان.

اور تم جانتے ہو اللہ تعالٰی کی ذات سے کلام قدیم کا صدور اختیاری نہیں کیونکہ قدیم کسی مختار من حیث مختار کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا، قرآن اللہ تعالٰی کا کلام ہے جو مخلوق نہیں اور تحت قدرت نہیں ــــ تمہیں شیطان اس بات سے نہ پھسلا دے کہ استحالہ یہاں سے لازم آیا کہ اللہ تعالٰی سے ازل میں کلام صادق ہی صادر ہوا، اور وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اپنی ذات کے لئے صفت حادثہ پیدا کرے تو ابتدائی امر میں امکان باقی رہا جیسا کہ تھا۔(ت)

دلیل ہفتم وھو اخصر واظھر اقول وباللہ التوفیق (جو نہایت مختصر اور بہت ہی اظہر ہے، میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت) امکان کذب اس کی حقیقت خود وہ ادعا ضرورت کو مستلزم کہ اگر کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التغیر کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلا مدلول^عہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صدق المخبر، ثم ان صدق الصفة دائم والصادق صادق دائمًا فلا یدخله الکذب اصلًا الا اجتمعا، والکاذب کاذب دائمًا فلا یدخله الصدق اھ ملخصًا ۱۲ منه مد ظله تعالٰی.

رہا صدق خبر تو وہ دائمی ہے کیونکہ صفت کا صدق دائمی ہوتا ہے لہٰذا صادق ہمیشہ صادق ہی ہوگا اور اس میں کبھی بھی کذب داخل نہیں ہوسکتا ورنہ دونوں کا اجتماع ہوجائے گا اور کاذب ہمیشہ کاذب ہی رہے گا اس میں صدق داخل نہیں ہوسکتا اھ ملخص ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

عہ المدلول هو المعنی فلا تنقض بالمعدوم ۱۲ منه

عہ مدلول وہ معنی ہی ہے لہٰذا معدوم کے ساتھ کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۱۲ منہ (ت)

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۲

یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے اور یہ دونوں بالبداہۃ محال، اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں بھی ممکن نہیں ورنہ باری عزوجل کا عجز عن التعبیر لازم آئے تو لاجرم امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے اور وہاں فعل و دوام و وجوب متلازم و بوجہ آخر اوضح و ازہر۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) تمہارے دعوٰی کا حاصل یہ کہ بعض ماھو کلام اللہ تعالٰی فھو ممکن الکذب ضرورۃً (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور ممکن الکذب ہے۔ ت) اور شک نہیں کہ کل ماھو ممکن الکذب کاذب بالضرورۃ (اور جو ممکن الکذب ہو وہ ضرور کاذب ہوتا ہے۔ ت) کہ کلام واحد میں امکان کذب بے فعلیت کذب متصور نہیں اور فعلیت کذب امتناع صدق اور امتناع صدق ضرورت کذب ہے، نتیجہ نکلا بعض ماھو کلام اللہ تعالٰی کاذب بالضرورۃ (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور کاذب ہے۔ ت) اب اس میں وصف عنوانی کا صدق ذات پر بالفعل ہو کما ھو المشہور (جیسا کہ یہ مشہور ہے۔ ت) خواہ بالامکان کما ھو عند الفارابی (جیسا کہ فارابی کے ہاں ہے۔ ت) ہر طرح باری عزوجل کا معاذ اللہ کاذب بالفعل ہونا لازم۔ برتقدیر اول تو لزوم بدیہی، اور برتقدیر ثانی اس قضیہ یعنی بعض ماھو کلام اللہ بالامکان العام کاذب بالضرورۃ (جو اللہ تعالٰی کا کلام بامکان عام ہے وہ ضرور کاذب ہے۔ ت) کو کبرٰی کیجئے اور قضیہ کل ماھو کلام اللہ بالامکان العام فھو کلام اللہ بالفعل (ہر کلام جو کلام اللہ بامکان العام ہے وہ بالفعل کلام اللہ ہے۔ ت) کو صغرٰی، ثبوت صغرٰی یہ کہ باری تعالٰی کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں، شکل ثالث کی ضرب خامس پھر وہی نتیجہ دے گی کہ بعض ماھو کلام اللہ بالفعل کاذب بالضرورۃ (بعض کلام اللہ بالفعل ضرور کاذب ہے۔ ت) والعیاذ باللہ تعالٰی، بلکہ حقیقۃً یہ وجہ دلیل مستقل ہونے کے قابل ہے کما لایخفی علی المتامل

عہ حاصل الوجہ الاول ان علی قول الامکان لابد من فعلیۃ فی الکلام النفسی والا لامتنع فی اللفظی لانہ لایکون الا تعبیرا عن نفسی ولا امکان ھھنا لنفسی اٰخر غیر ھذا الموجود المفروض ان لاکذب فیہ

عہ پہلی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ قول امکان پر کلام نفسی میں فعلیت ضروری ہے ورنہ کلام لفظی میں امتناع ہوگا، جب لفظی میں امتناع ہوگا تو نفسی میں امتناع ضرور ہوگا کیونکہ لفظی صرف نفسی کی تعبیر ہے جبکہ اس موجود نفسی جس میں کذب نہ ہونا مفروض ہے کے علاوہ کسی اور نفسی کا امکان نہیں اور صادق کا آ

(باقی اگلے صفحہ پر)

واللہ الموفق لابطال الباطل (جیسا کہ کسی صاحبِ فکر پر مخفی نہیں اور اللہ تعالٰی ہی ابطالِ باطل کی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

دلیل ہشتم: اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) صدق اسی صفتِ قائمہ بذاتِ کریم ہے ورنہ مخلوق ہوگا کہ ذات وصفات کے سوا سب مخلوق اور ہر مخلوق عدم سے مسبوق تو لازم کہ غیر متناہی دور ازل میں اللہ تعالٰی سچا نہ ہو، تعالٰی عن ذٰلک علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت) اور جب صدق صفت قائمہ بالذات ہے اور صفات مقتضائے ذات اور مقتضائے ذات میں تغیر محال کہ تغیرِ مقتضی تغیرِ مقتضی کو مقتضی اور تغیرِ ذات عموماً محال خصوصاً جناب عزت میں جہاں تغیرِ صفت بھی مستحیل، تو لاجرم کذب منافی ذات ہوا اور منافی ذات کا وقوع نافی ذات اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ متصور۔

دلیل نہم: اقول وباللہ التوفیق ہم زیر دلیل چہارم و ہشتم بدلائل ثابت کر آئے کہ صدق صفت قائمہ بالذات ہے تو کذب بھی اگر ممکن ہو صفت ہی ہو کر ممکن ہوگا، فانہما ضدان والضد ما یکون

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والتعبیر عن الصادق بالکاذب محال و اذا امتنع فی اللفظی امتنع فی النفسی و الا لزم العجز عن التعبیر فلو لم یوجد فی النفسی بالفعل لامتنع وجودہ لکنہ ممکن عندک فیجب ان یوجد فیہ وھو فیجب وحاصل الثانی ان لو امکن فی کلامہ لوجب ذٰلک الکلام لعدم الانتظار فیکون بعض ما ھو کلامہ بالفعل ممکن الکذب ولا یمکن کذب کلام الا اذا کان کاذبا و الکاذب کاذب بالضرورۃ فبعض کلامہ بالفعل کاذب بالضرورۃ وظاھر ان بین الوجھین بونا بینا فھما دلیلان مستقلان حقیقۃ والحمد للہ وحدہ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

کے ساتھ تعبیر محال ہے اور جب لفظی میں امتناع ہے تو نفسی میں بھی ہوگا ورنہ تعبیر سے عجز لازم آئے گا، اور اگر وہ نفسی میں عملاً موجود نہیں تو وہ اصلاً موجود نہ ہوگا لیکن وہ تمہارے نزدیک ممکن ہے تو اس کا موجود ہونا ضروری ہوگا پس وہ دائمی اور واجب ہوگا اور ثانی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ کلام میں ممکن ہوا تو عدم انتظار کی وجہ سے وہ کلام موجود ہوگا تو بعض کلام عملاً ممکن الکذب ہوگا اور کذب کلام اس وقت ممکن ہوگا جب کاذب ہو اور کاذب بالضرورۃ کاذب ہی ہوگا تو بعض کلام عملاً بالضرورۃ کاذب ہوگا تو دو دلیلوں کے درمیان واضح فرق ہے لہٰذا یہ دونوں حقیقۃً مستقل دلیلیں ہیں، تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے اور توفیق اسی سے ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

بحسب الورود علی محل واحد (یہ دونوں ضدیں ہیں اور تضاد جو ایک محل پر ورود کی صورت میں ہوتا ہے۔ ت)

اب مخالف متعسف دفور استحالات دیکھئے:

اوّلاً لازم کہ کذب الٰہی موجود بالفعل ہو کہ صفات باری میں کوئی صفت منتظرہ غیر واقعہ ماننا باطل ورنہ تاثّر[1] بالغیر یا تخلف[2] مقتضی یا تاخر[3] اقتضا یا حدوث[4] مقتضی لازم آئے۔ تعالی اللّٰہ عنہ علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ ت)

ثانیاً واجب کہ کذب واجب ہو کہ صفات الٰہیہ سب واجب للذات ہیں

ثالثاً صدق الٰہی محال ٹھہرے کہ وجوب کذب امتناع صدق ہے۔

رابعاً کذب صفت کمال ہو کہ صفات باری سب صفات کمال۔

عہ۱ ان کان الاتصاف لامر اثبات اقول ولو بتعلق الارادۃ فان التعلق حادث والحادث غیرہ فہم فانہ علم فی نصف سطر ۱۲ منہ۔

عہ۲ ان اقتضی الذات ازلا ولم یتحقق ۱۲ منہ مد ظلہ وزید فیضہ القوی

عہ۳ ان اقتضی فیما لایزال لا فی الازل ۱۲ منہ

عہ۴ ان فرض الکل والتزم تصاحب المقتضی والمقتضی ۱۲ منہ۔

عہ فرق بین بناء الکلام علی قدم الصفۃ وان ما ثبت قدمہ استحال عدمہ وھی مقدمۃ عویصۃ الاثبات وبین بنائہ علی وجوبھا وامتناع ضدھا للذات وھو من اجلی الواضحات والحمد للہ رب البریات ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

عہ۱ اگر اتصاف ذات کے اعتبار سے نہ ہو، قول اگرچہ تعلق ارادہ کے اعتبار سے ہو کیونکہ تعلق حادث ہے اور حادث غیر ہے، اسے اچھی طرح جان لو کیونکہ اس نصف سطر میں سارا علم ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ اگر ذات ازل تقاضا کرے اور وہ متحقق نہ ہو ۱۲ منہ مدظلہ وزید فیضہ القوی (ت)

عہ۳ اگر وہ تقاضا کرے مگر ازل میں نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

عہ۴ اگر سب فرض کرے اور مقتضی اور مقتضی کے ساتھ رہنے کا التزام کرے ۱۲ منہ (ت)

عہ کلام کی بنا صفت کے قدیم ہونے پر اور واجب ہونے پر اس میں فرق ہے، اول کا مقدمہ کہ جس کا قدم ثابت ہو اس کا عدم محال ہے اس کا اثبات پیچیدہ ہے۔ دوسرے کا مقدمہ کہ جو واجب ہو اس کی ضد ذات کے لئے ممتنع ہوتی ہے، یہ بہت واضح ہے۔ تمام تعریفیں کائنات کے رب کے لئے ہیں ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

خامساً صدق صفت نقصان ہو کہ وہ عدم کذب کو مستلزم، اور اب عدم کذب عدم کمال، اور عدم کمال عین نقصان۔

سادساً، سابعاً، ثامناً صدق کلی [عـــہ] و کذب جزئی [عـــہ] جب دونوں صفت [عـــہ] اور دونوں ممکن [عـــہ] تو دونوں واجب [عـــہ] تو دونوں محال [عـــہ] تو اجتماع نقیضین [عـــہ] و ارتفاع نقیضین و اجتماع اجتماع و ارتفاع سب حاصل۔ تاسعاً تا حادی عشر بعینہ اسی طریقہ سے دونوں کمال تو دونوں نقصان، تو دونوں مجمع کمال و نقصان۔ ثانی عشر، ثالث عشر، رابع عشر، جب دونوں صفت تو دونوں مقتضی، تو دونوں منافی، تو دونوں جامع اقتضا و تنافی۔ خامس عشر جب دونوں مقتضی تو وجود ذات مستلزم اجتماع نقیضین، اور جس کا وجود مستلزم محال ہو تو خود محال، تو بر تقدیر امکان کذب وجود باری معاذ اللہ محال ٹھہرتا ہے۔ مدعی معاند دیکھے کہ اس کی سُبکانی آگ سے بھڑک کر کہاں تک پہنچی، یہ سر دست پندرہ استحالے ہیں اور ہر استحالہ بجائے خود ایک دلیل مستقل، تو اب تک آٹھ اور پندرہ تیئس دلیلیں ہوئیں۔

دلیل بست و چہارم اقول وباللہ التوفیق۔ بالفرض اگر کذب کو عیب و منقصت نہ مانئے تو اتنا تو بالضرورۃ ضرور کہ کوئی کمال نہیں ورنہ مولیٰ تعالیٰ کے لئے واجب الثبوت ہوتا، اور عقل سلیم شاہد کہ باری عزوجل کے لئے ایسی شی کا ثبوت بھی جو کمال سے خالی ہو، اگرچہ نقص نہ ہو، محال ہے۔ علامہ سعد الدین

عـــہ یعنی ہر خبر میں صادق ہوتا کہ بالفعل موجود ۱۲ منہ۔

عـــہ یعنی بعض اخبار میں صادق نہ ہوتا کہ اس کی نقیض ممکن ماننا ہے ۱۲ منہ

عـــہ لان الاول [illegible] والثانی کما مر آنفا ۱۲ منہ

کیونکہ اول جیسا کہ چوتھی، آٹھویں اور دوسری میں ابھی گزرا ۱۲ منہ (ت)۔

عـــہ ای بالامکان العام الاول موجود والثانی بالفرض ۱۲ منہ

یعنی امکان عام کے ساتھ پہلا وجود کی وجہ سے اور دوسرا بالفرض ۱۲ منہ (ت)۔

عـــہ لان کل صفۃ تجب للذات ۱۲ منہ۔

کیونکہ ہر صفت ذات کے لئے لازم ہے ۱۲ منہ (ت)۔

عـــہ لان وجوب کل یستلزم استحالۃ الآخر کما مر ۱۲ منہ۔

کیونکہ ہر ایک کا وجوب دوسرے کے محال ہونے کو مستلزم ہے جیسا کہ پہلے گزرا ۱۲ منہ (ت)

عـــہ لان الصدق الکلی یستلزم عدم الکذب والکذب الجزئی عدم الصدق الکلی ۱۲ منہ

کیونکہ صدق کلی عدم کذب کو اور کذب جزئی عدم صدق کلی کو مستلزم ہے ۱۲ منہ (ت)۔

تفتازانی مبحث رابع فصل تنزیہات شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

ان لم یکن من صفات الکمال امتنع اتصاف الواجب بہ للاتفاق علی ان کل ما یتصف ھو بہ یلزم ان یکون صفة کمال[1]

اگر وہ صفات کمالیہ میں سے نہیں تو اس کے ساتھ واجب کا اتصاف ممتنع ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ واجب جس کے ساتھ متصف ہوگا اس کا صفت کمال ہونا ضروری ہے (ت)

علامہ ابن ابی شریف مسایرہ میں فرماتے ہیں:

یستحیل علیہ تعالٰی کل صفة لاکمال فیہا ولا نقص لان کلا من صفات الالٰہ صفة کمال[2]

اللہ تعالٰی کے لئے ہر وہ صفت محال ہے جس میں نہ کمال ہو اور نہ نقص ہو کیونکہ اللہ تعالٰی کی ہر صفت، صفت کمال ہے۔ (ت)

دلیل بست وپنجم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) بداہت عقل شاہد عدل کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا کذب مطلق پر بھی قدرت رکھے گا کہ بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی نہیں، اور قرآن کلام اللہ قطعاً حق جس کے بعض قضایا مثل قولہ تعالٰی لا الٰہ الا اللہ وقولہ تعالٰی محمد رسول اللہ وغیرہا کے صدق پر عقل صرف بے توقف شرع وتوقیف سمع خود حکم کرتی ہے تو واجب کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہ ہو، ورنہ کذب مطلق مقدور نہ رہے گا کہ کلام ہرگز کاذب نہیں ہوسکتا اور جو کچھ ذات نہ مقتضائے ذات وہ قطعاً حادث ومخلوق تو کذب الٰہی کا ممکن ماننا قرآن عظیم کلام اللہ کے حادث ومخلوق ماننے کو مستلزم، اب بعد تنبیہ بھی اصرار کرو تو اپنے معتزلی گمراہ ہونے سے کیوں انکار کرو۔

دلیل بست وششم اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) جب بر تقدیر امکان کذب بوجہ بطلان ترجیح بلامرجح ونیز بحکم بداہت ہر کذب وبا ہر فرد کذب قدرت الٰہی میں ہو تو ہر فرد صدق مقدور ہوگا ورنہ صدق فی البعض واجب یا محال ہوگا، تو کذب فی البعض محال یا واجب حالانکہ ہر فرد کذب مقدور مانا تھا، ہذا خلف، پس صدق وکذب کا ہر ہر فرد مقدور ہوا اور ہر مقدور حادث تو کلام الٰہی سے مطابقت ولامطابقت دونوں مرتفع اور یہ بداہۃً محال۔

دلیل بست وہفتم اقول وباللہ التوفیق کتب حدیث وسیر مطالعہ کیجئے بہت خوش نصیب ذی عقل

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع فی امتناع اتصافہ بالحوادث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۷۱

[2] المسامرۃ شرح المسایرۃ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدۃ اہل السنۃ اجمالاً المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹۲

حبیب صرف جمال جہاں آرائے حضور پرنور سید عالم سرور اکرم مولائے اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لائے کہ لیس ھذا وجہ الکذابین یہ منہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں، اے شخص! یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا جس پر خوبی وبہار دو عالم نثار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور پاکی وقدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے، واللہ! اگر آج حجاب اٹھاؤں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی مخالف اسے دلیل خطابی کے معنی میں استعجب ایقانی لقب دیتا اور مسلمانوں کی ہدایت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لئے ودیعت رکھتا ہوں

یوم ینفع الصدقین صدقھم ۱؎ یوم لا ینفع مال ولا بنون ۲؎ الا من اتی اللہ بقلب سلیم ۳؎

وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔ (ت)

بااینہمہ اگر مجال باز نہ آئے تو دلیل ہفتم میں وجہ دوم کو بجائے خود دلیل مستقل تھی، اس کے عوض معدود کیجئے بہرحال تیس کا عدد کامل ملیے۔

دلیل بست وہشتم: قال عزوجل: ومن اصدق من اللہ قیلا ۴؎ اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔ اقول وباللہ التوفیق آیہ کریمہ جس طرح کذب الٰہی محال عقلی ہے، وجہ دلالت سنئے خادم تفسیر وحدیث واقف کلمات فقہا پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفضیل مطلق ونفی برابر وہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ ومن احسن من اللہ صبغۃ ۵؎ یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے۔ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ ۶؎ ای ھو احسن قولا من کل من عداہ (اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے، یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں خوبصورت ہے۔ ت) علامۃ الوجود سیدی ابوالسعود علیہ الرحمۃ الودود تفسیر ارشاد میں زیر قول تعالٰی عزوجل ومن اظلم ممن افتری

۱؎ القرآن الکریم ۵/ ۱۱۹

۲؎ " " ۲۶/ ۸۸

۳؎ " " ۲۶/ ۸۹

۴؎ " " ۴/ ۱۲۲

۵؎ " " ۲/ ۱۳۸

۶؎ " " ۴۱/ ۳۳

علی الله کذبا[1] (الله تعالٰی پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے کون بڑا ظالم ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

ھو انکار واستبعاد لان یکون احد اظلم ممن فعل ذلك او مساویا له وان کان سبك الترکیب غیر متعرض لانکار المساواۃ ونفیھا یشھد به العرف الفاشی والاستعمال المطرد فانه اذا قیل من اکرم من فلان او لا افضل من فلان فالمراد به حتما انه اکرم من کل کریم وافضل من کل فاضل، الا یری الی قوله عزوجل لاجرم انھم فی الاٰخرۃ ھم الاخسرون بعد قوله تعالٰی ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا الاٰیة والسر فی ذلك ان النسبة بین الشیئین انما تتصور غالبا لاسیما فی باب المغالبة بالتفاوت زیادۃ ونقصانا فاذا لم یکن احدھما ازید یتحقق النقصان لا محالة۔[2]

یہ انکار واستبعاد ہے کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے مساوی کوئی ظالم نہیں ہوسکتا اگرچہ بظاہر ترکیب کلام نفیِ مساوات پر مرتب نہیں لیکن اس پر مشہور عرف اور مسلسل استعمال شاہد ہے مثلاً جب یہ کہا جاتا ہے فلاں فلاں سے زیادہ بزرگ ہے یا فلاں سے کوئی افضل نہیں، تو اس سے یقیناً مراد یہ ہے کہ ہر کریم سے اکرم اور ہر فاضل سے افضل ہے، کیا رائے ہے اللہ تعالٰی کے اس فرمان مبارک میں "وہ یقیناً آخرت میں خسارے میں ہیں" جس کے بعد فرمایا ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا، اور اس میں راز یہ ہے کہ نسبت غالباً دو چیزوں کے درمیان خصوصاً غلبہ میں تفاوت کے باب میں زیادتی اور نقصان میں متصور ہوتی ہے جب ان میں سے کوئی ایک زیادہ نہ ہو تو بہرحال نقصان کا ہی تحقق ہوگا۔ (ت)

تو حاصل معنی آیت یہ ہیں کہ مولٰی عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا اور یہ ظاہر کہ صدق کلام فی نفسہ اصلاً قابل تشکیک نہیں کہ باعتبار ذوات قضایا خود بخلاف قدم وحدوث کلام یا بقا وفنائے سخن یا کمال ونقصان متکلم تو کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں، سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں، اگر ذرا بھی فرق ہو تو سرے سے

عــه الصدق تارۃ ینسب الی القول واخری الی القائل والکلام ھٰھنا فی المعنی الاول فلا یذھبن عنك ذلك ۱۲ منه۔

صدق کبھی قول کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی قائل کی طرف، واضح رہے یہاں گفتگو معنی اول میں ہے یہ بات ذہن نشین رہے ۱۲ منہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/۲۱

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیۃ ۶/۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱

سچا ہی نہ رہا، اصدق وصادق کہاں سے صادق آئے گا، یہ معنی اگرچہ فی نفسہ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اغبیاء پر بھی انکشاف تام پائیں گے جنھیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی تنبیہ ہوتی ہے، قرآن عظیم نے فرمایا محمد رسول اللہ کہ ہم بھی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیا وہ جملہ محمد رسول اللہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول اللہ کہا کم مطابق ہے، حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا، یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر کیجئے، قرآن عزیز نے فرمایا: وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا[1] (اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ ت) ہم کہتے ہیں لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی مالک، حق واضح ہے۔ ت) کیا وہ ارشاد کہ بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں ہے زیادہ سچا ہے، اور اس قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں معاذ اللہ کچھ کمی ہے، تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقۃ للواقع غیر معقول ہے، ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی مقصود ومعتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں:

ایک یہ کہ وثوق وقبول میں زائد ہے مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول اگر وہی بعینہٖ رسول سے ثابت ہو تو سامع کے قلب میں وثوق اور قبول کی وہ شان اور دلوں میں سکون وطمانیت کی وہ بات پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر عشیر نہ تھا اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے،

دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اسی درجہ وثوق ومقبولیت پوری ہوگی جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک ومنزہ ہے، کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوف خدا دل میں لائیں، اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہۃ بوجہ عادت الٰہیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کا مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظر نفس ذات خبر ومخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا تجمع علی الکذب قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں۔ تلویح میں ہے:

المتواتر یوجب علم الیقین بمعنی ان العقل

متواتر سے علم یقینی حاصل ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقل یہ حکم

---

[1] القرآن الکریم ۴۶/۱۵

يحكم حكما قطعيا بانهم لم يتواطؤا على الكذب وان ما نقلوه عليه حق ثابت في نفس الامر غير محتمل للنقيض لا بمعنى سلب الامكان العقلي عن تواطئهم على الكذب[1] ملخصا۔

لگاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا اتفاق کذب پر یقیناً نہیں ہو سکتا جس پر ان کا اتفاق ہو ہے وہ حق اور نفس الامر میں ثابت ہے اس میں نقیض کا احتمال نہیں ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کے امکان عقلی کا سلب ہوگیا ہے۔ (ت)

مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا کما حققه فی المواقف وشرحه وشرح المقاصد وشرح العقائد وغیرها (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح میں ہے اور اسی کی طرف شرح مقاصد اور شرح عقائد وغیرہ میں اشارہ ہے۔ ت) اسے پیش نظر رکھ کر کلام باری عزوجل کی طرف چلئے، امکان کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم وفرق امور عادیہ وادلۂ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اسی قدر کہ کلام ربانی وخبر اہل تواتر کا ننے کی تول ہم پلہ ہوں کہ جیسا کہ احتمال کذب یعنی نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظر امکان ذاتی جو احتمال عقلی خبر تواتر میں ناشی وہ بعینہٖ کلام الٰہی میں بھی باقی، پھر کلام الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس صدق میں ہمسری نہ کرسکنا کہ [illegible] کیا ہے عقیدۂ مجیدہ اہلسنت وقایۃ اللّٰہ بہم دامت (ان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت دائمی ہو۔ ت) یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلام مولیٰ جل وعلا میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کہ احتمال امکانی رکھتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلام پاک سے خاص محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہو جائے عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت بھی لیجئے تام امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن ودرخشندہ صادق آیا کہ ومن اصدق من اللہ قیلا[2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) اور معاذ اللہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر ومن اصدق من اللہ حدیثا[3] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) یہ دیکھو یہ منشا تھا علماء کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہو سکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن والحمد للہ رب العلمین۔

---

[1] التلويح والتوضيح لمتن التنقيح الركن الثاني في السنة مصطفى البابي مصر ٣/٢

[2] القرآن الكريم ١٢٢/٤

[3] " " ٨٧/٤

دلیل بست ونہم قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی، قل ای شیئ اکبر شہادۃ ط قل اللہ (اے نبی! تو کافروں سے پوچھ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے، تو تو خود ہی فرما کہ اللہ)[1]

اقول اللہ کے لئے حمد، حسنت کہ یہ آیہ کریمہ آیہ سابقہ سے بھی اجلی واظہر، اور افادہ مراد میں اجلی وازہر، وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیت غیر تھا اور اثبات اصدقیت کلام اللہ بدلالۃ العرف یہاں صراحۃً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر واعظم واعلٰی ہے، اب اگر معاذ اللہ امکان کذب کو دخل دیجئے تو ہرگز شہادت الٰہی کو شہادت اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے بھی ملے، اور جو احتمال اس میں باقی اس میں بھی ہے، تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب حضرت کے امکان کذب سے براءت پر ایمان لائے، باقی تقریر دلیل مثل دلیل سابق ہے،

فافہم واعلم واللہ اعلم۔

دلیل سیم قال ربنا عز من قائل،

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہ وھو السمیع العلیم[2]	اور پوری ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا

علماء فرماتے ہیں یعنی باری عزوجل کا کلام انتہا درجہ صدق وعدل پر ہے، جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔

بیضاوی میں ہے،

بلغت الغایۃ اخبارہ واحکامہ ومواعیدہ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ والاحکام[3]	اللہ تعالٰی کی اخبار، احکام، اور مواعید انتہائی کامل ہیں، اخبار ومواعید صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام عدل کے اعتبار سے۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے،

المعنی انہ بلغت الغایۃ القاصیۃ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ	مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے کلمات اخبار ومواعید میں صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام میں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۹

[2] " " ۶/ ۱۱۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) مع القرآن الکریم تحت ۶/ ۱۱۵ النصف الاول مصطفی البابی مصر ص ۱۶۳

ولا حکم لا حد یبدل شیئا منه، ذلک بما هو اصدق واعدل ولا بما هو مثله[1]

عدل کے اعتبار سے انتہائی درجہ پر ہیں اس سے بڑھ کر کوئی اصدق و اعدل نہیں جو ان میں سے کسی حکم کو بدل ڈالے بلکہ ان کے مثل بھی کوئی نہیں (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) صدق قائل کے درجات ہیں:

درجہ ۱: روایات وشہادات میں قطعاً کذب سے محترز ہو اور محاورات میں بھی زنہار ایسا جھوٹ روا نہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگرچہ اسی قدر کہ غلط بات کا باور کرانا، مگر مزاحاً یا عبثاً ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے نہ سننے والا یقین لائے مثلاً آج زید نے سو من کھانا کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے، ایسا شخص[عه] کاذب نہ گنا جائے گا یا آثم ومردود الروایۃ نہ ہوگا تاہم بات خلاف واقع ہے اور محض فضول وغیر نافع، اگرچہ نفس کلام میں حکایت واقع مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع، ولہذا حدیث میں ارشاد فرمایا:

قال بعض اصحابه انک تداعبنا یا رسول اللہ

آپ کے بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ

عـــه قال الامام حجۃ الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی منکرات الضیافۃ من کتاب الامر بالمعروف من احیاء العلوم کل کذب لا یخفی انه کذب ولا یقصد به التلبیس فلیس من جملۃ المنکرات کقول الانسان مثلاً طلبتک الیوم مائۃ مرۃ، واعدت علیک الکلام الف مرۃ، وما یجری مجراہ مما یعلم انه لیس یقصد به التحقیق فذلک لا یقدح فی العدالۃ ولا ترد الشهادۃ به[2] ۱۲ منہ

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم کی کتاب الامر بالمعروف میں منکرات ضیافت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہر وہ کذب جس کا کذب ہونا مخفی نہ ہو اور اس سے کوئی فریب ودھوکا مقصود نہ ہو تو وہ منکرات میں سے نہیں ہوگا مثلاً انسان کہتا ہے میں نے آج تجھے سو دفعہ تلاش کیا، میں نے آج تجھے ہزار دفعہ کہا ہے یا اس کے قائم مقام الفاظ جن کا معلوم ہو کہ مقصود تحقیق نہیں تو یہ چیز عدالت پر قادح نہ ہوگی اور نہ ہی اس سے ایسے شخص کی شہادت مردود ہوگی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت ۶/ ۱۱۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۶۷

[2] احیاء العلوم کتاب الامر بالمعروف الباب الثالث مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۲/ ۳۴۱

فقال انی لا اقول الا حقا[1] اخرجه احمد والترمذی باسناد حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں صرف حق ہی کہتا ہوں۔ امام احمد اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا (ت)

درجہ ۲: ان لغو وعبث بیہودوں سے بھی بچے مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو جس طرح قصائد کی تشبیبیں جیسے

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

(سعاد کی جدائی پر آج میرا دل مضطرب ہے۔ ت)

سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدا ہوئی نہ یہ اس کے فراق میں مجروح، محض خیالات شاعرانہ ہیں، اگرچہ فضول بحت کو تشحیذ خاطر وتشویق سامع وترقیق قلب وتزیین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں تاہم ازانجا کہ حکایت بے اصل عبث ہے، ارشاد فرمایا گیا: وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ[2] ہم نے اسے شعر سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

درجہ ۳: ان سے بھی تحرز کرے مگر وعظ وامثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ ودمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں، اگرچہ کلام قائل بظاہر حکایت واقع ہے مگر تفتیش سامع نہیں کہ سب جانتے ہیں وعظ ونصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود، ولہٰذا قرآن عظیم کو اساطیر الاولین[3] (پہلوں کے قصے۔ ت) کہنا کفر ہوا جیسے آج کل کے بعض کفار بنام مدعیان اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام دعوٰی کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم وحوا کے قصے شیطان وملک کے افسانے سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں،

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی المزاح امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۲۰
مسند امام احمد از مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/۳۴۰

[2] القرآن الکریم ۳۶/۶۹

[3] " " ۶/۲۵

تعالٰی للہ علی بقول الظلمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی کی ذات گرامی اس سے کہیں بلند ہے۔ ت)

درجہ ۴: ہر قسم حکایت بے ٹھکی عمد کے تعمد سے اجتناب کلی کرے اگرچہ بلاقصد سہو و خطا حکایت خلاف واقع کا وقوع ہوتا ہو یہ درجہ خاص اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ ۵: اللہ عزوجل سہواً و خطاً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی باقی ہو یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے کہ:

ان اللّٰہ تعالٰی یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابوبکر الصدیق فی الارض[1]۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والحارث فی مسندہ و ابن شاہین فی السنۃ عن معاذ بن جبل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اللہ تعالٰی آسمان کے اوپر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ زمین پر غلطی کریں۔ اسے طبرانی نے معجم الکبیر میں شیخ حارث نے مسند میں اور ابن شاہین نے السنۃ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

درجہ ۶: معصوم من اللہ ومؤید بالمعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو یہ رتبہ حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین کا ہے۔

درجہ ۷: کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی عظمت جلیلہ و جلالت عظیمہ بالذات کذب و غلط کی نافی و منافی ہو اور اس کی ساحت عزت کے گرد اس گرد وش کا گزر محال عقلی، یہ نہایت درجات صدق ہے جس سے مافوق متصور نہیں، اب آیہ کریمہ ارشاد فرمارہی ہے کہ تیرے رب کا صدق و عدل اعلٰی درجہ منتہٰی پر ہے تو واجب کہ جس طرح اس سے صدور ظلم و خلاف عدل بالاجماع اہلسنت محال عقلی ہے یونہی صدور کذب و خلاف صدق بھی عقلاً ممتنع ہو، ورنہ صدق الٰہی غایت و نہایت تک نہ پہنچا ہوگا کہ اس کے مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہوگا یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف، فثبت المقصود والحمد للہ العلی الودود (مقصود ثابت ہوگیا اور حمد اللہ بلند اور محبت فرمانے والے کے لئے ہے۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث عن معاذ بن جبل حدیث ۳۲۶۴۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۵۸
المعجم الکبیر " " " " ۱۲۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۹۸

تنبیہ: اقول فرق یہ ہے دلیل سمعی کے مناط استحالہ ومظہر استحالہ ہونے میں اول کے یہ معنی کہ استحالہ صدق آیت پر موقوف ہے یعنی ورود دلیل سے محال کیا، اگر سمع میں نہ آتا محال عقلی نہ تھا یہ استحالہ شرعی ہوگا اور ثانی کا یہ حاصل کہ صدق آیت اس استحالہ پر موقوف یعنی اگر محال عقلی نہ مانئے تو مفاد آیت صادق نہیں آتا یہ استحالہ عقلی ہوگا۔ فقیر نے ان تینوں دلیل آخر میں یہی طریقہ برتا ہے، غایت یہ کہ کلام مقدمات مسلمہ پر مبنی ہوگا اس قدر دلیل کو عقلیت سے خارج نہیں کرتا کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) خلاصہ یہ کہ آیات ان اثبات میں مخرج ثبوت، والحمد للہ مالک الملکوت (تمام تعریف ملکوت کے مالک کی ہے۔ ت) یہ بحمد اللہ تینتیس دلیلیں ہیں کہ عجالۃً حاضر کی گئیں، اور اگر مورد استقصا کی وسعت ہوتی تو ہماری عرض حال سے امید زیادت تھی پھر بھی حق

در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

(اگر خانہ میں کوئی ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔ ت)

واللہ یہدی الی الحق المبین والحمد للہ رب العالمین۔	اللہ تعالیٰ ہی واضح حق کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں (ت)

تنزیہ سوم عہ: رد ہذیانات امام وہابیہ میں

یا معشر المسلمین! ان ہمارے عنایت فرما مخالفین ہداہم اللہ تعالیٰ الی الحق المبین (اللہ تعالیٰ حق مبین کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔ ت) کا معاملہ سخت نازک کہ جملہ براہ سادگی ایک شخص کو امام بنایا

عہ **تنبیہ ضروری:** قطع نظر اس سے کہ ان کے امام کاندان کے نزدیک امام ہے، بنظر نفس واقعہ براہین بھی جس کے باعث یہ استفتا میرٹھ سے آیا اور حضرت مولانا دام ظلہ العالی نے یہ جواب ہادی صواب رقم فرمایا اس تنزیہ کا ملک نہایت ضروری تھا کہ اس براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل (جس کی مطلوب تک رسائی نہیں۔ ت) کا یہ قول اسی امام الوہابیہ کی حمایت میں ہے، انوار ساطعہ نے اسی شخص کی طرف اشارہ کیا تھا کہ "کوئی جناب باری عزاسمہ کو امکان کذب کا دھبا لگاتا ہے"[2] اور براہین قاطعہ نے اسی کے رد وحمایت وحمیت جاہلیت میں لکھا "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا الی آخر الجہالات الفاحشۃ"[1] تو اولاً بپاس امامت، ثانیاً بالشرم حمایت ہر طرح ملا گنگوہی صاحب پر (بشرطیکہ یہ رسالہ قدسیہ دیکھ کر ہدایت نہ پائیں اور بعلت (باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدمار میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساڈھور ص ۲

[2] الانوار الساطعۃ مع البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدمار میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساڈھور ص ۳

اور سیشن خواہش آسمان بریں پر اٹھا کر رکھ دیا، اب اس کے خلاف کسی کی بات قبول ہونی تو بڑی بات، کان تک آئی اور طبیعت نے آگ لی، آہٹ ہوئی اور غصہ نے باگ لی، سننے سے پہلے ہی ٹھہرا لیا کہ ہرگز نہ سنیں گے، بگڑنے کی قسم بنائے نہ بنیں گے، ان ہٹوں کا پاس ہدایت سے یاس دلا رہا ہے، مگر پھر بھی اظہار حق کے بغیر چارہ کیا ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو می گویم   تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

(بات کا پہنچانا ضروری ہے میں نے وہ کر دیا اب تو میری بات سے نصیحت حاصل کرے یا غصہ کرے۔ت)

کاش خدا اتنی توفیق دے کہ اک ذرا دیر کے لئے تعصب و نفسانیت کو یہاں رخصت دے قائل امام طریق ہے، معترض خصم فریق، ان حیثیتوں کے لحاظ سے نظر پاک کیجئے، پھر گوش ہوش کو اجازت شنیدن ہو، پھر میزان خرد کو حکم سنجیدن، اب اگر قول خصم قابل قبول ہو تو اتباع حق سے کیوں ناحق عدول ہو، ورنہ پھر وہی تم وہی تمہارے امام جو بادہ آج بکام ہے کل بھی وہی جام، اس چند ساعت میں نہ کچھ بنے بگڑے نہ رنگ امامت جاہ ہوا اکھڑے، ہاں اسے وہ سوراخ جو سر کے دونوں جانب گوہر سماعت کے کان بنے ہو، جن پر ہوا کی موجیں غلطاں تھی سے، دور دور پر کہیں کہیں بھی چھوا آکر دہن وہ حال برساتی اور ان قدرتی سیپوں میں ان ننھی ننھی بوندیوں سے سننے کے موتی بناتی ہیں، کیا کوئی تم میں القی السمع وھو شھید[1] (کان لگائے اور متوجہ ہو۔ت) کے قابل نہیں، ہاں اسے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑے جو سینوں کے بائیں پہلوؤں میں ملک بدن کے تخت نشین ہیں جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سنانے اور خرد کے وزیر فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم و نسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں، کیا تم میں کوئی یستمعون القول فیتبعون احسنہ[2] (کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تجدیت تجدت و ہمت مکابرہ پر آئیں) اس تحریر کا جواب دینا بھی (اگر فتح صورت سے پہلے دے سکیں) نہایت ضروری و لازم ہے یہ تو کوئی مقتضائے غیرت نہیں کہ گھر بیٹھے حمایت امام کا بیڑا اٹھایئے اور جب شیر شرزہ کا نعرہ جانگداز سنئے امام کو چھوڑ کر حمایت سے منہ موڑیئے اور انی بری منک انی اخاف[3] (میں تجھ سے بری ہوں مجھے ڈر ہے۔ت) کی ٹھہرایئے، والسلام ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ٥٠/٣٧

[2] القرآن الکریم ٣٩/١٨

[3] ،، ،، ٥٩/١٦

کا قائل نہیں؟ جان برادر! بالیقین جان تعصب باطل و اصرار عاطل کا وبال شدید ہے، آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے، شب درمیان فردا لو کنا نسمع او نعقل[1] (اگر ہم سنتے یا سمجھتے۔ ت)، کا، ھذا یوم عصیب[2] (بڑی سختی کا دن ہے۔ ت) لا ان موعدھم الصبح ط الیس الصبح بقریب[3] (بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں۔ ت) رب ارجعون لعلی اعمل صالحا[4] (اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں۔ ت)، کا جواب کلّا[5] (ہرگز نہیں۔ ت) ہوگا اور طعن بے امان الم یاتکم نذیر[6] (کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ ت) کے جگر دوز تیر میں بلا کا پھل، ابھی سویرا ہے ہوش سنبھالو، آنکھیں مل ڈالو، راستہ سوجھنے کی راہ نکالو، چل تو دیئے، یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس جنگل اندھیری میں کس کے پیچھے ہو، جس نے نہ صرف ایک مسئلہ کذب باری بلکہ خوارج، روافض، معتزلہ، مرجیہ، نجدیہ، کرامیہ وغیرہم طوائف ضالہ کی بدعات شنیعہ اور ان کے علاوہ صدہا ضلالات قبیحہ قطعیہ کی خندقیں جنکا ہیں، اور تمہیں ان قعر ہو کر دوں ستم لغزشوں کی خبر تک نہ ہوئی، چشم فہم میں وہ بلا کی نیندیں جھک آئیں اور پھر گمان یہ کہ اس بیہودہ راہ کا ہدایت مآل! ہیہات ہیہات کہاں ہدایت اور کہاں یہ چال،

؎ اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کوّا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ انہیں ہلاکت کی راہ پر ہی لے جائیگا۔ ت)

لہٰذا اپنی حالت پر رحم کرو قبل اس کے کہ پھر معذرت ربنا ھؤلاء اضلونا[7] (اے ہمارے رب! انہوں نے ہم کو بہکایا تھا۔ ت) کام نہ آئے اور لا تختصموا لدیّ[8] (میرے پاس نہ جھگڑو۔ ت) کی غضب جھنجلاہٹ، اذ تبرأ الذین اتبعوا[9] (جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے۔ ت) کا رنگ دکھائے، ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین[10] (اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔ ت) فقیر اس تمہید حمید و تمہید رشید کو اپنا شفیع بنا کر مجال مقال میں قدم دھرتا اور دوڑتے دوڑتے نازک طبعوں گراں سمعوں، چیں بجبینوں، نا آراں بینوں سے کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/۱۰
[2] القرآن الکریم ۱۱/۷۷
[3] " " ۱۱/۸۱
[4] " " ۲۳/۹۹ و ۱۰۰
[5] " " ۲۳/۱۰۰
[6] " " ۶۷/۸
[7] " " ۷/۳۸
[8] " "
[9] " " ۲/۱۶۶
[10] " "

عرض کرتا ہے ؎

کہنے کو ان سے کہتا ہوں احوالِ دل مگر
ڈر ہے کہ شانِ ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

یاایہا القوم! ان حضرت امام اوّل وہابیت ہندیہ معلم ثانی طوائف نجدیہ کو اپنی اُپج کا مزہ مقدم تھا جیسا کہ روی میں اسپنے کا عالم تھا، زبان کے آگے پارہ بل چلتے، جب اُبلتے پھر کیا کسی کے سنبھالے سنبھلے۔ جدھر جا نکلے مسجد ہو یا دَیر قلم رکھنے سے پُورا بیر ؎

گہ بُت شکنی گاہ بمسجد زنی آتش　　از مذہب تو کافر و مسلماں گلہ دارد

(کبھی تُو بُت توڑتا ہے اور کبھی مسجد جلاتا ہے، تیرے مذہب سے کافر و مسلمان دونوں کو گلہ ہے)

اسی لئے حضرت کی ایک کتاب میں جو کفر ہے دُوسری میں ایمان، آج جو ولی ہے کل پکا شیطان، ایک آنکھ سے راضی دوسری سے خفا، ایک پر میں زہر دوسرے میں شفا، دُور کیوں جائیے ایک ہاتھ پر خدا را ایک پر تقویت رکھ لیجیے۔ ایک دوسری کا رد کرے تو یہی اب ایک بڑی مصلحت ہے جس کے لئے حضرت نے اپنی تصانیف میں بڑے بڑے بانی بنے اور مستی خلش آہستہ آہستہ سب سامان کر لئے جسے فقیر نے اپنے مجموعہ مبارکہ ابدۃ الشارقہ علی لابدۃ الشارقہ مجلد سوم فتاویٰ فقیر مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں مفصل و مدلل بیان کیا، یہ سُوجھی کہ وہ مطلب نہ نکلے گا جب تک اللہ تعالیٰ کا وجوب صدق باطل نہ ہو لہٰذا رسالہ "یکروزی" میں امکانِ کذب کے قائل ہوئے اور اس بیہودہ دعوے کے ثبوت کو ہزار جان کنی وہ ہذیان بین البطلان ظاہر کئے:

ہذیانِ اوّل امام وہابیہ: اگر کذبِ الٰہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ عاجز ٹھہرا

قولہ وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ	قولہ یہ محال ہے کیونکہ نقص ہے اور اللہ تعالیٰ پر
تعالیٰ محال، اقول اگر مراد از محال ممتنع	نقص محال ہے اقول اگر محال سے مراد ممتنع بذاتہ
لذاتہ است کہ تحت قدرتِ الٰہیہ داخل نیست	ہے جو قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل نہیں تو ہم نہیں
پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد	مانتے کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور ہوگا کیونکہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

عہ اب الحمدللہ وہ بارھواں ہے ۱۲

عہ علمائے دین نے جو ارشاد فرمایا کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، حضرت اس کے رد میں یوں اپنا خبثِ نفس ظاہر کرتے ہیں:

بولنے پر قادر نہ ہوگا حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ سے بڑھ گئی، یہ محال ہے تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو۔

ایہا المسلمون! حفظکم اللہ خیر الحافظین (اے اہل اسلام، اللہ تعالٰی تمہیں اس خطرناک شر سے محفوظ فرمائے۔ ت) ذرا! بنظر انصاف اس اغوائے عوام و طغوائے تمام کو غور کرو کہ اس جبیں کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیاں بندھی ہیں۔

اولاً دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو قدرت انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو حالانکہ اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام افعال و اقوال و اوصاف و احوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں، قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی:

واللہ خلقکم وما تعملون[1] تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولٰی عزوجل ہی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ و تکوین کے پلک مار سکے، انسان کا صدق و کذب کفر و ایمان طاعت عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا، اور اسی کی عظیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ہست، کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست، ولہٰذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند[2] الخ

یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء ملائکہ اور انبیاء پر قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہو جائے کیونکہ قضیہ غیر مطابق للواقع، اور اس کا القاء مخاطبین اکثر افراد انسانی کی قوت میں ہے ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہٰذا یہ ممتنع بالغیر ہے اور اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں (الخ ت)

بقیہ عبارت سراپا شرارت زیر ہذیان دوم آئے گی ۱۲ عفا اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۶

[2] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العٰلمین [1] تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار سارے جہان کا۔

؏ اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

سہ ماشئت کان وماشئت ویکون لا ما یشاء الدھر والاملاک

(جو تو نے چاہا ہو گیا جو آپ چاہیں گے وہ ہو جائے گا، نہیں ہوگا جو دہر و افلاک چاہیں گے۔ت)

پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرت الٰہی سے جدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب قرآن عظیم کا مردود و مکذب۔

ثالثاً اقول اس ذی ہوش سے پوچھو انسان کو اپنا بڑا جھوٹ بولنے پر قدرت ہے یا معاذ اللہ اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت عہ بڑھنا تو جب ہوتا کہ اللہ تعالٰی آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قادر ہو کر اپنے کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کو اس عزیز جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرت الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہو گئی، ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور [3] جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ت

عہ **فائدہ عائدہ ضروری الملاحظہ**: ایہا المسلمون یہ ظاہر کہ قدرت بڑھنے کے یہی معنی کہ ایک شے پر اسے قدرت ہے اُسے نہیں، ورنہ جس شے پر قدرت ہے وہ تو اُس کی قدرت میں بھی داخل، مگر ایک اور چیز اس کی قدرت سے خارج جو ہرگز اس کی قدرت میں بھی داخل نہ تھی اسے قدرت بڑھنا کوئی مجنون ہی کہے گا، یہاں بھی دو چیزیں ہیں، ایک کذب انسانی وہ قدرت انسانی میں مجازاً ہے اور قدرت ربانی میں حقیقۃً، دوم کذب ربانی، اس پر قدرت انسانی نہ قدرت ربانی، تو انسان کی قدرت کس بات میں معاذ اللہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی کی قدرت سے بڑھ گئی، ہوا یہ کہ ملاجی نے بنہایت سفاہت و غباوت کہ تقاضائے عادت اہل بدعت ہے، یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بعینہٖ یہی لفظ جناب عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہئے ورنہ جو چیز مقدور انسان تھی مقدور الٰہی نہ ہوئی، ختم الٰہی کا ثمرہ کہ دونوں جگہ اپنے اپنے کا لفظ دیکھ لیا اور فرق معنی اصلاً نہ جانا، ایک جگہ اپنے سے مراد ذات انسان ہے دوسری جگہ ذات رحمٰن جل وعلا، پھر جو شے قدرت انسانی میں تھی قدرت ربانی سے کب خارج ہوئی، کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار [2] ١٢ منہ

---

[1] القرآن الکریم ٨١/٢٩

[2] " " ٤٠/٣٥

[3] القرآن الکریم ٢٤/٤٠

ثالثاً حضرت کو اسی "یکروزی" میں یہ تسلیم روزی کہ کذب عیب و منقصت ہے اور بیشک باری عزوجل میں عیب و نقصان آنا محال عقلی، اور ہم اسی رسالہ کے مقدمہ میں روشن کرچکے کہ محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو تحت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہوجانا ہے۔ حضرات جدیدین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز و قدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادر سے پہلے ان کے مقتدا ابن حزم[1] فاسد العزم فاقد الجزم ظاہری المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا کہ اپنے رب کا ادب و اجلال یکسر پس پشت ڈال کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ انہ تعالٰی قادر ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر لکان عاجزا یعنی اللہ تعالٰی اپنے لئے بیٹا بنانے پر قادر ہے کہ قدرت نہ مانو تو عاجز ہوگا۔

تعالی اللہ عما یقولون الظالمون علوا کبیرا لقد جئتم شیئا ادا ○ تکاد السموت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ○ ان دعوا للرحمٰن ولدا ○ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا ○[2]

ظالم جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ بیشک تم حد کی بھاری بات لائے، قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھے کر اس پر کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ (ت)

سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب الوفیہ میں ابن حزم کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں،

فانظر اختلال ھذا المبتدع کیف غفل عما یلزم علی ھذہ المقالۃ الشنیعۃ من اللوازم التی لا تدخل تحت وھم وکیف فاتہ ان العجز انما یکون لو کان القصور جاء من ناحیۃ القدرۃ، اما اذا کان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرۃ فلا یتوھم عاقل ان ھذا عجز[3]

یعنی اس بدعتی کی بدحواسی دیکھنا کیونکر غافل ہو کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں جو کسی وہم میں نہ سمائیں اور کیونکر اس کے فہم سے گیا کہ عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔

---

[1] الملل والنحل لابن حزم

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۸۹ تا ۹۲

[3] المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی

اسی میں فرمایا:

وبالجملة فذلك التقدیر الفاسد یؤدی الی تخلیط عظیم لا یبقی معه شیئ من الایمان ولا من المعقولات اصلاً[1]۔

یعنی یہ تقدیر فاسد (کہ باری عزوجل محالات پر قادر ہے) وہ سخت واہی تباہی کا باعث ہوگی جس کے ساتھ نہ ایمان کا نام رہے نہ اصلاً احکام عقل کا نشان۔

اسی میں فرمایا:

وقد ذهب ابن حزم هذیان من البطلان لیس له قدوة ومتبع الا شیخ الضلالة ابلیس[2]

یعنی مسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی جس میں اس کا کوئی پیشوا نہ رئیس بجز سردار گمراہی ابلیس۔

کنز الفوائد میں ہے:

القدرة والارادة صفتان مؤثرتان والمستحیل لا یمکن تأثیرهما اذ یلزم منه ان یجوز تعلقهما باعدام نفسهما واعدام الذات العلیة واثبات الالوهیة لما لا یلیق بها من الحوادث وسلبها عن مستحقها جل وعلا فای قصور وفساد ونقص اعظم من هذا وهذا التقدیر یؤدی الی تخلیط عظیم وتخریب جسیم لا یبقی معه عقل ولا نقل ولا ایمان ولا کفر وسماحة بعض الاشقیاء من المبتدعة من هذا اصرح بنقیضه فانظر الی هذا المبتدع کیف یلزم علی هذا القول

یعنی قدرت اور ارادہ دونوں صفتیں مؤثر ہیں اور محال کا ان سے متاثر ہونا ممکن نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت و ارادہ اپنے نفس کے عدم اور خود اللہ تعالیٰ کے عدم اور مخلوق کو خدا کر دینے اور خالق سے خدائی چھین لینے ان سب باتوں سے متعلق ہو سکے اس سے بڑھ کر کون سا قصور و فساد و نقصان ہوگا، اس تقدیر پر وہ سخت ویرانی اور عظیم خرابی لازم آئے گی جس کے ساتھ نہ عقل رہے نہ نقل، نہ ایمان نہ کفر، اور بعض اشقیائے بدمذہب کو جو یہ مرض سوجھا تو صاف کہہ گیا کہ ایسی بات پر خدا قادر ہے اب اس بدعتی کا اندھا پن دیکھو کیونکر اسے نہ سوجھیں وہ شناعتیں جو اس برے قول پر لازم آئیں گی جن کی طرف

---

[1] المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی

[2] " " " " " "

المستقیم من کون اسم الٰہی لا یتطرق الیہا الوہم۱؎ ۔ وہم کو بھی راستہ نہیں

مسلمان انصاف کرے کہ تشبیہیں جو علامہ سفاقسی بدمذہب ابن حزم پر کیں، اس بدمشرب عدیم الحزم سے کتنی بچ رہیں،

کذلک قال الذین من قبلہم مثل قولہم	ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات،
تشابہت قلوبہم۲؎ ، وان اللہ لا یہدی کید	ان کے اُن کے دل ایک سے ہیں، اور اللہ
الخائنین۳؎ ۔	دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ (ت)

سوم اقول العزۃ للہ، اگر وہابی ملاکی یہ دلیل سچی ہو تو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بے شمار خدا ممکن ہو جائیں، وجہ سنئے جب یہ قرار پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات کے لئے کرسکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرتِ انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آمتیں جن کے سبب اہل اسلام اتحادِ ولد کو محال جانتے تھے۔ امام وہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں، آگے نطفہ ٹھہرے اور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کونسی ذلت وخواری باقی رہی ہے جس کے باعث انھیں یہاں جھجک ہوگا بلکہ یہاں اگر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعمِ ملاجی سب کے بچے اسی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی ناقابلِ عقد و انعقاد یا مزاجِ رحم میں کوئی فساد یا خلل آسیب مانعِ اولاد، تو جب خدا ہی ہے کیا ان موانع کا ازالہ نہ کر سکے گا بہرحال جب امورِ سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعاً ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا، قال اللہ تعالٰی،

قل عہ ان کان للرحمٰن ولد فانا اول	تو فرماؤ اگر رحمٰن کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے

عہ حملہ السدی علی الظاہر وعلیہ عول فی تکملۃ المفاتیح والبیضاوی والمدارک وارشاد العقل وغیرہا ولاشک انہ صحیح صاف لاغبار علیہ فای حاجۃ الی ارتکاب تاویلات بعیدۃ ۱۲ منہ۔	عہ سدی نے اسے ظاہر پر محمول کیا اور اسی پر اعتماد ہے تکملۃ المفاتیح، بیضاوی، مدارک اور ارشاد العقل وغیرہا میں، اور بیشک یہ صحیح صاف ہے اس پر کچھ غبار نہیں تو پھر تاویلات بعیدہ کے ارتکاب کی کیا حاجت ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ کبر الفوائد　　۲؎ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸

۳؎ القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲

العٰبدین[1] پُوجنے والا ہُوں۔

تو قطعاً دو خدا کا امکان ہُوا اگرچہ منافی غیرت ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن دو کروڑوں ممکن کہ قدرتِ خدا کو انتہا نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

خاصّاً مُلّائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے۔ آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرلے، سُننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے۔ آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلالے، خاک پر لیٹ کے کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہوجائے، وہابی بن جائے۔ مگر مُلّائے علّام کا موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کرسکتا ہوگا ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا،

اقول غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کرسکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، کرسکا تو ناقص ہُوا ناقص خدا نہیں، محتاج ہُوا، محتاج خدا نہیں، ملوث ہوا ملوث خدا نہیں، تو شمسِ امس کی طرح اظہر و ازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقۃً انکار خدا کی طرف منجر۔

ما قدروا اللّٰہ حق قدرہ[2]، والعیاذ باللّٰہ من ضلال الشیطٰن۔

انھوں نے اللہ تعالٰی کی صحیح قدر نہیں کی۔ اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالٰی کی پناہ۔ (ت)

مگر سبحان ربنا ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ، عالم اور عالم کے اعیان اعراض ذوات صفات اعمال اقوال خیر شر صدق کذب حسن قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ و ارادۂ ازلیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر نہ اپنے لئے کسی عیب و منقصت پر قادر ہونا اس کی شان قدوسی کے لائق و درخور،

تعالی اللّٰہ عما یقول الظٰلمون علوا کبیرا ۝ وسبحٰن اللّٰہ بکرۃ واصیلا، والحمد للّٰہ حمداً کثیرا۔

اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح و شام اللہ تعالٰی کی تقدیس و پاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ (ت)

ثم **اقول** ذہن فقیر میں ان پانچ کے علاوہ دربارۂ مذکورہ اور ابحاث دقیقہ کلامیہ ہیں جن کے ذکر کے لئے مخاطب قابل فہم دقائق درکار، نہ وہ حضرات جن میں اجلہ و اکابر کا مبلغ علم سیدھی سی

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۱

[2] " " ۲۲/ ۷۴

نقل عبارت مشکوٰۃ وغیرہ سی سنا کر اجازت وسند کی دادوستد تا بہ اذناب واصاغر چہ رسد، امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولہم واللہ الہادی وولی الایادی (ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم لوگوں کی عقل کے مطابق کلام کریں، اللہ تعالٰی ہی ہادی اور مدد کا مالک ہے۔ ت)

ہذیان دوم مولائے نجدیہ:

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند واورا جل شانہ بآں مدح می کنند بخلاف اخرس وجماد کہ ایشاں را کسے بعدم کذب مدح نمی کند وظاہر است کہ صفت کمال ہمیں است کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب میدارد وبنا بر رعایت مصلحت ومقتضی حکمت بجہت تنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب نمی نماید ہماں شخص ممدوح می گردد بسلب عیب کذب واتصاف بکمال صدق بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد وتکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد یا قوت متفکرہ او مسدود شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع نمی تواند کرد یا شخصے کہ ہرگاہ کلام صادق مے گوید کلام مذکور از و صادر مے گردد وہرگاہ کہ ارادہ تکلم بکلام کاذب می نماید آواز او بند مے گردد یا زبان او ماؤف می شود یا کسے دیگر دہن او را بند می نماید یا حلقوم او را خفہ می کنند یا کسے کہ چند قضایا صادقہ را یاد گرفتہ است واصلاً بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت نمی دارد وبنا علیہ کلام کاذب از و صادر نمے گردد ایں اشخاص مذکورین نزد عقلا قابل مدح نمی نشینند بالجملہ عدم تکلم بکلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب وتنزہاً عن التلوث بہ از صفات مدح است وبنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب ہیچ گونہ از صفات مدائح نیست یا مدح آں بسیار

عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں اور اس جل شانہ کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہیں بخلاف گونگے اور جماد کے، ان کی کوئی عدم کذب سے مدح نہیں کرتا اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ ایک شخص جھوٹے کلام پر قادر تو ہو لیکن بنابر مصلحت اور بتقاضائے حکمت تقدس جھوٹے کلام کا ارتکاب اور اظہار نہ کرے ایسا شخص ہی سلب عیب کذب سے ممدوح اور کمال صدق سے متصف ہوگا بخلاف اس کے جس کی زبان ہی ماؤف ہو، وہ جھوٹا کلام کر ہی نہیں سکتا یا اس کی سوچ وفکر کی قوت فاسد ہو کہ قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہیں کرسکتا یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے اس سے وہ صادر ہوتی ہے اور جس جگہ جھوٹا کلام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی آواز بند ہوجاتی ہے یا اس کی زبان ماؤف ہوجاتی ہے یا کوئی اس کا منہ بند کردیتا ہے یا اس کا کوئی گلا دبادیتا ہے یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں اور وہ دیگر جملوں پر کوئی قدرت ہی نہیں رکھتا اور اسی بناء پر اس سے جھوٹ صادر ہی نہیں ہوتا، یہ مذکور لوگ عقلاء کے نزدیک قابل مدح نہیں ہیں بالجملہ عیب کذب سے بچنے اور اس میں ملوث ہونے سے محفوظ رہنے کیلئے جھوٹی کلام کا عدم تکلم صفات مدح میں سے ہے اور

او دون ست از مدح اولٰی[1] انتہی بلفظہ از یکروزی الملتقط۔ عاجز ہونے کی وجہ سے کلام کاذب سے بچنا کوئی صفاتِ مدح میں سے نہیں یا اس کی مدح ہوگی تو پہلے سے کم ہوگی (یکروزی ملتقط بذریعہ عبارت ختم ہوئی)۔ (ت)

اس تلبیس باطل وقول لاطائل کا یہ حاصل ہے کہ عدم کذب اللہ تعالٰی کے کمالات و صفاتِ مدائح سے ہے اور صفتِ کمال وقابلِ مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظِ مصلحت عیب و آلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے، گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم کہ کذب الٰہی مقدور وممکن ہو۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اس ہذیان شدید الطغیان کے شنائع و مفاسد حدِ شمار سے زائد مگر ان آستینوں بدلگامیوں پر چند تازیانے جنگاہ اولیں ذہن فقیر میں حاضر ہوئے پیش کرتا ہوں وباللہ العصمۃ فی کل حرف وکلمۃ (ہر حرف اور کلمہ میں اللہ کی عصمت ہے۔ ت)

تازیانہ ۱: **اقول** العزۃ للہ والعظمۃ للہ وللہ الذی لا الٰہ الا ھو (عزت اللہ تعالٰی کے لئے اور عظمت اللہ تعالٰی کے لئے ہے، اللہ تعالٰی کی ذات وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[2] (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ ت) اللہ! یہ ظلم شدید و ضلال بعید تماشا کہ زبان دبا، وہ اپنی زبان سے کذب کو عیب و لوث کہتا جاتا ہے پھر اسے باری عزوجل کے لئے ممکن بتاتا اور اللہ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ ٹھہراتا ہے کہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت کرتا ہے لہذا ترفعا عن عیب الکذب وتنزھا عن التلوث بہ یعنی اس لحاظ سے کہ کہیں عیب و لوث سے آلودہ نہ ہو جاؤں کذب سے بچتا ہے، دیکھو صاف صریح مان لیا کہ باری عزوجل کا عیب دار و ملوث ہونا ممکن، وہ چاہے تو ابھی عیبی و ملوث بن جائے، مگر یہ امر حکمت و مصلحت کے خلاف ہے اس لئے قصداً پرہیز کرتا ہے تعالٰی اللہ عما یقولون علواً کبیرا۔ (اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ ت) اور خود سرے سے اصل جبا سے تو دوسری دیکھئے، فلانے مہجور کا یہ اطلاق مقدورات اسی کلام امام کے رد میں ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالٰی پر محال، اس کے جواب میں فرماتے ہیں، محال بالذات ہونا ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ان دلیلوں (یعنی دونوں ہذیانوں) سے ممکن ہے تو کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب و آلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردش چشم میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس کی جڑ کاٹ گیا۔ عاجز، جاہل،

---

[1] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷ ، ۱۸

[2] القرآن الکریم ۱۸/۵

احمق، کاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا۔ کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مر کے پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا، غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعۃً سب باطل وبے دلیل ہوکر رہ گئے۔ فقیر نے تنزیہ دوم میں زیر دلیل اول ذکر کیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصل دینی تھا جس پر ہزارہا مسئلۂ ذات وصفات باری عزوجل متفرع تھے، اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب اڑ گئے۔ وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لئے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعال الٰہی سے استدلال یا یہ کہ اس پر عیوب ونقائص محال، اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے خود بند کردیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کیں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں، تو لاجرم ان کا خالق بالبداہۃ علیم و قدیر وحکیم ومرید ہے۔

اقول اولاً یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق وتکوین کو علاقہ، رہی باقی ہزارہا مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی، مثلاً مصنوعات کا ایسا بدیع وفصیح ہونا ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفت کلام یا صفت صدق سے بھی متصف، یا نوم واکل وشرب سے بھی منزہ ہے۔

ثانیاً جن صفات پر دلالت افعال دال ہیں صرف ان کے حصول پر دال، نہ یہ کہ ان کا حدوث ممتنع یا زوال محال، مثلاً اس نظم حکیم وعظیم بنانے کے لئے بیشک علم وقدرت وارادہ وحکمت درکار، مگر اس سے صرف بناتے وقت ان کا ہونا ثابت، ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت، اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلئے۔

اقول اولاً بعض صفات سمع پر مقدم، تو ان کا سمع سے اثبات دور کو مستلزم۔

ثانیاً سمع بھی صرف گنتی کے سلوب وایجابات میں وارد، ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر سے آئیں گے مثلاً نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اجسام واعراض وبول وبراز سے پاک ہے، اس کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثالثاً نصوص بھی فقط وقوع وعدم پر دلیل دیں گے، وجوب واستحالہ وازلیت وابدیت کا پتا کہاں چلے گا مثلاً بکل شیئ علیم[1] علی کل شیئ قدیر[2] (سب کچھ جانتا ہے۔ ہر شئی پر قادر ہے۔ ت) سے بیشک ثابت کہ اس کے لئے علم وقدرت ثابت، یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے، اور ان کا زوال اسی

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۹

[2] " " ۲/۲۰

سے محال، یونہی وھو یطعم ولا یطعم[1] (اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے۔ ت) اور لاتاخذہ سنۃ ولا نوم[2] (اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ ت) کا اتنا حاصل کہ کھانا پینا سونا اونگھنا نہیں، نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع، ہاں ہاں ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ان تمام دلائل ازلیت و احدیت و وجوب و غنائے تام پر ابد کامل ٹھیک اترنے والا ہزاروں ہزار مسائل صفات ثبوتیہ و سلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمہ لینے والا مخالف ذی ہوش غیر مجنون و مدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دے دینے والا نہ تھا مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالیٰ پر عیب و منقصت محال بالذات، جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین ہے نہ نقل نہ ایمان نہ عقل۔

انا للہ وانا الیہ راجعون[3] ○ کذٰلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار[4]	ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ اللہ یوں ہی مہر کردیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر (ت)۔

ہاں وہابیہ نجدیہ کو دعوت عام ہے، اپنے مرد اسے مسلم و امام معظم کا یہ ہذیان امکان ثابت مان کر ذرا بتائیں تو کہ ان کا معبود بول و براز سے بھی پاک ہے یا نہیں، حاش للہ! امتناع تو امتناع عدم وقوع کے بھی لالے پڑیں گے، آخر قرآن و حدیث میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں، [illegible] اس کی نفی پر دلیل، اگر اجماع مسلمین کی طرف رجوع لائیں اور بیشک اجماع ہے مگر جان برادر! یہ بیشک ہم نے وہی کہا کہ یہ عیب ہیں اور عیب سے تنزیہ ہر مسلمان کا ایمان، تو قطعاً کوئی مسلم ان امور کو روا نہ رکھے گا، جب عیب سے تلوث ممکن ٹھہرا تو اب ثبوت اجماع کا کیا ذریعہ رہا، کیا نقل و روایت سے ثابت کروگے، حاشا نقل اجماع درکنار [illegible] کتابوں میں اس مسئلے کا ذکر ہی نہیں، اگر کہئے بول و براز کا وقوع ایسے آلات جسمانیہ پر موقوف جن سے جناب باری منزہ، تو اوّلاً ان آلات کے بطور آلات نہ اجزائے ذات ہونے کے استحالہ پر سوا اس وجوب تنزہ کے کیا دلیل جسے تمہارا امام و مولٰی رو بیٹھا۔

ثانیاً توقف ممنوع، آخر بے آلات زبان و مردمک و پردہ گوش کلام و بصر و سمع ثابت، یونہی بے آلات

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۴

[2] ؍ ؍ ؍ ۲/۲۵۵

[3] ؍ ؍ ؍ ۲/۱۵۶

[4] ؍ ؍ ؍ ۴۰/۳۵

بول و براز سے کون مانع ، اسی طرح لاکھوں کفریات لازم آئیں گے کہ تمھارے امام کا وہ بہتان امکان تسلیم ہو کر قیامت تک ان سے مفر نہ ملے گی ،

کذٰلک لیحق الحق ویبطل الباطل   اسی طرح کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا
ولوکرہ المجرمون[1]   اگرچہ برا مانیں مجرم ۔ (ت)

مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار و امام مدعی اسلام نے کیا قہر برپا اور کیا کچھ کھویا اور لاکھوں عقائد اسلام کو کیسے ڈبویا ، ہزاروں کفر شنیع و ضلال قطیع کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا ، پھر دعوٰی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک ، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوٰی ، وناقص و معیبی و ملوث خدا کے پوجنے والے اس منہ سے اپنے تراشیدہ موہوم کو حضرت حق سبحانہ کہتا ہے ، سبحان اللہ یہی تو سبحانہ کے قابل جس میں دنیا بھر کے عیبوں آلائشوں کا امکان حاصل ، العزۃ للہ میں اپنے رب ملک سبوح قدوس عزیز مجید عظیم جلیل کی طرف ہزار جان و صد ہزار جان براءت کرتا ہوں تیرے اس معیبی آلائشی تراشیدہ معبود اور اس کے سب پوجنے والوں سے ۔ مسلمانو! تمھارے رب کی عزت و جلال کی قسم کہ تمھارا سچا معبود جل وعلا ، وہ پاک و منزہ و سبوح و قدوس ہے جس کے لئے تمام صفات کمال ازلاً ابداً واجب للذات اور اصلاً کسی عیب و لوث سے ملوث ہونا جزماً قطعاً محال بالذات اُس کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری و منزہ کہ معاذ اللہ اپنے معیبی و ناقص بنانے پر حاصل ہو ، نعم المولٰی و نعم النصیر[2] (کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی اچھا مددگار ۔ ت)

یہ ملائے ظلوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیب و فواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم و لحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر و غضب سے ڈر کر باز رہتا ہے ،

ضعف الطالب والمطلوب[3] لبئس المولٰی و   کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا ، بیشک کیا ہی برا
لبئس العشیر[4]   مولٰی اور بیشک کیا ہی برا رفیق ۔ (ت)

او سفیہ ظلوم کذب و الوہیت و منقصت باہم اعلٰی درجہ تنافی پر ہیں ، اُدھر وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات

---

[1] القرآن الکریم ۸/۸
[2] " " ۲۲/۷۸
[3] " " ۲۲/۷۳
[4] " " ۲۲/۱۳

کمال واجب لذاتہ ہوں تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوالِ الوہیت کو ممکن جاننا ہے پھر خدا کب رہا، ولٰکن الظّٰلمین بِاٰیٰتِ اللہ یجحدون[1] (بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ ت) عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری تعالٰی کے لئے امکانِ ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے، میں گمان نہیں کرتا کہ اس بیباک کی طرح (مسلمانوں کی تو خدا امان کرے) کسی مجوّز زوال کا فرقہ بھی بے دھڑک تصریح کردیگا کہ عیب والے خدا میں تو آسکتے ہیں مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دور رہتا ہے ——

صدق اللہ (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ ت):

ومن اصدق من اللہ قیلا[2] فانہا لا تعمی	اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ بیشک آنکھیں
الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی	اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں
الصدور[3] والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی	میں ہیں۔ (ت)

ثم **اقول** طرفہ تماشا ہے کہ خدا کی شان معلمِ طائفہ کا تو وہ ایمان کہ خدا کے لئے ہر عیب کا امکان اور اربابِ طائفہ یہ بے وقت کی چھیڑ کہ ناحق ہلکان کہ تمام امت عہ کے خلاف حق تعالٰی کے عجز پر عقیدہ ٹھہرانا تو مؤلف کے پیشوایانِ دین کا ہے مؤلف اس پر اظہار راضی نہیں کرتا[4] حضرت ذرا گھر کی خبر لیجئے وہاں معلمِ طائفہ عجز وجہل وظلم وبخل وسفہ وہزل وغیرہا دنیا بھر کے عیب ذاتِ حق کے امکان کا ٹھیکا لے چکے ہیں پھر بغرضِ غلط

عہ یہ عبارت براہین کے اسی صفحہ ۳ کی ہے جس کا خلاصہ صدر استفتاء میں گزرا یہاں ملّا گنگوہی صاحب جناب مؤلف یعنی مکرمنا مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف انوار ساطعہ پر یوں غرّاتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کا عجز مانتے ہو جو محال پر اسے قادر نہیں جانتے ہو اور ہم تو اس کے لئے جھوٹ وغیرہ سب کچھ جائز رکھتے ہیں کہ عجز تو نہ ہو اگرچہ خدائی گئی، ہزار لعنت اس بھونڈی سمجھ پر، وہ اس مغالطہ عجز کا دنداں شکن حل وہ اس رسالہ مبارکہ میں جابجا گزرا، سبحان اللہ! محال پر قدرت نہ ہونے کو عجز جاننا انہی کیسے ناشخص کی تشخیص ہے، واللہ الہادی ۱۲ عفی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۳۳

[2] 〃 〃 ۴/۱۲۲

[3] 〃 〃 ۲۲/۴۶

[4] البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدما میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلا ساڈھورہ ص ۳

اگر کسی نے ایک جگہ جزماں بھی لیا تو تمہارے امام کے ایمان[عہ] پر کیا بےجا کیا ایک امر کہ خدا کے لئے اس سے کروڑ درجہ بدتر ممکن تھا، اس نے اس خوشی سے ایک توشہ تسلیم کرلیا پھر کیا قہر کیا مگر تمہارا امام جو خدا کے ناقص جیسی لوث آلائشیں ہوسکنے پر ایمان لایا، یہ قابل افسوس نہ خلاف اُمت ہے، یہ تو تمہارے پیشوایانِ دین کی سُنّت ہے، معاذ اللہ اس امام کی بدولت طائفہ بیچارے کی کیا بُری گت ہے۔

ثم اقول اس سے بڑھ کر مسئلہ طائفہ تناقض صریح امام الطائفہ اسی مُنہ سے خدا کے لئے عیب و تلوث ممکن مانتا ہے اسی منہ سے کہتا ہے جُھوٹ نہ بول سکے تو قدرت جو گھٹ جائے گی، جی گھٹ جائے گی تو کیا آفت آئے گی، آخر جہاں ہزار عیب ممکن تھے انھیں پر علم بس[عہ۲] ہے یہ کہ رب کریم رؤف و رحیم عزمجدہ اپنے ضلال سے پناہ میں رکھے آمین آمین بجاہ سید الہادین محمد الصادق الحق المبین، صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین۔

تازیانہ ۲: اقول وباللہ التوفیق، ایہا المسلمون! حاشا یہ نہ جاننا کہ باری عزوجل کا عیوب و نقائص سے ملوث ہونا اس شخص کے نزدیک صرف ممکن ہی ہے، نہیں نہیں بلکہ یقیناً اسے بالفعل ناقص جانتا اور کمال حقیقی سے دور مانتا ہے۔ اے مسلمان! کمال حقیقی یہ ہے کہ اس صاحب کمال کی نفس ذات مقتضی جملہ کمالات و منافی کل نقائص ہو اور قطعاً جو ایسا ہوگا کسی عیب و نقصان کی اس میں گنجائش نہ ہوگی کہ ذات سے مقتضائے ذات کا ارتفاع یا ذات یا منافی ذات کا اجتماع دونوں قطعاً بدیہی الامتناع، اور بیشک ہم اہلسنت اپنے رب کو ایسا ہی مانتے ہیں، اور بیشک وہ سچے کمال والا ایسا ہی ہے، اس شخص نے کہ اس عزیز جلیل پر عیب و نقصان کا امکان مانا قطعاً کمالات کو اس کا مقتضائے ذات نہ جانا تو کمال حقیقی سے بالفعل خالی اور حقیقۃً ناقص و فاقد مرتبہ عالی ہوا، آج وجہ معلوم ہوئی کہ یہ طائفہ تالفہ اپنے آپ کو موحد اور اہلسنت کو مشرک کیوں کہتا ہے، اس کے زعم میں اللہ عزوجل کے لئے اثبات کمالات واجبہ للذات شرک ہے کہ لفظ وجوب ہو مشترک ہو جائے گا اگرچہ وجوب للذات و وجوب بالذات کا فرق اس طفل مکتب پر بھی مخفی نہیں جو ابوت و زوجیت کی حالت جانتا ہے، ولہذا اس فرقہ ضالہ نے باتباع کرامیہ کمالات الٰہیہ کو مقتضائے

[عہ] وستطلع ما نتلی علیک ان السفیہ قائل بالامکان الوقوعی بالوقوع لا بمجرد الامکان الذاتی ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی

ہماری آیندہ گفتگو کا انتظار کرو کہ یہ بیوقوف امکان وقوعی بلکہ وقوع کا قائل ہے نہ کہ محض امکان ذاتی کا ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔ (ت)

[عہ۲] ولاتنس ما شرنا الیہ ۱۲ منہ۔

جس کی طرف ہم نے تمہیں متوجہ کیا ہے اسے مت بھولنا ۱۲ منہ (ت)

ذات نہ ٹھہرایا تو جیسے معتزلہ نے تعددِ قدماء سے بچنے کو نفی صفات کی اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا، یونہی اس طائفہ جدیدہ نے اشتراک لفظ وجوب سے بھاگنے کو نفی اقتضائے ذات کی اور اپنا نام موحد تراشا، وفی ذلک **اقول** ؎

خَبَرُ الَّذِیْنَ بِالْاِعْتِزَا　　لِ وَبِالتَّوَهُّبِ جَاءُوْا
ذَا اَهْلُ تَوْحِیْدٍ وَذَا　　كَ مُوَحِّدَةٌ غُوَاةٌ
لعم القلوب تشابهت　　فتناسب الاسماء

(خلاصہ یہ ہے کہ ان میں جو معتزلی اور وہابی ہیں، معتزلی اہل توحید اور وہابی موحد گمراہ، ان کے دل ایک جیسے ہیں اور ناموں میں بھی مناسبت ہے۔ ت)

تنبیہ نبیہ: جہول سفیہ کو جب کہ اس کے استاذ قدیم ابلیس رجیم علیہ اللعن نے یہ نقصان وقار باری عزوجل کا ڈھنگ سکھایا، تو دوسری کتاب ایضاح الباطل مسمّٰی بہ ایضاح الحق میں ترقی ضلال و شدت نکال کا رستہ دکھایا، یعنی اس میں نہایت دریدہ دہنی مسائل تنزیہ و تقدیس باری تعالٰی عزوجل کو جن پر تمام اہلسنت کا اجماع قطعی ہے صاف بدعت حقیقیہ بتایا، حری میاں کی وہ عبارت ناپاک یہ ہے:

تنزیہ او تعالٰی از زمان و مکان و جہت و اثبات رؤیت بلاجہت و محاذات و قول بصدور عالم برسبیل ایجاب و اثبات قدم عالم و امثال آں ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارند اھ ملخصاً۔

زمان، مکان، جہت اور رؤیت بلاجہت و محاذات سے اللہ تعالٰی کو پاک کہنا اور جہان کا صدور بطور ایجاب و عالم کا قدم ثابت کرنا اور ایسے دیگر امور یہ تمام حقیقی بدعات ہیں جبکہ مذکور اعتقاد والے لوگ ان مذکورہ امور کو دینی عقائد میں شمار کرتے ہیں اھ ملخصاً (ت)

دیکھو کیسا بے دھڑک لکھ دیا کہ اللہ عزوجل کی یہ تنزیہیں تقدیسیں کہ اسے زمانہ و مکان و جہت سے پاک جانیں اور اس کا دیدار بلاکیف حق ماننا سب بدعت حقیقیہ ہیں۔ سچ ہے جب اللہ تعالٰی کے لئے ہر عیب و آلائش کو ممکن ماننا سنت ملعونہ امام نجدیہ ہے تو اس عزیز مجید جل مجدہ کی تنزیہ و تقدیس آپ ہی بدعت حقیقیہ ٹھہریں

---

[1] الدیوان العربی بساتین الغفران　رضا دارالاشاعت لاہور　ص ۱۴۷

[2] ایضاح الحق الصریح (مترجم اردو) فائدہ اول ان امور کا بیان جو بدعت حقیقیہ ہیں الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۳۵

وہابیہ ہوگی، اور یہی مطلب ہے ع

گر تو ہم درمیان ما تلخی
(اگر تو بھی مصیبت میں مبتلا ہے۔ ت)

مشرکین بھی تو دین اسلام کو بدعت بتاتے تھے،

ماسمعنا بھذا فی الملۃ الاٰخرۃ ان ھذا الا اختلاق[۱] یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے (ت)،

خیر یہاں تک تو نری بدعت ہی بدعت تھی، آگے شرابِ ضلالت تیز و تند ہوکر اونچی چڑھی اور نشے کی ترنگ کیفیت کی امنگ دون پر آکر کفر تک پہنچی کہ اللہ عزوجل کو پاک و منزہ اور دیدار الٰہی کو بے جہت و مقابلہ ماننے کو مخلوقات کے قدیم جاننے اور خالق تعالیٰ کو بے اختیار ماننے کے ساتھ گن اور اسے ان ناپاک مسئلوں کے ساتھ کہ باجماع مسلمین کفر محض ہیں، ایک حکم میں شریک کیا، اب کیا کہا جائے سوا اس کے کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[۲] (اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اچھے امام اور اچھے ماموم ح

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

تازیانہ ۳: **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) سفیہ مہیق کی اور جہالت و ضلالت دیکھئے خود مانتا جاتا ہے کہ صدق اللہ عزوجل کی صفات کمالیہ سے ہے، حیث قال صفت کمال ہمیں ست[۳] الخ (جہاں اس نے یہ کہا صفت کمال یہی ہے الخ۔ ت) پھر اسے امر اختیاری جانتا ہے کہ باری تعالیٰ نے باوجود قدرت عدم برعایت مصلحت بطور ترفع اختیار فرمایا، اہل سنت کے مذہب میں اللہ عزوجل کے کمالات اس کے یا کسی کے قدرت و اختیار سے نہیں بلکہ باقتضائے نفس ذات بے توسط قدرت و ارادہ و اختیار اس کی ذات پاک کے لئے واجب و لازم ہیں نہ کہ معاذ اللہ وہ اس کی صنعت یا ان کا عدم اسکے زیر قدرت، تمام کتب کلامیہ اس کی تصریح سے مالامال، وہ احادیث و آثار تمہارے کان تک بھی پہنچے ہوں گے جن میں کلام الٰہی کو باختیار الٰہی ماننے والا کافر ٹھہرا ہے، اور عجب نہیں کہ بعض ان میں سے بھی ذکر کروں، مجھے یہاں حیرت ہے کہ اس بیباک بدمذہب کو کیونکر الزام دوں، اگر یہ کہتا ہوں کہ صفات کمالیہ الٰہی کا اختیاری اور ان کے عدم کا زیر قدرت

---

[۱] القرآن الکریم ۳۸/ ۷
[۲] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[۳] رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

باری نہ ہونا اگر اہلسنت کا مسئلہ اجماعی ہے تو اس نے جیسے اور مسائل اجماعیہ تنزیہ و تقدیس کو بدعت حقیقیہ لکھ دیا یہاں کہتے کون اس کی زبان پکڑتا ہے کہ ائمہ اہل سنت سب بدعتی تھے، اور اگر یوں دلیل قائم کرتا ہوں کہ صفت کمال کا اختیاری اور اس کے عدم کا زیر قدرت ہونا مستلزم عیب و منقصت ہے کہ جب کمال اختیاری ہوا کہ چاہے حاصل کیا یا نہ کیا تو عیب و نقصان بھی روا ٹھہرا تو مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کا موصوف بصفات کمالیہ ہونا کچھ ضروری نہ ہوا تو یہ اس بدمشرب کا عین مذہب ہے وہ صاف لکھ چکا کہ باری عزّ وجل میں عیب و آلائش کا ہونا ممکن، مگر ہاں ان پیروؤں سے اتنا کہوں گا کہ آنکھ کھول کر دیکھتے جاؤ کس معتزلی کراہی کو امام جانتے ہو جو صراحۃً عقائد اجماعیہ اہل سنت و جماعت کو رد کرتا جاتا ہے، پھر نہ کہنا کہ ہم سنی ہیں۔

تنبیہ جلیل: حضرت نے صفات کمالیہ باری جل وعلا کا اختیاری ہونا کچھ فقط صفت صدق ہی میں ذکر نہ کیا بلکہ مسئلہ علم الٰہی میں بھی اس کی تصریح کی، کتاب تفویۃ الایمان مسمّٰی بہ تقویۃ الایمان[1]

برعکس نہند نام زنگی کافور

(سیاہ حبشی کا نام الٹ کر کافور رکھتے ہیں۔ ت)

میں صاف لکھ دیا:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے"

حاشا للہ! اللہ عزوجل پر صریح بہتان ہے، دیکھو یہاں کھلم کھلا اقرار کر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہے تو علم حاصل کرے چاہے جاہل رہے، شاباش بہادر! اچھا ایمان رکھتا ہے خدا پر، اہل سنت کے مذہب میں ازلاً ابداً ہر بات کو جاننا ذات پاک کو لازم ہے کہ نہ وہ کسی کے ارادہ و اختیار سے نہ اُس کا حاصل ہونا یا زائل ہو جانا کسی کے قابو و اقتدار میں، پیرو صاحبو! ذرا پیر طائفہ کی بدمذہبیاں گنتے جاؤ اور اپنے امام معظم کے لئے ہم اہلسنت کے امام اعظم ہمام اقدم امام الائمہ سراج الامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد واجب الانقیاد کا تحفہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

صفاتہ تعالیٰ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقۃ	صفات الٰہی ازلی ہیں نہ حادث نہ کسی کے مخلوق، تو جو
فمن قال انہا مخلوقۃ او محدثۃ او وقف	انھیں مخلوق یا حادث بتائے یا ان میں تردد کرے
فیہا او شک فیہا فہو کافر باللہ تعالیٰ[2]	یا شک لائے وہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کا منکر۔

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۴

[2] الفقہ الاکبر مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

اقول وجہ اس کی وہی ہے کہ صفات مقتضائے ذات قرآن کا حادث و قابل فنا ہونا ذات کے حدوث و قابلیت فنا کو مستلزم، اور یہ عین انکار ذات ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۴: اقول وباللہ التوفیق جب صدق الٰہی اختیاری ہوا اور قرآن عظیم قطعًا اس کا کلام صادق تو واجب کہ قرآن مجید اللہ تعالٰی کا مقتضائے ذات نہ ہو ورنہ قرآن لازم ذات ہوگا اور صدق لازم قرآن اور لازم لازم لازم اور لازم کا اختیاری ہونا بداہۃً باطل اور باجماع مسلمین جو کچھ ذات و مقتضائے ذات کے سوا ہے سب حادث و مخلوق تو دلیل قطعی سے ثابت ہوا کہ ہولائے وہابیہ پر قرآن عظیم کو مخلوق ماننا لازم، اس بارے میں اگرچہ حضرت عبداللہ[1] بن مسعود و عبداللہ[2] بن عباس و جابر[3] بن عبداللہ و ابو درداء[4] و حذیفہ[5] بن الیمان و عمران[6] بن حصین و رافع[7] بن خدیج و ابو حکیم[8] شامی و انس[9] بن مالک و ابو ہریرہ[10] دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی حدیثوں سے مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن مجید

ع۱ الشیرازی فی الالقاب والخطیب ومن طریقہ ابن الجوزی بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔	شیرازی نے القاب میں، خطیب نے اور ابن جوزی نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
ع۲ ابونصر السجزی فی الابانۃ عن اصول الدیانۃ ۱۲ منہ۔	ابو نصر السجزی نے الابانۃ عن اصول الدیانۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
ع۳ اخرج عنہ الخطیب ۱۲ منہ۔	ان سے خطیب نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
ع۴ الدیلمی فی مسند الفردوس ۱۲ منہ۔	دیلمی نے مسند الفردوس میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)
ع۵ الشیرازی فی الالقاب والدیلمی فی مسند الفردوس بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔	شیرازی نے القاب میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
ع۶ الدیلمی من طریق الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔	دیلمی نے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
ع۷ کالذی قبلہ ۱۲ منہ حفظہ اللہ تعالٰی	یہ پہلے کی ہی مثل ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)
ع۸ روی عنہ الخطیب ۱۲ منہ۔	خطیب نے ان سے نقل کیا ۱۲ منہ (ت)
ع۹ الدیلمی وھو عند الخطیب بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔	دیلمی میں ہے اور خطیب نے اسے ایک اور سند سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
ع۱۰ ابن عدی فی الکامل ۱۲ منہ۔	ابن عدی نے الکامل میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

کے مخلوق کہنے والے کو کافر بتایا مگر از آنجا کہ محدثین کو ان[عه] احادیث میں کلام شدید ہے، لہٰذا آثار و اقوال صحابۂ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام علیہم رضا المنعام استماع کیجئے۔

(**ارشاد ۱۰**) امام لالکائی کتاب السنہ میں بسند صحیح روایت کرتے ہیں:

انبأنا الشیخ ابو حامد بن ابی طاهر الفقیه انبأنا عمر بن احمد الواعظ حدثنا محمد بن هارون الحضرمی حدثنا القاسم بن العباس الشیبانی حدثنا سفیان بن عیینة عن عمرو بن دینار قال ادرکت تسعة من اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقولون من قال القرآن مخلوق فهو کافر[1]

ہمیں خبر دی شیخ ابو حامد بن ابی طاہر الفقیہ نے انھیں خبر دی عمر بن احمد الواعظ نے انھیں خبر دی محمد بن ہارون الحضرمی نے انھیں خبر دی قاسم بن عباس الشیبانی نے ان سے بیان کیا سفیان بن عیینہ نے کہ حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نو صحابہ کو پایا کہ فرماتے تھے جو قرآن کو مخلوق بتائے وہ کافر ہے۔

عه البیهقی فی الاسماء والصفات اسانیده مظلمة لا یسمح ان یحتج بشیئ منها ولا ان یستشهد[2] ابن الجوزی فی الموضوعات موضوع[3] الذهبی فی المیزان والحافظ فی اللسان والسخاوی فی المقاصد باطل[4] القاری فی المنح لا اصل له[5] السیوطی فی اللآلی لم ار لهذا الحدیث صحة[6] ۱۲ منه حفظه ربه۔

بیہقی نے اسماء و صفات میں کہا ان میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال و استشہاد درست نہیں، ابن جوزی نے موضوعات میں موضوع قرار دیا، ذہبی نے میزان میں اور حافظ نے لسان میں اور سخاوی نے مقاصد میں باطل کہا، علی قاری نے المنح میں کہا اس کی کوئی اصل نہیں، سیوطی نے اللآلی میں کہا میں نے اس حدیث کی کوئی صحت نہ پائی ۱۲ منہ حفظہ ربہ (ت)۔

---

[1] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ اللالکائی فی السنۃ کتاب التوحید دار المعرفۃ بیروت ۱/۹

[2] المقاصد الحسنۃ بحوالہ الاسماء والصفات تحت حدیث ۷۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴

[3] موضوعات ابن الجوزی کتاب التوحید دار الفکر بیروت ۱/۱۰۸

[4] المقاصد الحسنۃ حدیث ۷۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴

[5] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القرآن غیر مخلوق الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۹

[6] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید دار المعرفۃ بیروت ۱/۶

(۱۱) بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن آبائہ الکرام سے راوی کہ مخلوقیت قرآن ماننے والے کی نسبت فرماتے: انه یقتل ولا یستتاب[1] اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ لیں۔

(۱۲) اسی میں امام علی بن مدینی سے منقول انه کافر[2] (وہ کافر ہے۔ ت)

(۱۳) اسی میں امام مالک سے مروی کافر فاقتلوہ[3] کافر ہے اسے قتل کرو۔

(۱۴) جزء الفیل میں یحییٰ بن ابی طالب سے روایت،

من زعم ان القرآن مخلوق فهو کافر[4] ذکر هذه الاربعة الامام السخاوی فی المقاصد الحسنة۔

جو قرآن کو مخلوق کہے کافر ہے (ان چاروں کا ذکر امام سخاوی نے "المقاصد الحسنہ" میں کیا ہے۔ ت)

(۱۵) ابن امام احمد کتاب السنہ میں فرماتے ہیں،

من قال القرآن مخلوق فهو عندنا کافر لان القرآن من صفة الله[5]

قرآن کو مخلوق کہنے والا ہمارے نزدیک کافر ہے کہ قرآن خدا کی صفتوں سے ہے۔

(۱۶) امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں،

من قال القرآن مخلوق فهو زندیق[6]

جو قرآن کو مخلوق کہے وہ بے دین ہے۔

(۱۷) امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں،

القرآن کلام الله من قال مخلوق فهو کافر[7]

قرآن کلام الٰہی ہے جو اسے مخلوق کہے کافر ہے۔

(۱۸) عبداللہ بن ادریس کے سامنے خلق قرآن ماننے والوں کا ذکر ہوا کہ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں

---

[1] المقاصد الحسنہ بحوالہ البیہقی فی الاسماء والصفات تحت حدیث ۷۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۵

[2] المقاصد الحسنہ بحوالہ علی ابن مدینی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۰۵

[3] ؍؍ ؍؍ بحوالہ الامام مالک ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[4] ؍؍ ؍؍ بحوالہ جزء الفیل عن یحییٰ بن ابی طالب ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[5] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ کتاب سنۃ القرآن العظیم کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۵۶

[6] ؍؍ ؍؍ ؍؍ عبداللہ بن مبارک ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[7] ؍؍ ؍؍ ؍؍ سفیان بن عیینہ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

فرمایا:

كذبوا ليس هؤلاء بموحدين هؤلاء زنادقة من زعم ان القرآن مخلوق فقد زعم ان الله مخلوق ومن زعم ان الله مخلوق فقد كفر هؤلاء زنادقة[1]

جھوٹے ہیں وہ موحد نہیں زندیق ہیں جس نے قرآن کو مخلوق کہا اس نے خدا کو مخلوق کہا اور جس نے خدا کو مخلوق کہا کافر ہوا، یہ سب بے دین ہیں۔

(۱۹ تا ۲۱) وکیع بن الجراح و معاذ بن معاذ و یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: من قال القرآن مخلوق فهو كافر[2] (جس نے قرآن کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔ ت)

(۲۲) ابن ابی مریم نے فرمایا: من زعم ان القرآن مخلوق فهو كافر[3] (جو قرآن کو مخلوق مانے وہ کافر ہے۔ ت)

(۲۳ و ۲۴) شبابہ بن سوار و عبدالعزیز بن ابان قرشی فرماتے ہیں:

القرآن كلام الله ومن زعم انه مخلوق فهو كافر[4]

قرآن کلام اللہ ہے جو اسے مخلوق مانے کافر ہے۔

(۲۵) امام یزید بن ہارون نے فرمایا:

والله الذي لا اله الا هو الرحمٰن الرحيم عالم الغيب والشهادة من قال القرآن مخلوق فهو زنديق[5] [illegible]

قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں بڑا مہربان رحمت والا حاضر غائب سب سے خبردار کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے زندیق ہے (ان آخری اقوال کا

عــه **اقول** وجہ ملازمت ظاہر ہے کہ ہر مخلوق حادث اور قرآن لازم ذات اور حدوث لازم حدوث ملزوم کو مستلزم اور ہر حادث مخلوق تو خلق صفت ماننے کو خلق ذات ماننا لازم، حضرات نجدیہ غور کریں کہ یہ لازم شنیع یعنی معاذ اللہ ذات باری کا حادث و مخلوق ہونا ان کے امام پر بھی لازم آیا یا نہیں، مگر خیریت جانیے کہ لازم قول قول نہیں ہوتا ۱۲ منہ دام فیضہ

[1] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ عبداللہ بن ادریس القرآن کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۵۶

[2] " " بحوالہ وکیع بن الجراح و معاذ بن معاذ و یحییٰ بن معین " " " " " " " ۲/ ۵۷-۲۵۶

[3] " " بحوالہ ابن ابی مریم القرآن کلام اللہ غیر مخلوق " " " " ۲/ ۲۵۸

[4] " " بحوالہ شبابہ بن سوار و عبدالعزیز بن ابان القرشی " " " " " " " "

[5] " " بحوالہ یزید بن ہارون " " " " " " " ۲/ ۵۸-۲۵۷

الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ للعلامۃ النابلسی۔

تذکرہ علامہ نابلسی نے الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ میں کیا۔ (ت)

(۲۶) سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وصایا میں فرماتے ہیں:

من قال ان کلام اللہ مخلوق فھو کافر باللہ العظیم[1]

جو قرآن کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

(۲۷) امام فخر الاسلام فرماتے ہیں:

قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت ابا حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی مسئلۃ خلق القراٰن فاتفق رأیی و رأیہ علی ان من قال بخلق القراٰن فھو کافر[2]

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے بروایت صحیحہ ثابت ہوا کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا بالآخر میری اور ان کی رائے متفق ہوئی کہ خلق قرآن ماننے والا کافر ہے۔

(۲۸) مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

صح ھذا القول ایضا عن محمد[3]

یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی بسند صحیح مروی ہوا۔

(۲۹ و ۳۰) فصول عمادی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

من قال بخلق القراٰن فھو کافر[4] اھ

جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کیا وہ کافر ہے۔ (ت)

(۳۱) خلاصہ میں ہے:

معلم قال تا قرآن آفریدہ شدہ است پنجشنبی نہادہ شدہ است یکفر[5] اھ

اگر معلم نے کہا جب سے قرآن پیدا کیا گیا جمعرات بنائی گئی، تو کافر ہو جائے گا اھ (ت)

---

[1] وصیت نامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹ و ۳۰

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ فخر الاسلام القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مصطفی البابی مصر ص ۲۶

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[4] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۶

[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس التاسع فی القرآن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۸

(۴۲) خزانۃ المفتین میں ہے:

من قال بخلق القراٰن فهو کافر، سئل نجم الدین النسفی عن معلمة قالت "قرآن آفریدہ شدہ است سیم پنجشنبگی استاد نہادہ شدہ است"، هل یقع فی نکاحها شبهة قال نعم لانها قالت بخلق القراٰن۱؎

جس نے خلق قرآن کا قول کیا تو وہ کافر ہے، امام نجم الدین نسفی سے ایک معلمہ کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کہا جب قرآن پیدا کیا گیا تیسویں جمعرات استاد رکھا گیا اس معلمہ کے نکاح میں کوئی شبہ واقع ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں، کیونکہ اس نے خلق قرآن کا قول کیا ہے۔ (ت)

ایہا المسلمون! امام وہابیہ کے صرف ایک قول کے متعلق صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وعلمائے دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے یہ بیالیس ۴۲ فتوے ہیں جن کی رُو سے اس پر کفر لازمعہ، اور اس کے بہت سے اقوال کہ اس کے مثل یا اس سے بھی شنیع تر ہیں ان کا گننا ہی کیا ہے ؎

قیاس کن ز گلستانِ او بہارش را

(باغ پر اس کی بہار کو قیاس کرو۔ ت)

اللّٰھم انا نسئلك الثبات علی الایمان و السنة، اٰمین اٰمین یا عظیم المنة۔

اے اللہ! ہم تجھ سے ایمان اور سنت پر ثبات مانگتے ہیں، اے عظیم احسان فرمانے والے! قبول فرما قبول فرما! (ت)

یہ چار تازیانے خاص اس امر کے اظہار میں تھے کہ گروہ نجدیہ نے اس ایک قول میں کتنی بدمذہبیاں کیں، معتزلیت کرامیت وغیرہا کس کس طرح کی ضلالتیں لیں، کیسا کیسا عقائد اجماعیہ اہل سنت کو جھٹلایا، اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی وبے ادبی کو کس نہایت تک پہنچایا، جب بحمداللہ تفصیل مسئلہ سے فراغت پائی

عہ لیحمد وان المحققین فرقوا بین اللزوم والالتزام ثم لیکفیه ما فی هذا من خسار کامل وبوار تام والعیاذ باللہ ذی الجلال والاکرام ۱۲ منه۔

محققین نے لزوم اور التزام کے درمیان فرق کیا ہے یہ غنیمت جانیں پھر کیا اسی میں کامل خسارہ اور مکمل ہلاکت کافی نہیں صاحب جلال واکرام ہی کی پناہ ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ خزانۃ المفتین فصل فی الفاظ الکفر قلمی نسخہ ۱/۱۹۰

ہے بتوفیقہ تعالٰی دلیل دہم کی طرف چلئے یعنی اسی ہذیان دوم میں جو اس نے امکان کذب باری پر ایک تیسری مغالطہ دیا، اس کا رد بلیغ سنئے، اور اس کی تقریر مغالطہ پر پھر ایک نظر ڈال لیجئے کہ تازہ ہو جائے، حاصل اس کلام پریشان کا یہ تھا کہ عدم کذب باری تعالٰی کہ صفات کمال سے ہے، جس سے اس کی مدح کی جاتی ہے وہ صفتِ کمال و قابل مدح یہی ہے کہ کذب پر قادر ہو کر اس سے بچے، سرے سے قدرت ہی نہ ہوتی، تو عدم کذب میں کیا خوبی ہے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا، یونہی جو کذب کا ارادہ کرے مگر کسی مانع کے سبب بول نہ سکے عقلاء اس کی بھی مدح نہ کریں گے۔ اب بتوفیق اللہ تعالٰی پہلے نقوض اجمالی لیجئے پھر حل مغالطہ کا مزہ دیکھئے، واللہ الھادی وولی الایادی (اللہ تعالٰی ہی ہادی ہے، اور وہی مدد کا مالک ہے۔ ت)

تازیانہ ۵: رب عزوجل فرماتا ہے: وما انا بظلام للعبید[1] میں بندوں کے حق میں ستمگار نہیں۔ اور فرماتا ہے: ولا یظلم ربک احدا[2] تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور فرماتا ہے: ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ[3] بیشک اللہ تعالٰی ایک ذرے برابر ظلم نہیں فرماتا۔

اقول ان آیات میں مولٰی عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں مدح کی[عہ۲]! بھلا جو ظلم پر

عہ: اقول اس تقریر کا صاف بیان وضع کرنے کو صرف اتنا جملہ کافی جو تحریر نہم میں زیر دلیل بست و چہارم گزرا کہ اللہ عزوجل پر ہر وہ شی بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص سے بھی خالی ہو ظاہر ہے کہ نفی کمال سے مدح ہونے سے رہی مدح اس کی نفی سے ہوگی جو کمال نہیں اور جو کچھ کمال نہیں وہ باری عزوجل کے لئے محال، ایمان ٹھیک ہو تو یہی دو حرف بس ہیں ۱۲ منہ۔

عہ۲: بحمد اللہ یہ نقض رفیع بدیع ملائے منیع کی ساری تقریر فظیع کو سراپا جادوی جس سے اس کے ہذیان کا ایک حرف نہ بچ سکے، اس تقریر پریشاں کو پیش نظر رکھ لیجئے، اور یوں کہئے ظلم الٰہی ممکن نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہو کہ ظلم و ستم اکثر آدمیوں کی قدرت میں ہے، ہاں ظلم خلاف حکمت ہے تو ممتنع بالغیر ہوا، اسی لئے عدم ظلم کو کمالات حضرت حق سبحانہ سے گنے اور اسی سے اس کی تعریف کرتے ہیں بخلاف شجر و حجر کہ انھیں کوئی عدم ظلم سے ستائش نہیں کرتا، اور ظاہر ہے کہ صفت کمال یہی ہے کہ ظلم پر قدرت تو ہو مگر رعایت مصلحت و مقتضائے حکمت کو اپنی ستمگاری سے بچے کہ ظلم نہ کرے، ایسے ہی (باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۴۹

[3] القرآن الکریم ۴/ ۴۰

قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف، یوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجئے کہ ظلم نہیں کرتا۔ اسی طرح جو صوبہ ظلم چاہے مگر حاکم بالا کا خوف مانع آئے عقلا اس کی بھی مدح ذکر یں گے، تو لاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھے گا، سبحان اللہ! تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ ہر عیب و آلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم رکھا ہے مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملک غیر میں تصرف بے جا کو، جب باری سبحانہ وتعالیٰ کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملک مستقل مان لیجئے، مسلمانوں کو تو بزور زبان تزویر و دستان مشرک کہتے ہو خود سچے پکے کافر مشرک بن جائیے، قال تعالیٰ: لله ما فی السموت وما فی الارض[1] اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ وقال تعالیٰ: قل لمن ما فی السموت والارض قل لله[2] تو فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تو فرماؤ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وقال تعالیٰ: ام لهم شرك فی السموت[3] کیا ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں۔ ولہٰذا اہل سنت وجماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہ سے ظلم ممکن ہی نہیں، شرح فقہ اکبر میں ہے،

لا یوصف الله تعالیٰ بالقدرة علی الظلم لان المحال لا یدخل تحت القدرة وعند	باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شخص سلب عیب ظلم واتصاف کمال عدل سے ممدوح ہوگا بخلاف اس کے جس کے اعضاء وجوارح بیکار ہو گئے ہوں کہ ظلم کر ہی نہیں سکتا یا قوت متفکرہ فاسد ہو گئی ہے کہ معنی ظلم سمجھے اور اس کا قصد کرنے ہی سے عاجز ہے یا وہ شخص کہ جب عدل وانصاف کا حکم دے تو بے تکرار اس سے صادر ہو اور جب ظلم کا حکم چاہے آواز بند ہو جائے یا زبان نہ چلے یا کوئی منہ بند کر دے یا گلا دبا دے یا ایک شخص کسی سے سیکھ کر حکم کرتا ہے آپ حکم دینا جانتا ہی نہیں اور وہ بتانے والا اسے احکام عدل وانصاف ہی بتاتا ہے اس وجہ سے ظلم صادر نہیں ہوتا، یہ لوگ عقلاء کے نزدیک قابل مدح نہیں، بالجملہ عیب ظلم سے ترفع اور اس کی آلائش سے تنزہ کے لئے ظلم نہ کرنا ہی صفت مدح ہے اور عجز ہو تو کچھ مدح نہیں، یا اس کی مدح پہلے کی مدح سے بہت کم ہے انتہی ملاحظہ کیجئے نقص اسے کہتے ہیں کہ نام کو بھی نہ رکھے واللہ الموفق ۱۲ منہ سلمہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۸۴ و ۴/۱۲۶

[2] 〃 〃 ۶/۱۲

[3] 〃 〃 ۳۵/۴۰ و ۴۶/۴

لمعتزلة انه يقدر ولا يفعل[1] ہے اور کرتا نہیں۔

بیضاوی وعمادی وغیرہما تفاسیر میں ہے:

الظلم يستحيل صدوره منه تعالى[2] ملخصًا۔

اللہ تعالیٰ سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے: الظلم محال منه تعالى[3] اللہ تعالیٰ سے ظلم محال ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

الذی یدل علی ان الظلم محال من الله تعالی ان الظلم عبارة عن التصرف فی ملک الغیر والحق سبحانه لا یتصرف الا فی ملک نفسه فیستحیل کونه ظالمًا وایضًا الظالم لا یکون الٰهًا والشیئ لا یصح الا اذا کانت لوازمه صحیحة فلو صح منه الظلم لکان زوال الالٰهیة صحیحًا وذلک محال[4] اھ ملخصًا۔

ظلم الٰہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف سے ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ جو تصرف کرے اپنی ہی ملک میں کرتا ہے تو اس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم[ع1] خدا نہیں ہوتا اور شے جبھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں، تو اگر ظلم الٰہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوال الوہیت بھی ممکن[ع2] ہو اور یہ محال ہے اھ ملخصًا۔

اسی میں زیر قولہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمة[5] الآیة لکھتے ہیں:

الظالم سفيه خارج عن الالٰهية فلو صح

ظالم بے وقوف ہے خدائی سے خارج تو اگر خدا سے

[ع1] لا یخفی علی الفطن الفاہم فرق بین تعبیر الاصل وعبارة العبد المترجم ۱۲ منہ

صاحبِ ذہن وفہم کے لئے اصل اور مترجم کی عبارت میں فرق واضح ہے ۱۲ منہ (ت)

[ع2] یعنی ظلم والوہیت کا جمع ہونا ناممکن کہ ظلم عیب ہے اور الوہیت ہر عیب کو منافی تو صدورِ ظلم کو عدمِ الوہیت لازم ۱۲ منہ۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم مصطفی البابی مصر ص ۳۰

[2] انوار التنزیل (بیضاوی) آل عمران آیۃ وما اللہ یرید ظلمًا للعالمین (النصف اول) " " " ص ۲۹

[3] روح البیان تحت آیۃ وما انا بظلام للعبید المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحب الریاض جزء ۲۶ ص ۱۲۶

[4] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) آیۃ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۰/ ۱۰۲

[5] القرآن الکریم ۲۱/ ۴۷

مما یظہر لصحۃ خروجہ عن الالہیۃ[1] ظلم ممکن ہو تو اس کا الوہیت سے نکل جانا ممکن ہو۔

تفسیر کبیر کی وہی عبارت ہے جس کا ہم تازیانہ اول میں وعدہ کر آئے تھے۔

تازیانہ ۶: وقال ربنا تبارک وتعالٰی:

وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا[2] تو کہہ سب تعریفیں اس خدا کو جس نے اپنے لئے بیٹا نہ بنایا۔

وقال تعالٰی حاکیا عن الجن:

وانہ تعالٰی جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا[3] بے شک بڑی شان ہے ہمارے رب کی جس نے اپنے لئے نہ جورو اختیار کی نہ بچہ۔

اقول ان آیات میں سبوح قدوس جل جلالہ نے یوں اپنی تعریف فرمائی، اب بھلا میاں جی کہیں اپنی دلیل سے چوکتے ہیں، ضرور کہیں گے کہ ان کا خدائے موہوم چاہے تو بیاہ کرے، بچے جنائے، مگر عیب ولوث سے بچنے کو فرد رہتا ہے، جب توصفت مدح ٹھہری ورنہ سرے سے قدرت ہی نہ ہو تو خوبی ہی کیا ہے، یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا گیا، سیدا وحصورا[4] سردار اور عورتوں سے پرہیز رکھنے والا، عجیز نامرد کی کون تعریف کرے گا کہ عورتوں سے بچتا ہے۔

تازیانہ ۷: وقال المولٰی سبحانہ وتعالٰی: وما کان ربک نسیا[5] تیرا رب بھولنے والا نہیں۔ **اقول** اب دہلوی ملا اپنی ہذیانی دلیل کو آیہ کریمہ میں جاری کر دیکھئے تو رب تعالٰی ذکرہ نے عدم نسیان سے اپنی مدح فرمائی اور صفت کمال وقابل مدح یہی ہے کہ باوجود امکان نسیان عیب ولوث سے بچنے کو اپنے علوم حاضر رکھے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ بات نہیں بھولتا حالانکہ عدم نسیان قطعاً اسے بھی حاصل، یونہی اگر ایک شخص بالقصد کسی مسئلہ کو بھلا دینا چاہتا اور عمداً اپنے دل کو اس کی یاد سے پھیرتا ہے، مگر جب بھولنے پر آتا ہے کوئی یاد دلاتا ہے یوں بھلانے پر قدرت نہیں پاتا تو ایسے شخص کو بھی عدم نسیان سے مدح نہ کریں گے تو لاجرم

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیۃ نضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۲/۱۷۶
[2] القرآن الکریم ۱۷/۱۱۱
[3] " " " ۷۲/۳
[4] " " " ۳/۳۹
[5] " " " ۱۹/۶۴

واجب کہ باری سبحانہ کا نسیان ممکن ہو اور وہ اپنے علوم بھول دینے پر قادر تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ ت)

تازیانہ ۸: آیہ کریمہ لا یضل ربی ولا ینسٰی[1] میرا رب نہ بہکے نہ بھولے۔ **اقول** موسیٰ کلیم علٰی سیدہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عدم ضلال سے اپنے رب کی ثنا کی، اگر وہابی میاں جی کی دلیل سچی ہو تو لازم کہ باری عزوجل کا بہکنا ممکن ہو کہ مدح اسی میں ہے کہ باوصف امکان عیب و آلوث سے بچے کہ ضلال میں نہ پڑے، اگر ضلالت پر قدرت ہی نہ پائی تو مجبوری کی بات میں تعریف کاہے کی، پتھر کو کوئی نہ کہے گا کہ یہ راہ نہیں بھولتا یا جب پھینکے ہیں تو سیدھا زمین ہی پر آتا ہے، کبھی بہک کر آسمان کو نہیں چلا جاتا، اسی طرح جب کوئی شخص بہکے کہ ہو تو راہ بتادی جائے یوں بہکنے نہ پائے، اس میں بھی کوئی تعریف نہیں عہ۔ یہ چار تازیانے نقض کے لئے بس ہیں، اور جو شخص طرز تقریر سمجھ گیا اس پر اور نصوص کثیرہ کا استخراج آسان، مگر انصاف یہ ہے کہ جو گستاخ دہن دریدہ حیا پریدہ اپنے رب کے لئے اتنا عجب، عیب و آلوث روا کر چکا، اس سے ان استحالوں کا ذکر بے حاصل کہ وہ سہو و ضلالت جہل و ولادت سب کچھ گوارا کرلے گا ؎

تیر بر جبہۂ نبیا انداز — طعن در حضرت الٰہی کن

بے ادبی و ابجدانی گستے — بیحیا باش و ہرچہ خواہی کن

(انبیاء علیہم السلام کے رتبہ پر تیر برسا، بارگاہ الٰہی میں طعن کر، بے ادب ہوجا پھر جو چاہے کر، بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

تازیانہ ۹: اقول ع

عیب سے جملہ گفتی ہنرش نیز بگو

(اس کے تمام عیوب بیان کئے اب اس کے ہنر بھی بیان کر۔ ت)

عہ مثلاً قال اللہ تعالیٰ، وما اللہ بغافل عما تعملون[2] اللہ غافل نہیں تمہارے کاموں سے۔ تو ملا جی کے مسلک پر لازم کہ اس کی غفلت ممکن ہو۔ وقال اللہ تعالیٰ،

ولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض ولم یعی بخلقہن الآیۃ[3]۔ کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور نہ تھکا ان کے بنانے سے۔

اب ملا جی کہیں گے کہ خدا کا تھکنا بھی ممکن، وعلٰی ہذا القیاس ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵۲ [2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵ و ۱۴۰ و ۱۴۹ و ۳/ ۹۹

[3] ″ ″ ۴۶/ ۳۳

جامعیت اوصاف عجب چیز ہے اور مجموعہ کا فضل آحاد پر ظاہر، دہلوی مُلّا کو بھی اللہ عزوجل نے جامعیت اصناف بدعت عطا فرمائی تھی، دنیا بھر میں کم کوئی طائفہ ارباب ضلالت نکلے گا جس سے ان حضرت نے کچھ تعلیم نہ لی ہو، پھر ایجاد بندہ اس پر علاوہ، تو اس نے فقیر کو چاہے مُعرِّف فتنہ کہئے یا ضلالت کی گمراہیوں کا عطر مجموعہ، اب یہ نفیس دلیل جو حضرت نے امکانِ کذبِ باری عزوجل پر قائم کی، حاشا ان کی اپنی تراشی نہیں کہ وہ دین میں نئی بات نکالنے کو بہت بُرا جانتے تھے بلکہ اپنے اساتذہ کاملہ حضرات معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ سے سیکھ کر لکھی ہے، ان خبیثوں نے بعینہٖ حرف بحرف اسی دلیل سے مولیٰ تعالیٰ کا امکانِ ظلم نکالا تھا اور جو نقض فقیر نے ان حضرت پر کئے بعینہٖ ایسے ہی نقضوں سے ائمہ اہلسنت نے ان ناپاکوں کا رد فرمایا۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ عزوجل ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ فرماتے ہیں:

قالت المعتزلۃ الآیۃ تدل علی انہ قادر علی الظلم لانہ تمدح بترکہ ومن تمدح بترک فعل قبیح لم یصح منہ ذلک التمدح الا اذا کان ہو قادرا علیہ الا تری ان الزمن لایصح منہ ان یتمدح بانہ لایذھب فی اللیالی الی السرقۃ والجواب انہ تعالٰی تمدح بانہ لاتأخذہ سنۃ ولانوم ولم یلزم ان یصح ذلک علیہ وتمدح بانہ لاتدرکہ الابصار ولم یدل ذلک عند المعتزلۃ عــــہ علی انہ یصح ان تدرکہ الابصار۔[1]

یعنی معتزلہ نے کہا آیت مذکورہ دلالت فرماتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم پر قادر ہے، اس لئے کہ رب عزوجل نے اس میں ترکِ ظلم سے اپنی مدح فرمائی اور کسی فعلِ قبیح کے ترک پر مدح جب ہی صحیح ہوگی کہ اسے اس کے کرنے پر قدرت ہو، آخر نہ دیکھا کہ لنجا اپنی تعریف نہیں کرسکتا کہ میں راتوں کو چوری کے لئے نہیں جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح میں فرمایا کہ اسے نیند آئے نہ غنودگی، حالانکہ معتزلہ کے ہاں بھی اللہ تعالیٰ کیلئے یہ ممکن نہیں۔ اور اپنی مدح میں یہ بھی فرمایا کہ ابصار اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں حالانکہ یہ بھی ان کے ہاں ممکن نہیں (ت)

مسلمان دیکھیں کہ معتزلی ذلیل کی یہ بیہودہ دلیل بعینہٖ وہی ہذیان مُلّائے ضلیل ہے یا نہیں، فرق یہ ہے کہ انھوں نے اس قدیم اعدل پر تہمت ظلم رکھی، انھوں نے اس واجب الصدق پر افترائے کذب اٹھایا،

عــہ اقول بل وعندنا ایضا اذا کان الادراک بمعنی الاحاطۃ ۱۲ منہ

میں کہتا ہوں بلکہ ہمارے نزدیک بھی جب ادراک بمعنی احاطہ ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ الخ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۱۰۲/۵

انھوں نے بر تقدیر تنزہ اپنے رب کو تجھ سے تشبیہ دی انھوں نے آنکھ اور پتھر سے ملا دیا، وہی ذلت **اقول** (اسی میں میں نے کہا۔ ت) ؎

هم متواطئ بظلم مليكهم — ذا قائل كذبا يكذب الهه
لا غرو فيه اذ القلوب تشابهت — فالشبه نزاع الى اشباهه[1]

(وہ تمام اپنے مالک کے بارے میں ظلم پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ اپنے الٰہ کو کذاب کہتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ان کے دل ایک جیسے ہیں اور مشبہ اپنے مشابہات کی طرف کھینچنے والا ہوتا ہے۔ ت)

اب ائمہ اہل سنت کا جواب سنئے، امام ممدوح فرماتے ہیں اس دلیل سے جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی تعریف فرمائی کہ اسے غنودگی و خواب نہیں، تو کیا اس سے یہ لازم ہوا کہ معاذ اللہ یہ چیزیں اس کے لئے ممکن بھی ہوں اور اس نے اپنی تعریف فرمائی کہ نگاہیں اسے نہیں پاتیں اس سے معتزلہ کے نزدیک اس پر نظر پہنچنے کا امکان نکلا (انتہی) کیوں ہم نہ کہتے تھے عہ ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
(تمام جو اوصاف رکھتے ہیں تو تنہا ان کا جامع ہے۔ ت)

تازیانہ ۱۰: وھو المعول اقول وباللہ التوفیق

صفات مدائح کے درجات متفاوت ہیں بعض مدائح اولی ہوتے ہیں یعنی اعلٰی درجہ کمال اور بعض تنزلی یعنی فائت الکمال کے مبلغ کمال، پھر یا اس کے حق میں مدح ہوں گے جو مدائح اولٰی نہیں رکھتا، صاحب کمال تام کا اس پر قیاس جہل و وسواس، مثلاً عبادت و تذلل و خشوع و خضوع و انکسار و تواضع انسان کے مدائح جلیلہ سے ہیں اور باری جل شانہ پر محال اور ان کا مدح ہونا فوت کمال حقیقی یعنی معبودیت پر مبنی تھا، معبود عالم عز جلالہ کے حق میں عیب و منقصت ہیں بلکہ اس کے لئے مدح تعالی و تکبر ہے جل وعلا وسبحانہ وتعالٰی، یونہیں ترک نقائص و معائب میں مخلوق کی مدح بالقصد باز رہنے پر مبنی ہونا بھی اس کے نقصان ذاتی پر مبنی کہ وہ اپنی ذات میں سبوح و قدوس واجب الکمال و مستحیل الانتقاص نہیں بلکہ جائز العیوب والقبوح ہے اور منشؤ نفس ذات کے عیوب و نقائص سے

عہ قد مران نقول بالامکان قول بالوقوع بل بالوجوب ۱۲ منہ۔

عہ گزر چکا ہے کہ امکان کذب کا قول کذب کے وقوع بلکہ اس کے وجوب کو مستلزم ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الدیوان العربی الموسوم بساتین الغفران فی الرد علی القائل بامکان کذب اللہ تعالٰی دارالاشاعت لاہور، مجموعہ کلام احمد رضا کراچی ص

منافات میں رکھتا تو غایت مدح اس کے لئے یہ ہے کہ جہاں تک بنے اس فعل سے بچے اور تلوث سے بھاگے، ولہٰذا جہاں بوجہ فقدان اسباب و آلات بعض معائب و فواحش کی استطاعت نہ رہے وہاں مدح بھی نہ ہوگی جیسے نامرد، ہیجڑے یا پنج گونگے کا زنا نہ کرنا، چوری کو نہ جانا، جھوٹ نہ بولنا کہ نا طاقتی کو وہ رہ گئے اور اپنے نفس کو باز رکھنے کا یہاں مفقود، اور جب امکان ہے تو کیا معلوم کہ عصمت بی بی از بیچادری ہیں شاید اسباب سالم ہوتے تو مرتکب ہوتا، سفیہ جاہل نے اپنے رب جل وعلا کو بھی انھیں گونگوں لنجوں بلکہ اینٹوں پتھروں پر قیاس کیا کہ جب تک عیب و نقصان سے متصف نہ ہو سکے عدم عیب کو مدح نہ کہیں حالانکہ یہ مدح اولی و کمال حقیقی تھا کہ وہ اپنے نفس ذات میں متعالی و قدوس و سبوح و واجب الکمالات و مستحیل القبوح ہے تعالی و تقدس، تو عیب کا عیب ممکن سے باز رہنے اور بطور ترفع بالقصد بچنے کی صورت ہی متصور نہیں نہ حاشا قدرت اس کے حق میں مدح بلکہ کمال مذمت و قدح ہے۔ وللہ العزۃ جمیعا (تمام عزت اللہ تعالی کے لئے ہے۔ ت) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تنبیہ نفیس: ایہا المسلمون! ایک عام فہم بات عرض کروں، سفیہ جاہل کا سب مبلغ سعی یہ کہ کذب پر قدرت باری اس سے بچنا صفت کمال ہے مگر کذب ممکن ہی نہ ہو۔ **اقول** جب کذب ممکن ہو تو صدق ضروری نہ رہا، اور جو ضروری نہیں وہ ممکن الزوال، تو حاصل یہ ہوا کہ کمال وہی ہے جسے زوال ہو سکے کہ جو ایسا کمال ہو جس کا زوال محال تو کمال ہی کیا ہے، سبحان اللہ! یہ بھی ایک ہی ہوئی، او احمق! کمال حقیقی وہی ہے جس کا زوال امکان ہی نہ رکھے نہ کہ قابل زوال عارضی کمال ہے نہ ذاتی کمال، مسلمانو! خدا انصاف! باری عزوجل کا صدق یوں ماننا کہ ہے تو سچا مگر جھوٹا بھی ہو سکتا ہے یہ کمال ہوا یا یوں کہ وہ سبوح قدوس تبارک و تعالی ایسا سچا ہے جس کا جھوٹا ہونا قطعاً محال، اہل اسلام ان دونوں باتوں کو میزان ایمان میں تول کر دیکھیں کہ کون گستاخ بے ادب اپنے رب کی تنزیہہ کو بدعت و ضلالت جانے و بنام مدح اس کی مذمت و تنقیص پر اترتا ہے اور کون سچا مسلمان صحیح الایمان اپنے مولی کی تقدیس کو اصل دین مانے اور اس کے صدق و نزاہت و جملہ کمالات کو علی وجہ الکمال ثابت کرتا ہے والحمد للہ رب العالمین و قیل بعدا للقوم الظلمین۔

للہ الحمد اس عشرۂ کاملہ نے ہذیان ناپاک گستاخ بیباک کی دھجیاں اڑا دیں مگر ہنوز ان کی نزاکتوں کو تو بس نہیں ؎

صد سال می تواں سخن از زلف یار گفت
(زلف محبوب کے بارے میں سو سال بھی گفتگو کی جا سکتی ہے۔ ت)

ابھی حضرت کی اسی چار سطری چار دیواری میں شواہد و زوائد وغیرہا مقاصد سے بہت ابکار افکار چشم کشیں عیار، آنجوانِ مردم شکار کی چھیل بل نظر آتی ہے، جنہیں بے خدمت کامل و تسکین بالغ ناشاد و نامراد بھیج سکتا بلکہ چھوڑنا خلافِ مروت و فتوت ذاتی ہے، لہٰذا اپنے سمند رہوار جفنغر خونخوار، صاعقہ برق بار کی دوبارہ عنان لینا اور خامہ نخچیر کار، شہزور شہسوار، شیر گیر ضیغم شکار کو از سر نو رخصت جولان دیتا ہوں و باللہ التوفیق۔

تازیانہ ۱۱: **قولہ** عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند[1] (عدم کذب کو اللہ سبحانہ و تعالٰے کے کمالات سے شمار کرتے ہیں۔ ت) **اقول** اس ہوشیار عیار کی چالاکی دیدنی، صدق کو چھوڑا، عدم کذب پر مباحثہ چھیڑا تاکہ جماد وغیرہ کی نظیریں جا سکے۔ ظاہر ہے کہ پتھر کو سچا نہیں کہہ سکتے مگر یہ بھی ٹھیک ہے کہ جھوٹا نہیں حالانکہ قلب مضطر اور عقل ماؤف ہو تو فقیر ایک نکتہ بدیعہ القا کرے، سلب کسی شے کا بنفسہ ہرگز صفت کمال نہیں ورنہ لازم آئے کہ معدومات کروڑوں اوصاف کمال سے موصوف اور اعلٰی درجہ مدح کے مستحق بلکہ باری تعالٰی کی تنزیہ و تقدیس میں اس کے شریک ہوں کہ بحالت عدم موضوع سب سالبے سچے ہیں جو سرے سے موجود ہی نہیں وہ جسم بھی نہیں، جہت میں بھی نہیں، زمان میں بھی نہیں، مکان میں بھی نہیں، مصور بھی نہیں، محدود بھی نہیں، مرکب بھی نہیں، متجزی بھی نہیں، حادث بھی نہیں، متناہی بھی نہیں، کاذب بھی نہیں، ظالم بھی نہیں، مخلوق بھی نہیں، فانی بھی نہیں، ذی زوجہ بھی نہیں، ذی ولد بھی نہیں، اسے خوف بھی نہیں، اونگھ بھی نہیں، بھولتا بھی نہیں، مجہول بھی نہیں۔ بیشک یہ اور ان جیسے صدہا اور سب صادق ہیں مگر کوئی مجنون ہی ان سلوب کو اس سلب کے لئے صفت مدح و کمال جانے گا۔ ہاں عیوب و نقائص کا سلب اس وقت معرض مدح و بیان کمال میں آتا ہے جب کسی صفت کمال کے ثبوت پر مبنی اور صفت مدح سے منبئی ہو، وہذا قضایا سے مذکورہ باری عزوجل کے مدائح سے ہیں کہ ان چیزوں کا سلب اعظم صفات کمال یعنی وجوب وجود کے ثبوت سے ناشی اور ان کے بیان سے اس کا سبوح و غنی و قدوس و متعالی ہونا ظاہر، باری عزوجل کا کہنا کہ متجزی نہیں، بیشک مدح ہے کہ اس سے اس کا غنا سمجھا گیا اور نکتہ کو کہئے تو کچھ تعریف نہیں کہ اس کے لئے خوبی رنگی کر وہاں خنثا، کہ متجزی محتاج کے محتاج المحتاج کی محتاجی ہے وعلٰی ہذا القیاس، جب یہ امر ممہد ہولیا تو ظاہر ہو گیا کہ حقیقۃً صدق صفت کمال ہے نہ مجرد عدم کذب جو معدومات بلکہ محالات کے بارے میں بھی صادق البتہ سلب کذب وہاں مفید مدح جہاں اس کا سلب ثبوت صدق کو مستلزم، مثلاً زید عاقل ناطق کی تعریف کیجئے کہ جھوٹا نہیں، بیشک تعریف ہوئی کہ جھوٹا نہیں تو آپ ہی سچا ہوگا اور سچا ہونا صفت کمال تو اس سلب نے ایک صفت کمال کا ثبوت بتایا، لہٰذا محل مدح میں آیا، جہاں ایسا نہ ہو وہاں نہ سلب نہ مفید مدح نہ مظہر کمال، یہ نکتہ بدیعہ ملحوظ رکھئے پھر دیکھئے کہ عیار بہادر کی دم [illegible] غیریں کیا کیا گلے کرتی ہیں۔ واللہ الموفق۔

---

[1] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

تازیانہ ۱۲ و ۱۳: **قولہ** اخرس وجماد کہ ایشاں را بعدم کذب مدح نمی کنند[1] (گونگے اور جماد کی مدح عدم کذب سے کوئی نہیں کرتا۔ ت) **اقول** دونوں نظیروں پر پتھر پڑے ہیں، گنگ و سنگ کی کیوں مدح کریں کہ وہاں سلب کذب ثبوت صدق سے ناشی نہیں، گونگا یا پتھر اگر جھوٹا نہ ہوا تو کیا خوبی کہ سچا بھی تو نہیں، تو وُہ استلزام صفت کمال جو منشاء مدح تھا یہاں منتفی، سر یہ ہے کہ منفصلہ حقیقیہ کے مقدم و تالی میں جب وہ صفت مدح و ذم محمول ہوں تو جس فرد موضوع سے ذمیمہ کو سلب کیجئے مدیحہ ثابت ہوگی کہ یہاں ہر ایک کا رفع دوسری کے وضع کو منتج، بخلاف ان چیزوں کے جو زیر موضوع مندرج ہی نہیں کہ ان سے دونوں محمول کا ارتفاع معقول، پھر سلب ذم ثبوت مدح پر کیونکر محمول، یہاں قضیہ کل متکلم مخبر اما صادق واما کاذب (ہر متکلم خبر دینے والا یا وہ صادق ہوگا یا کاذب۔ ت) تھا اخرس جماد پر سرے سے وصف عنوانی ہی صادق نہیں پھر عدم کذب ان کے لئے کیا باعث مدح ہو، دیکھا او ذی ہوش! یہ فارق ہے نہ وہ کہ جب تک عیب ممکن نہ ہو کمال حاصل ہی نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تکمیل جمیل: **اقول** او مجوزی نظیروں سے بیچارے عوام کو چھلنے والے! اس تفرقہ کی بھی نظیر دیکھ، مسلمان کو اہل بدعت کے بہتر فرقے پر گنا کر کہئے رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قادری، ناصبی وغیرہ نہیں تو بیشک اس کی بڑی تعریف ہوئی، اور یہی کسی کتابی یا کافر کو کہئے تو کچھ تعریف نہیں حالانکہ یہ سب جیسے دونوں جگہ قطعاً صادق، تو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلمان باوجود قدرت رافضی وہابی ہونے سے بچا لہٰذا محمود ہوا اور اس کافر کو رافضی وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی لہٰذا مدح نہ ٹھہرا، کوئی جاہل سے جاہل یہ فرق نہ کہے گا بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی سنی ہونے کا اثبات کرے گی لہٰذا اعظم مدائح سے ہوا اور کافر سرے سے مقسم یعنی کلمہ گوئی سے خارج، تو ان کی نفی سے کسی وصف محمود کا اس کے لئے اثبات نہ نکلا، ولہٰذا مفید مدح نہ ٹھہرا، والحمد للہ علی اتمام الحجۃ ووضوح المحجۃ (اتمام حجت اور وضاحت دلیل پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ ت)

تازیانہ ۱۴: **قولہ** بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ باشد و تکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد[2] (بخلاف اس کے جس کی زبان ہی ماؤف ہو اور وہ جھوٹا کلام کر ہی نہ سکے۔ ت) **اقول** اچھا ہوتا کہ تم بھی اسی کس کے مثل ہوتے کہ ایسے کاذب کلاموں سے لب تو نہ ہوتے، اے عقلمند! وہ ماؤف اللسان تکلم بکلام صادق بھی نہ کرسکے تو عدم مدح کی وہی وجہ کہ سلب کذب سے ثبوت صدق نہیں۔

تازیانہ ۱۵: **قولہ** یا قوت مفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع نمی تواند کرد[3] (یا اس کی سوچ و فکر کی قوت فاسد ہو کہ قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہ کرسکے۔ ت) **اقول** تم سے بڑھ کر

---

[1] و [2] و [3] رسالہ یکروزہ (فارسی) شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۴ و ۱۵

فاسد المتفکرہ کون ہوگا، پھر کتنے قضایائے باطلہ کا عقد کرسکے ہو، بھلا حضرت کی فساد متفکرہ صرف قضایائے کاذبہ ہی کے لئے ہوگا اور جب معطّل ہے تو عقد قضیہ مطابقہ پر بھی قدرت نہ ہوگی تو صراحۃً وہی فارق صادق اور وہم زہق۔ ہاں جبکہ تمام تعقل سالم اشتغال کو طلب الٰہی صدق محض کی استطاعت دے کہ وجہ مانع نفسی اصدار کذب سے ممنوع و مصروف ہو تو یہ عدم کذب بیشک مدح عظیم ہوگا اسی وجہ سے کہ اب ثبوت صادقیت کبریٰ سے جلی اور کمال جلیل یعنی عصمت من اللہ پر مبنی، خلاصہ یہ کہ شخص مذکور اس طور پر زیر موضوع مندرج اور بطور فساد تفکر خارج۔ فظھر التفرقۃ وذھب الوسوسۃ (فرق ظاہر اور وسوسہ ختم ہوا۔ ت)

تازیانہ ۱۶ تا ۱۹: قولہ یا شخصے کہ کلام صادق ازو صادر می گردد ہرگاہ ارادہ کلام کاذب نماید آواز او بند میگردد یا زبان او وقف میشود یا کسے دہن او بند یا حلقوم او خفہ کند (یا ایسا شخص ہے جس سے جب سچا کلام کرتا ہے وہ اس سے صادر ہوتا ہے اور جب جھوٹا کلام کرتا ہے تو آواز بند ہوجاتی ہے یا زبان ماؤف ہوجاتی ہے یا کوئی اس کا منہ بند کردیتا ہے یا گلا دبا دیتا ہے۔ ت) **اقول** ایسا تو کیا کہوں جو آپ کی طبع نازک کو بالکل خفہ کند، ہاں اتنا کہوں گا کہ آپ کی تو اپیل کرتے ہی توڑ ڈالتے ہیں، یہ چار نظیریں عجیب نظیریں ہیں کہ بایدوشاید، او عقل کی پڑیا! جب وہ موہوم متکلم کذب کرچکا تو کلام نفسی میں کاذب ہوچکا اگرچہ بوجہ مانع صادر نہ ہوسکا تو اس کے عدم سے حکم کذب کیونکر ٹلا، کذب حقیقۃً صفت معنی نفسی ہے نہ وصف لسانی پھر اس کی مدح کیا معنی قطعاً مذموم ہوگا بھلے سے، دیگر اگلی نظیروں میں عدم کذب کی صورت تو تھی یہاں اللہ کی عنایت سے وہ بھی نہ رہی، صریح کذب متحقق و موجود اور عدم کذب کی نظیروں میں مسدود، جبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی جب گمراہ کرتا ہے عقل پہلے لے لیتا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۲۰: قولہ یا کسے کہ چند قضایائے صادقہ یاد گرفتہ واصلا بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت ندارد بنا علیہ تکلم بکاذب ازو صادر نگردد (یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں دیگر جملوں پر وہ قدرت نہیں رکھتا اس بنا پر اس سے جھوٹ صادر نہیں ہوتا ہے۔ ت)

اقول یہ صورت بھی وہی فساد عقل کی ہے جس سے فقط حفظ صوادق کا شعبہ بڑھایا، مگر کام نہ آیا قطع نظر اس سے کہ یہ تصویر کیسی اور ایسے شخص سے حفظ قضایا معقول بھی ہے یا نہیں۔

اولاً انسان مرتبہ عقل بالملکہ میں بالبداہۃ ترکیب قضایا پر قادر، تو سرے سے تصویر ہی باطل اور عقل ہیولانی میں کہ تعقل انجلائی نہیں ہوتا، اگر تعقل نسبت خبریہ معقول بھی ہو تاہم حکایت وقصد افادہ قطعاً غیر معقول اور صدق کذب باعتبار حکایت ہی ہیں، نہ باعتبار مجرد علم، ورنہ معاذ اللہ عالم کذب کاذب ٹھہرے تو یہاں بھی سلب کذب سے ثبوت لازم نہ ہوا اور وہی فارق پیش آیا۔

---

۱ و ۲ رسالہ یک روزہ شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

ثانیاً جو اصلاً کسی قضیہ حتی قضایائے وہمیہ و احکام شخصیہ بدیہیہ حسیہ پر بھی قادر نہ ہو قطعاً مجانین بلکہ حیوانات سے بھی بدتر اور جمادات سے ملحق تو اس کا کلام کلام نہ ہوگا، صوت بے صورت ہوگی اور صدق و کذب اوّلاً بالذات صفت معانی ہے، نہ وصف عبارات، تو بات اگرچہ بایں معنی سچی ہو کہ سامع اس سے ادراک معنی مطابق للواقع کرے مگر اس سے اس جمادی آواز کرنے والے کا صدق لازم نہیں کہ معنی متصف بالصدق اس کے نفس سے قائم نہیں حتی کہ علماء نے کلام مجنون کو بھی خبریت سے خارج کیا اور پر ظاہر کہ صدق و کذب اوصاف خبر ہیں نہ شامل مطلق آواز، مولانا بحر العلوم قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں:

الکلام الصادر عن المجنون لایکون مقصودا بالافادۃ فلا یکون حکایۃ عن امر حتی یکون خبرا۔[1]	پاگل سے صادر ہونے والا کلام مقصود کے لئے مفید نہیں ہوتا لہذا کسی امر (واقع) سے حکایت ہی نہیں حتی کہ اسے خبر قرار دیا جائے (ت)

تنبیہ ۲: ارشاد بہ تسفیہ جملہ نظائر۔ اقول ایھا المسلمون! سفیہ جاہل نے حتی الامکان اپنے رب میں راہ کذب نکالنے کو نظیریں دیں، بحمد اللہ سب بے معنی، ہم نے اس وقت تک ان کے رد میں اس امر پر بنائے کار رکھی کہ عدم کذب بنفسہ کمال نہیں جب تک ثبوت کمال پر مبنی نہ ہو، اور یہاں ایسا نہیں، اس کی سزا کو اسی قدر بس تھی، مگر غور کیجئے تو معاملہ اور بھی بالکل معکوس اور عقل مستفسد کا سر منکوس اور تمام نظائر زدہ بر قفا ہیں یعنی یہاں عدم قدرت علی الکذب کا بربنائے کمال ہونا بالائے طاق الٹا بربنائے عیوب و نقائص ہے، کہیں عدم عقل کہیں عجز آلات، کہیں لحوق مغلوبی کہیں عروض آفات، پھر ایسا عدم کذب اگر ہوگا تو مورث ذم ہوگا نہ باعث مدح، یہی وجہ ہے کہ ان صورتوں میں سلب کذب سے تعریف نہیں کرتے نہ وہ جاہلانہ و سفیہانہ خیال کہ عیب پر قدرت نہ ہونا مانع کمال، اب ختم الٰہی کا ثمرہ کہ سفیہ جاہل کو خدا و جماد میں فرق نہ سوجھا، اس کا عدم کذب اس کے کمال عالی یعنی سبوحیت و قدوسیت بلکہ نفس الوہیت سے ناشی کہ الوہیت اپنی حد ذات میں ہر کمال کی مقتضی اور ہر نقص کی منافی اور ان کا عدم کذب عیوب و نقائص پر مبنی پھر کیسی پرلے سرے کی کوری یا سینہ زوری کہ عین کمال کو کمال نقص پر قیاس کرے اور ان خشک پتھروں کے عیوب و نقائص ازلی مجید کے ذمے دھرے، جاہل پر ایسی نظیر دینی لازم تھی جس میں عدم کذب بآنکہ کمال سے ناشی ہوتا پھر بھی بعلت عدم امکان مدح نہ سمجھا جاتا، و فی سہ ذلک'' اب جو اس کا حامی بنے سب کو دعوت عام دیجئے کہ ایسی نظیر ڈھونڈ کر لاؤ، فان لم تفعلوا ولن تفعلوا[2] (پھر اگر نہ کرسکو گے اور ہرگز نہ کرسکو گے۔ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۰۶

[2] القرآن الکریم ۲/۲۴

تنبیہ دوم: **اقول** اس سے زائد قہر یہ ہے کہ اپنا کہا خود نہیں سمجھا، نظیریں دے کر بالجملہ کہہ کر آپ ہی خلاف مطلب یہ نکالتا ہے کہ عدم کذب اگر بربنائے عجز ہو تو مورث مدح نہیں، معلوم ہوا کہ ان نظائر میں تحقیق عجز وقصور پر مطلب ہے، پھر باری عزوجل کے عدم کذب کو ان سے ملاتا ہے حالانکہ وہاں عیب ومنقصت پر عدم قدرت زنہار عجز نہیں بلکہ عین کمال ومدحت اور معاذ اللہ داخل قدرت ماننا ہی صریح نقص ومذمت، یہ تقریر کافی ووافی طور پر مقدمہ رسالہ ونیز رد ثالث بذیان اول میں گزری اور وہیں یہ بھی بیان ہوا کہ عجز جب ہے کہ جانب فاعل قصور وکمی ہو جیسے اے سفیہ! ان تیری نظیروں میں کہ گنگ وسنگ اپنے نقصان کے باعث جھوٹ سچ کچھ نہیں بول سکتے نہ یہ کہ جانب قابل کا وہ حق ہو کہ تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا، جس طرح جناب باری عزوجل کا کذب وغیرہ تمام عیوب سے منزہ ہونا، اسے ہرگز کوئی مسلم عاقل عجز نہیں ذکر کرے گا، یارب مگر ابن حزم سا کوئی ضال اجہل یا ان حضرت سا جاہل اضل، وباللہ العصمۃ عن مواقع الزلل والحمد للہ الاعز الاجل (پھسلنے کے مواقع سے اللہ ہی کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے اور تمام حمد اللہ غالب وبزرگ تر کے لئے ہے۔ ت)

بحمد اللہ بطرف نظائر پر تازیانوں کا دوسرا عشرہ کامل ہوا، بلکہ خیال کیجئے تو یہاں تک اسی مسئلہ کے متعلق سماعت شریفہ پر سات تازیانے اور گزرے۔ تازیانہ اول میں دوسرا **ثم اقول** (میں پھر کہتا ہوں۔ ت) جس نے حضرت کا تناقض ثابت کیا، اور دوم وسوم وپنجم کے بعد کی تنبیہات اور بست وششم کا ثانیا اور اس کے بعد کی دو تنبیہیں، یہ ساتوں جداگانہ تازیانے گنے جائیں تو حقیقۃً عشرہ اولٰی میں چودہ اور ثانیہ میں تیرہ، کل ستائیس تازیانے یہاں تک ہوئے چلتے وقت کے تین اور لیجئے کہ تیس کا عدد جو دونوں تنزیہ سابق میں بھی محفوظ رہے پورا ہوجائے، خصوصًا ان میں ایک تو ایسا شدید کامل جس سے جان بچانی مشکل جو آپ کا خلاصہ مطلب کھو کر اصل مذہب سر چڑھ کر بولے وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق (توفیق اور حصول تحقیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت)

تازیانہ ۲۸: **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) شاہ ظریفا نے اگرچہ بظاہر اغوائے جہال کہ عوام اہل اسلام اپنے رب ذوالجلال والاکرام کے حق میں صریح دشنام سن کر بھڑک نہ جائیں، مطلب دلی کے رو سے زشت پر پردہ ڈالنے کو براہ تقیہ کہ روافض سے بڑھ کر اصل اصیل مذہب نجدیہ ہے، یہ کلمات بڑھا دئے کہ "کذب مذکور از آنرو منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیرست"[1] (ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہذا یہ کذب ممتنع بالغیر ہے۔ ت) مگر اس کے ساتھ ہی جو مذہب خبیث جوش پر آیا اور نظیریں دینے کا شوق گدگدایا تو کھلے بندوں علانیہ بتایا کہ کذب الٰہی میں اصلاً امتناع بالغیر کی بو بھی نہیں قطعًا جزمًا جائز ووقوعی ہے جس کے وقوع میں استحالہ عقلی وشرعی درکنار استبعاد عادی کا بھی

---

[1] رسالہ یک روزہ   شاہ محمد اسمٰعیل   فاروقی کتب خانہ ملتان   ص ۱۰

نام ونشان نہیں، ثبوت لیجئے اگر اس کے مذہب میں کذب الٰہی ممکن بالذات وممتنع بالغیر ہوتا تو نظیریں وہ دیتا جن میں ممتنع بالذات ہو کہ دیکھو جہاں امتناع ذاتی ہوتا ہے عدم کذب باعث مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل کے لئے مدح ہے تو اس کے حق میں امتناع ذاتی نہیں، مگر برخلاف اس کے مثالیں وہ دیں جن میں امتناع ذاتی کا پتہ نہیں۔ مثلاً جس کا منہ بند کرلیں یا گلا گھونٹ دیں اور اس وجہ سے وہ جھوٹ نہ بول سکے تو ظاہر کہ بولنے پر یقیناً قادر، اگر بالفرض امتناع ہے تو اس عارض کی وجہ سے تو نہ ہوا مگر امتناع بالغیر امام تجدید اسے بھی مانع مدح بیان کر باری عزوجل سے صراحۃً سلب کرتا ہے، پھر کیوں منافقہ کیا تھا "ممتنع بالغیر ست" (کذب باری تعالٰی ممتنع بالغیر ہے۔ ت) صاف کہا ہوتا "اصلاً امتناع بالغیر ہم بہرہ ندارد" (امتناع بالغیر سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ت) اے حضرت! اُدھر کیوں جائیے پہلی بسم اللہ اخرس وجماد ہی کی نظیر لیجئے جن اخرس تو انسان ہے، جماد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے کتب حدیث دیکھئے بطور خرق عادت ہزار بار پتھروں جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار بار ہوگا قریب قیامت آدمی سے اس کی ران باتیں کرے گی، جب اہل اسلام یہود عنود کو قتل کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑ لیں گے شجر وحجر مسلمان سے کہیں گے اے مسلمان آ یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ اسی طرح سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا احادیث میں وارد اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء[1] | کافر اپنی کھالوں سے بولیں گے تم نے کیوں ہم پر گواہی دی، وہ بولیں گی ہمیں اس اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔

اگر کلام جماد واخرس ممتنع بالغیر یا محال شرعی ہوتا، نہ زنہار وقوع کا نام نہ پاتا کہ ہر ممتنع بالغیر کا وقوع اسی غیر یعنی ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم، تو وقوع نے ظاہر کردیا کہ صرف خلاف عادت ہے جب وقوع کلام ثابت اور ان کے استحالہ کذب پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی، تو یقیناً ان کے لئے بھی جواز وقوعی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی، اب جیوٹ بہادر استدلال کرتا ہے کہ ایسا عدم کذب مفید مدح نہیں ہوتا، اور باری عزوجل میں مدح ہے، تو لاجرم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا، اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے، آگے خود دیکھ لیجئے کہ اخرس وجماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا، نہ زنہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالہ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور ملا سے جیسا کہ اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا، العیاذ باللہ! اگر لازم قول قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے، مگر جیسی احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا، اہل بدعت خصوصاً تجدیہ کو

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۲۱

2 یہ شخص جن کا معلم و امام ہے کفر و شرک کر کے سیر کئے ہوئے ہیں، بات بیچے اور کفر و شرک چلے، اگر جزؤا سیئۃ
2 سیئۃ مثلہا[1] (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے۔ت) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتوی کفر دیتے، مگر الحمدللہ یہاں ادفع بالتی ھی احسن[2] (برائی کو بھلائی سے ٹال۔ت) پر عمل اور کلمہ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں، والحمدللہ رب العالمین۔

تازیانہ ۲۹: اقول منافات حکمت کے سبب کذب کو زبانی ممتنع بالغیر کہنا اس سفیہ کا صریح تناقض ہے شے ممتنع بالغیر جب ہو سکتی ہے کہ کسی محال بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن کا ممکن کو ناممکن کرنا لازم آئے اور انتفائے حکمت اگرچہ اہلسنت کے نزدیک ممتنع بالذات مگر ان حضرت کے دین میں بالیقین ممکن کہ آخر سلب حکمت ایک عیب و منقصت ہے اور وہ تمام عیوب و نقائص کو ممکن مان چکا پھر کس منہ سے کہتا ہے کہ منافات حکمت باعث امتناع بالغیر ہوئی، الحمدللہ اہل بدعت کے بارے میں اس طرح سنت باری تعالٰی ہے کہ انہیں کے کلام سے انہیں کے کلام پر حجت و الزام قائم فرماتا ہے ع

ومنہا علیٰ بطلانہا شواھد

(ان میں سے ان کے بطلان پر شواہد جاری ہیں۔ت)

سچ کہا ہے:

دروغ گو را حافظہ نباشد
(جھوٹے شخص کا حافظہ نہیں ہوتا۔ت)

تازیانہ ۳۰: اقول سبحان اللہ! ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ امام الطائفہ نے امتناع بالغیر محض تقیۃً مانا حقیقۃً اس کا مذہب جواز وقوعی ہے، مگر غور کیجئے تو وہاں کچھ اور ہی گل کھلا ہے، امام و ماموم، خادم و مخدوم سب سارا طائفہ لزوم کذب الٰہی کو واقع اور موجود گا رہا ہے، صراحۃً کہتے ہیں کہ کذب مقدور اور بلاشبہہ مقدوریت کذب مقدوریت صدق کو مستلزم، کما دللنا علیہ فی الدلیل السادس والعشرین (جیسا کہ اس پر ہم نے چھبیسویں دلیل میں اشارہ کیا ہے۔ت)، اور امام الطائفہ نے توصاف بتادیا کہ برعایت مصلحت صدق اختیار فرمایا، اب کتب معتقدہ ملاحظہ کیجئے، ہزار در ہزار قاہر تصریحیں

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۴۰
[2] ؍ ؍ ۴۱/ ۳۴

ملیں گی کہ جو کچھ باختیار صادر ہو قدیم نہیں تو لاجرم صدقِ الٰہی حادث ٹھہرا اور ہر حادث ازل میں معدوم اور ازل کیلئے نہایت نہیں، تو بالیقین لازم کہ ازل غیر متناہی میں مولیٰ تعالیٰ سچا نہ رہا ہو اور جب سچا نہ تھا تو معاذ اللہ ضرور جھوٹا تھا لاانفصال لحقیقی بینہما (کیونکہ ان دونوں کے درمیان انفصال حقیقی ہے ۔ ت) عجب ضلال پلشت کا چہرۂ زشت چھپانے کو یوں کہتے ہو کہ کذبِ الٰہی ممکن ہے، یوں نہیں کہتے کہ خدائے موہوم طائفہ معلوم کروڑوں برس تک جھوٹا رہ چکا ہے، پھر اب بھی اپنی پرانی آن پر آئے تو کیا ہے۔ تعالی اللہ عما یقولون علوًا کبیرًا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالا ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔ ت)

تازیانہ ۳۱: میں نے بارہا قصد کیا کہ تازیانوں میں دس میں تیس پر بس کروں مگر جیسا ان حضرت کی شوخیاں بے پایاں ہیں، وہاں تو ہے

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

(سر کی مانگ سے لے کر قدم تک ہر جگہ پر نظر ڈالو دامنِ دل ہر جگہ کے بارے میں کہے گا کہ یہی ہے ۔ ت)

اسی رسالہ یکروزی میں حضرت مذکورہ سے دو سطر اوپر نظر کرو تو وہاں تو خوب ہی سانچے میں ڈھلے ہیں یہاں تو اس مذہب کے جمال مطلب پر پردۂ تقیہ تھا وہاں حضرت بے نقاب چلے ہیں۔ اعتراض یہ تھا کہ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام اوصاف کمالیہ میں حضور کا شریک من حیث ہو شریک ممکن ہو تو خبرِ الٰہی کا کذب لازم آئے کہ وہ فرماتا ہے:

ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین[1] لیکن اللہ کے رسول اور انبیاء کے آخری ہیں (ت)

اور وصفِ خاتمیت میں شرکت ناممکن، حضرت اس کا ایک جواب یوں دیتے ہیں:

بعد اختیار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلاً مستلزم تکذیب نصے از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست داخل تحت قدرت الٰہیہ، کما قال اللہ تعالیٰ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک

اختیار کے بعد یہ ممکن ہے کہ اس آیہ کریمہ کو بھول جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل کے وجود کے امکان والی بات نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب کا مستلزم نہ ہوگی جبکہ نازل شدہ قرآن کا سلب ممکن ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو آپ کی طرف کی ہوئی وحی کو اٹھالیں پھر آپ ہمارے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

26 بہ علینا وکیلا[۱] **پاس** کوئی وکالت کرنے والا نہ پاتے۔ (ت)

حاصل یہ کہ امکانِ کذب ماننا تکذیبِ قرآن کو اسی صورت میں مستلزم کہ آیاتِ قرآن بھی محفوظ رہیں حالانکہ ممکن کہ اللہ تعالٰی قرآن ہی کو فنا کردے۔ پھر تکذیب کاہے کی لازم آئے۔

اقول ایّھا المؤمنون! دیکھو صاف صریح مان لیا کہ خدا کی بات واقع میں جھُوٹی ہوجائے تو ہوجائے اس میں کچھ حرج نہیں، حرج تو اس میں ہے کہ بندے اسے جھوٹا جانیں، یہ اسی تقدیر پر ہوگا کہ آیات باقی رہیں جن کے ذریعہ سے ہم جان لیں کہ خدا کی فلانی بات جھُوٹی ہُوئی اور جب قرآن ہی محو ہوگیا پھر جھُوٹی پڑی تو کسی کو جھوٹ کی خبر بھی نہ ہوگی تکذیب کون کرے گا، غرض سارا ڈر اس کا ہے کہ بندوں کے سامنے کہیں جھُوٹا نہ پڑے واقع میں جھوٹا ہوجائے تو کیا پروا، انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)، اے سفیہ ظلوم! یہ تیرا خدائے موہوم ہوگا جو بندوں کے طعنوں سے ڈر کر جھُوٹ سے بچے اور ان سے چھُپا چھپا بھلا بھلا کر خوب پیٹ بھر کر لے بھلا سچّا خدا بالذات ہر عیب و منقصت سے پاک ہے کہ کذب وغیرہ کسی نقصان کو اس کے سراپردہ عزت تک بار ممکن نہیں، اور جو افعال اس کے ہیں حاشا وہ ان میں کسی سے نہیں ڈرتا، یفعل اللہ ما یشاء[۲] (اللہ جو چاہے کرے۔ ت)، یحکم ما یرید[۳] (حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ ت) اس کی شان ہے، اور لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون[۴] (اس سے نہیں پُوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ت)۔ اس کے جلالِ عظیم کا بیان، لہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض[۵]، سبحانہ وتعالٰی عما یصفون[۶] (اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔ ت)

تازیانہ ۳۲: رب جلیل کو خلق کا خوف ماننا حضرت کا قدیمی مسلک ہے، تقویۃ الایمان میں بھی بحثِ شفاعت میں فرما گئے: "آئین بادشاہت کا خیال کرکے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے

---

[۱] رسالہ یکروزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

[۲] 〃 ۱۴/۲۷

[۳] 〃 ۵/۱

[۴] 〃 ۲۱/۲۳

[۵] 〃 ۴۵/۳۶

[۶] 〃 ۶/۱۰۰

دل میں اس آئین کی قدر ہمت نہ جاوے[1] "العظمۃ للہ"! اسفیہ جہول نے خدا کو بھی دارا و سکندر یا ہمایوں و اکبر سمجھا ہے کہ اپنی مرضی پوری کرنے کو دوسروں کے لحاظ سے حیلے ڈھونڈتا ہے، الا بعدًا للقوم الظّٰلمین[2] (دور ہوں بے انصاف لوگ۔ ت)

تازیانہ ۳۳: **قولہ** "سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست"[3] (نزول کے بعد قرآن مجید کا سلب ممکن ہے۔ ت)

اقول اے طرفہ معجون جہالت بدعات! قرآن مجید اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ازلیہ ابدیہ ممتنع الزوال ہے، نہ اس کا وجود اللہ عزوعلا کے ارادہ و اختیار و خلق و ایجاد سے، نہ اس کا سلب و اعدام اللہ تعالٰی کی قدرت میں، ورنہ اپنی ذات کریم کو بھی سلب کرسکے مقتضائے ذات بے اقتضائے ذات متحقق نہیں ہوسکتا۔

تازیانہ ۳۴: **قولہ** "کہ قال اللہ تعالٰی"[3] (اس کا قول، جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔ ت)

اقول کیا خوب، کہاں ذاہب کہاں مسلوب، مگر آپ کو تحریف معنوی مرغوب۔

تنبیہ: ہیہات یہ گمان نہ کرنا کہ سلب سے مراد قلب سے زوال ہے، اولًا جس ضرورت سے اس طرف جھکیے وہ حضرت کے بالکل خلاف مذہب کہ یہ شخص صفات باری کو عیاذًا مخلوق و اختیاری مانتا ہے، جیسا کہ علم الٰہی و صدق ربانی کے بارے میں اس کی تصریحیں گزریں اور بیشک جو چیز مخلوق و مقدور ہے اس کی ذات کا سلب بھی ممکن، تو برخلاف مسلک قائل تاویل قول غلط و باطل۔

ثانیًا ہم نے تنزیہ دوم میں بدلائل ثابت کردیا کہ صدق کو اختیاری ماننے والا قطعًا قرآن عظیم کو حادث مانتا ہے اور بیشک ہر حادث قابل فنا، پھر اس کے نزدیک فنائے قرآن یقینًا جائز۔

ثالثًا خاص یہاں بھی حضرت کا مطلب ان کی جانب نظر میں یہی نکلے گا کہ قرآن مجید فی نفسہ معدوم ہوسکے کہ جب خبر ہی نہ رہی تو کاذب کیا ہوگی ورنہ مجرد سہو ہوجانا ہرگز منافی کذب نہیں ہوسکتا، کما لا یخفٰی فاعرف (جیسا کہ مخفی نہیں لہٰذا اسے اچھی طرح جان لو۔ ت)

تازیانہ ۳۵: **اقول** بفرض محال اگر سلب قرآن ممکن بھی ہو تاہم جناب سفاہت مآب کا جواب مجاب قطعًا ناصواب۔ معترض نے لزوم کذب سے استحالہ قائم کیا تھا، نہ لزوم تکذیب سے، اور بیشک اس تقدیر پر لزوم کذب سے اصلًا مفر نہیں کہ خبر جب خلاف واقع ہو تو اس کا صفحۂ عالم سے انعدام رافع کذب قائل نہ ہوگا، مانا کہ خبر معدوم ہوگئی، اس کے بعد اس کا خلاف واقع ہوا تو غایت یہ کہ ظہور کذب کا وقت تق

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۲

[2] القرآن الکریم ۱۱/۴۴

[3] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

کہ کذب اس وقت اسے عارض ہوتا جس کے لئے وجود معروض درکار تھا، وہ جس وقت موجود تھی اسی وقت بوجہ مخالفت واقع کاذب تھی گو طروِ کذب بعد کو ہو یا کبھی نہ ہو، اب انسان ہی میں دیکھئے اس کا کلام کہ عرض ہے اور عرض علمائے متکلمین ع کے نزدیک صالح بقا نہیں، فوراً موجود ہوتے ہی معدوم ہوجاتا ہے، بایں ہمہ جب اس کا خلاف واقع ہوتا ہے، کہتے ہیں فلاں کی بات جھوٹی تھی۔ غرض اس نفیس جواب طُلّائے عجاب سب اور ان دونوں ہذیان تباہ و خراب کی قدر ان کے مثل مجانین ہی جانتے ہوں گے یا معاذاللہ عقل الٰہی بشرط صلاحیت کلام نہ فرمائے تو اس کی سچی قدر اس دن کھلے گی یوم یقوم الناس لرب العالمین[1] (جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ ت)

الحمدللہ، یہ حضرت کی چند سطری تحریر پر بالفعل چھتیس کوڑے ہیں اور پانچ ہذیان اول پر گزرے تو پورے چالیس تازیانے ہوئے، واقعی معلم طائفہ نے بنقلِ معلم الملکوت ہمارے مولٰی پر کذب وعیب سب کا افترائے ملعون کیا، اور شرع میں افترا کی سزا اسّی کوڑے مگر غلام کے حق میں آدھی فعلیہن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب[2] (تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ ت) تو چالیس کوڑے نہایت بجا واقع ہوئے، اللہ عزوجل سے امید کہ قبول فرمائے اور ان زبانوں کو متبوع کے حق میں نکال و عقوبت تابع کے لئے ہدایت وعبرت، اہل سنت کے واسطے قوت و استقامت بنائے، آمین یاارحم الراحمین! بیشک ہماری طرف کے علمائے شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ نے حضرت کے ہذیان دوم کی بھی ضرور دھجیاں لی ہوں گی مگر اس وقت تک فقیر کی نظر سے اس بارے میں کوئی تحریر نہ گزری، جو کچھ حاضر کیا بحمداللہ سب القائے ربانی ہے کہ عبدِ ضعیف پر فیضِ لطیف سے فائض ہوا، امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس بسط جلیل و وجہ جمیل پر نقد جزیل حصہ خاص فقیر ذلیل ہے۔

ع بلکہ مذہب بقا پر بھی مدعا حاصل، بلفظ خبر قدیر کا انعدام تو ظاہر اور نفسی نسبت ملحوظ بالارادہ جو مقصود الافادہ کا نام ہے اُسے ظاہر کرا بارادۂ افادہ دوام نہیں، اور جو کچھ بعد کو محفوظ رہے صورت علمیہ ہے نہ کلام نفسی، مع ہذا بحالت نسیان وہ بھی زائل، علاوہ بریں روح انسانی اگرچہ اہل سنت کے نزدیک فنا نہ ہوگی، مگر قطعی ممکن الانعدام اس کے ساتھ اس کے سب صفات معدوم ہو سکتے ہیں ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۳/ ۶

[2] ؍؍ ۴/ ۲۵

فللّٰه المنّة فی کل ان وحین والحمد للّٰه رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین۔ اٰمین!	ہر وقت وہر گھڑی اللہ تعالٰی کی ہی حمد ہے اور حمد ہے تمام جہانوں کے پروردگار کی، صلوٰۃ وسلام رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کے آل واصحاب تمام پر، آمین! (ت)

تنزیہ چہارم عہ علاج جہالات جدیدہ میں

اقول وبحول اللّٰه اصول ایہا المسلمون (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اے اہل اسلام! ۔ت) امکانِ کذبِ الٰہی کو خلفِ وعید کی فرع بنانا اور اس میں اختلافِ ائمہ کی وجہ سے امکانِ کذب کو مختلف فیہا ماننا ایک تو افترا، دوسرے کتنا بے مزہ! بیشک مسئلہ خلفِ وعید میں بعض علماء جانبِ جواز گئے اور محققین نے منع وانکار فرمایا، مگر حاشا نہ اس سے امکانِ کذب ثابت، نہ یہ علمائے مجوزین کا مسلک بلکہ وہ اس سے بہزار زبان تبری وتحاشی کرتے ہیں، پھر ان کی طرف امکانِ کذب کی نسبت سخت کذب وبہتم جسارت جس کے بہتان وواضح البطلان ہونے پر حجج قاہرہ قائم۔

حجتِ اولٰی: یہی نصوص ملاحظہ کر کہ تنزیہ اول میں گزرے جن سے واضح کہ کذبِ باری محال ہونے پر اجماعِ قطعی منعقد، تمام کتبِ کلامیہ میں جہاں اس مسئلے کا ذکر آیا ہے صاف تصریح فرمادی کہ اس پر اجماع واتفاقِ علماء ہے یا بے حکایتِ خلاف اس پر جزم فرمایا ہے۔

حجتِ ثانیہ: **اقول** طرفہ یہ کہ جو علماء مسئلہ خلفِ وعید میں خلاف بتاتے ہیں وہی استحالۂ کذب پر اجماع نقل فرماتے ہیں، جیسے شرح مقاصد میں ہے:

ان المتاخرین منهم یجوزون الخلف فی الوعید[1]	ان میں کے متاخرین خلفِ وعید جائز مانتے ہیں۔

اسی شرح مقاصد میں ہے:

عہ **تنبیہ ضروری:** خوب یاد رہے کہ اس ساری تنزیہ اور اس کے مناسب تمام مواضع رسالہ میں ہمارا روئے سخن ان ناقصوں خاسروں کی طرف نہیں جنہیں عروسانِ منصۂ امامتِ طائفہ نے اپنے بھولے چہروں کا نقاب بنایا ہو بلکہ صرف مخاطبہ ان کے متبوعوں، تازہ مقتداؤں سے ہے جو کتاب پر تقریظ لکھیں اور اس کے حرف بحرف صحیح ومسلم ہونے کی تصریح کریں، والسلام ۱۲ منہ۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی اتفقت الامۃ علی العفو عن الصغائر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۶

الکذب وھو محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال[1]۔

کذب الٰہی باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اس پاک بے عیب پر قطعاً محال۔

مگر علماء کو خبر نہ تھی کہ امکان کذب جواز خلف وعید پر متفرع تو ہم اسے مختلف فیہ لاکر کیونکر اجماعی بتائے دیتے ہیں اب چودھویں صدی میں آکر ان حضرات کو اس تفریع کی خبر ہوئی۔

حجت ثالثہ۔ **اقول** طرفہ تر یہ کہ جو علماء خلف وعید کا جواز مانتے ہیں خود ہی کذب الٰہی کو محال و اجماعی جانتے ہیں، جیسے مواقف میں ہے،

لایعد الخلف فی الوعید نقصاً[2]

خلف وعید نقص نہیں گنا جاتا۔

اسی مواقف میں ہے،

انہ تعالٰی یمتنع علیہ الکذب اتفاقاً[3]

کذب باری بالاتفاق محال ہے۔

جیسے شرح طوالع میں ہے،

الخلف فی الوعید حسن[4]

وعید میں خلف حسن ہے

اسی میں ہے،

الکذب علی اللہ تعالٰی محال[5]

اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے۔

جیسے علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد میں لکھا،

ذھب بعض العلماء الی ان الخلف فی الوعید جائز علی اللہ تعالٰی لا فی الوعد وبھذا وردت السنۃ[6]

بعض علماء اس طرف گئے کہ وعید میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز ہے نہ وعدہ میں اور یہی مضمون حدیث میں آیا۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۱۰۴

[2] شرح المواقف المقصد السادس فی تقریر اصحابنا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۳۰۶

[3] " " المقصد السابع فی انہ تعالٰی متکلم " " " " ۸/۱۰۰

[4] شرح طوالع الانوار

[5] " " "

[6] الدوانی علی العضدیہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲

پھر بعد ذکر حدیث اسے عرف وکلام عرب سے مؤید کیا کما فعله افندی اسمٰعیل حقی فی روح البیان (جیسا کہ امام اسمٰعیل حقی آفندی نے روح البیان میں اسے نقل کیا ہے۔ ت) وہی علامہ جلالی فرما چکے:

الکذب علیه تعالٰی محال لا تشمله القدرة[1]	اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے قدرت الٰہی میں داخل نہیں۔

مگر یہ علماء خود اپنا لکھا نہ سمجھے تھے کہ باہم متلازم چیزوں میں ایک کا جواز دوسرے کا استحالہ کیونکر مان لیجئے اور اپنے کلام سے آپ ہی تناقض کرتے ہیں، اب صدہا سال کے بعد ان حضرات کو کشف ہوا کہ مذہب کے معنی وہ تھے جو خود اہل مذہب کی فہم میں نہ تھے۔

تجنیب رابعہ: اقول افسوس ان ذی ہوشوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ علماء مسلک جواز کا محمل و مبنٰی کیا ٹھہراتے اور اس تفریع شنیع یعنی امکان کذب کو کیوں کر اس طرح سے دفع فرماتے ہیں، یہاں ان سے بعض وجوہ نقل کرتا ہوں:

وجہ ۱: وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے، نہ اخبار، تو سرے سے احتمال کذب کا محل ہی نہ رہا۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

الخلف فی الوعید جائز فان اهل العقول السلیمة یعدونه فضلا لا نقصا دون الوعد فان الخلف فیه نقص مستحیل علیه سبحانه وربما یورد ان وعید الله تعالٰی خبر فهو صادق قطعا لاستحالة الکذب هنالك، و اعتذر بان کونه خبرا ممنوع بل هو انشاء للتخویف فلا بأس به فی الخلف[2] (ملخصا)۔	یعنی وعید میں خلف روا ہے کہ سلیم عقلیں اسے خوبی گنتی ہیں نہ عیب، اور وعدہ میں جائز نہیں کہ اس میں خلف عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال۔ اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالٰی کی وعید بھی ایک خبر ہے تو یقیناً سچی کہ باری جل وعلا کا کذب محال، اور عذر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشائے تخویف ہے تو اب خلف میں حرج نہیں۔ (ملخصاً)

دیکھو! خلف وعید جائز ماننے والوں سے استحالہ کذب الٰہی کا صراحۃً اقرار اور اس کے امکان سے ہزار زبان اجتناب وانکار کیا اور اپنے مذہب کی وہ توجیہ فرمائی جس نے اس احتمال باطل کی گنجائش ہی نہ رکھی، پھر معاذ اللہ امکان کذب ماننے کو ان کے سر باندھنا کیسی وقاحت وشوخ چشمی ہے۔

---

[1] الدوانی علی العضدیۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۳

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الباب الثانی فی الحکم منشورات الشریف قم ایران ۱/۶۲

وجہ ۲ : فرماتے ہیں آیاتِ وعید آیاتِ عفو سے مخصوص و مقید ہیں، یعنی عفو و وعید دونوں ہیں وارد قرآن کے ملانے سے آیاتِ وعید کے یہ معنی ٹھہرے کہ جنہیں معاف نہ فرمائے گا وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خود قرآن عظیم ہی نے ارشاد فرمائے تو جوازِ خلف کو معاذ اللہ امکانِ کذب سے کیا علاقہ رہا۔ امکانِ کذب تو جب نکلتا کہ جزماً حتماً وعید فرمائی جاتی اور جب خود متکلم جل و علا نے اسے مقید بعدمِ عفو فرما دیا ہے تو چاہیے وعید واقع ہو یا نہ ہو ہر طرح اس کا کلام یقیناً صادق جس میں احتمالِ کذب کو اصلاً دخل نہیں، یہ وجہ اکثر کتبِ علماء مثل تفسیر بیضاوی انوار التنزیل و تفسیر عمادی ارشاد العقل السلیم و تفسیر حقی روح البیان و شرح مقاصد وغیرہا میں اختیار فرمائی، لطف یہ ہے کہ خود وہی ردالمحتار جس سے مدعی جدید غیر مستند و رشید نے مسئلۂ خلف میں خلاف نقل کیا، اسی ردالمحتار میں اسی جگہ اسی قول جواز کے بیان میں فرمایا:

حاصل ھذا القول جواز التخصیص لما دل علیہ اللفظ بوضعہ اللغوی من العموم فی نصوص الوعید[1]

اس قول کا حاصل یہ ہے کہ نصوصِ وعید میں جو ظاہر لفظ اپنے معنی لغوی کی رُو سے عموم پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ سزا پائے گا، اس میں تخصیص جائز ہے۔

یعنی عام مراد نہ ہو بلکہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو جنہیں رب تعالیٰ معاف نہ فرمانا چاہے، ایمان سے کہنا اسی ردالمحتار میں یہیں یہ تصریح صریح تو نہ تھی جس نے اس تقریر خبیث و قبیح کی صاف بیخ کنی کر دی؟ آج تک کسی عاقل نے بھی عام مخصوص منہ البعض کو کذب کہا ہے، ایسے عام تو قرآن عظیم میں اسی وقت بکثرت موجود، پھر امکانِ کذب کیوں، مانو، صاف نہ کہہ دو کہ قرآن مجید میں (خاک بدہن گستاخان) جابجا کذب موجود ہے، واہ شاباش! ردالمحتار کی عبارت سے اچھا استناد کیا کہ آدھی نقل اور آدھی نقل، پھر بھی دعویِ رشد و دیانت باقی ہے، ذرا آدمی خدا سے تو حیا کرے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وجہ ۳ : اگر بالفرض کوئی نص مفید تخصیص و تقیید وعید نہ بھی آتا تاہم کریم کی شان یہی ہے کہ غیر متمرد غلاموں کے حق میں وعید بنظرِ تہدید فرمائے اور اس سے یہی مراد لے کہ اگر ہم معاف نہ فرمائیں تو یہ سزا ہے، خلاصہ یہ کہ قرینہ لزوم تخصیص و تقیید وعید کے لئے بس ہے اگرچہ مخصص قولی نہ ہو۔

اقول وبہ یحصل قران المخصص بالمخصص بخلاف ما سبق فھو خاص بمذھب

میں کہتا ہوں اس سے قرانِ مخصص بالمخصص ہو گیا بخلاف ماسبق کے، وہ صرف اسی شخص کے مذہب

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

من یجیز التراخی والانفصال وھذا جار علی مذھب الکل۔

موافق ہے جس نے تراخی و انفصال کو جائز رکھا ہے اور یہ تمام مذہب پر جاری ہے (ت)

یہ وجہ وجیہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے خیال میں آئی تھی یہاں تک کہ علامہ خیالی رحمہ اللہ تعالٰی کو دیکھا کہ حاشیہ شرح عقائد میں اس کی تصریح فرمائی،

حیث قال لعل مرادھم ان الکریم اذا اخبر بالوعید فاللائق بشانہ ان یبنی اخبارہ علی المشیئۃ وان لم یصرح بذلك بخلاف الوعد فلا کذب ولا تبدیل[1]

یعنی امید ہے کہ خلف وعید جائز ماننے والے یہ مراد لیتے ہیں کہ کریم جب وعید کی خبر دے تو اس کی شان کے لائق یہی ہے کہ اپنی خبر کو مشیت پر مبنی رکھے اگرچہ کلام میں اس کی تصریح نہ فرمائے بخلاف وعدہ کے تو خلف وعید میں نہ کذب ہے نہ بات بدلنا۔

مسلمانو ذرا دیکھا کہ خلف وعید جائز ماننے والے اسی تفریع ناپاک سے جو مدعی بیباک نے گھڑی کس قدر دور بھاگے اور کس کس وجہ سے اسے علانیہ رد کرتے ہیں پھر اپنی جھوٹی بات بنانے کے لئے ناکردہ گناہ ان کے سر ایسا الزام شدید باندھنا کس درجہ جرأت و بے حیائی ہے، قال اللہ سبحانہ وتعالٰی،

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا واثما مبینا[2]

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔ (ت)

حجت خامسہ، اقول مجوزین خلف وعید اپنے مذہب پر بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ باری عزاسمہ نے فرمایا،

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء[3]

بیشک اللہ تعالٰی کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔

اسی ردالمحتار میں اسی مقام پر اسی مسئلہ کے بیان میں آپ کی منقولہ عبارت سے چار ہی سطر بعد فرمایا،

ادلۃ المثبتین التی من اقواھا قولہ تعالٰی

اثبات کرنے والوں کی مضبوط ترین دلیل اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے

---

[1] حاشیۃ الخیالی علی شرح العقائد النسفیہ مطبع اصح المطابع ممبئی (انڈیا) ص ۱۲۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۲

[3] ؍ ؍ ۴/ ۱۱۶

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ بیشک اللہ تعالٰی کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا (ت)

یوں ہی اس کی ماخذ حلیہ شرح منیہ امام محقق ابن امیر الحاج میں ہے اور پُر ظاہر کہ دعوٰی دلیل پر متفرع اور اسی کے مفاد کا تابع ہوتا ہے، سبحان اللہ! جب جوازِ خلف خود ارشادِ متکلم یا وعید جل مجدہ کی طرف مستند کہ اس نے فرمادیا "ہم جسے چاہیں گے بخش دیں گے" تو دلیل امکانِ کذب کو اصلاً راہ نہیں دیتی مگر مدعا میں زبردستی خدا واسطے کو مان لیا جائے گا اس جہالت کی کوئی حد ہے، آپ کے نزدیک یہ علماء اپنے دعوٰی و دلیل کی بھی کچھ خبر رکھتے تھے کہ خلف تو اس معنی پر جائز مانیں جسے امکانِ کذب لازم، اور دلیل وہ پیش کریں جو اس معنی کی بالکل قاطع و حاسم، خدارا اپنی جہالتیں، سفاہتیں علماء کے سر کیوں باندھتے ہو، مصرع

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

للہ! انصاف! اگر بادشاہ حکم نافذ کرے کہ جو یہ جرم کرے گا سزا پائے گا اور ساتھ ہی اسی فرمان میں یہ بھی ارشاد فرمائے کہ ہم جسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے، تو کیا اگر وہ بعض مجرموں سے درگزر کرے تو اپنے پہلے حکم میں جھوٹا پڑے گا یا اس آئین کی قدر لوگوں کے دل سے گھٹ جائے گی، جیسا کہ وہ احمق جاہل دعوٰی کرتا ہے؟ اگر کوئی شخص بدیں وجہ کہ وہ سب ارشاد کے تابع ہے کہے کہ بادشاہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے کچھ ضرور نہیں کہ یوں ہی کرے بلکہ ٹل بھی سکتی ہے تو کیا اس کے قول کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ بادشاہ کا کذب محتمل مانتا ہے، ذرا آدمی کچھ سوچ کر تو بات منہ سے نکالے، سبحٰن اللہ! جس ردالمحتار سے سند لائے اسی میں وہیں اسی بیان میں اسی صفحہ میں یہ صاف و روشن تصریحیں موجود، جن سے اس تفریع ناپاک کی پوری قلعی کھلتی ہے۔ حضرت ایک ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائیں اور باقی بالکل ہضم، گویا دیکھا ہی نہیں، اسی کا نام دین و دیانت ہے، اسی پر دعوٰی رُشد و ہدایت ہے، مگر حضرات وہابیہ عادت سے مجبور ہیں، نقل عبارت میں قطع و برید اب صاحبوں کا داب قدیم رہا ہے، یہاں تک کہ ان کے متکلمین نے رسالے کے رسالے جی سے گھڑ کر علمائے سابقین کی طرف نسبت کر دیئے، انتہا یہ کہ عالم و امام و ولی سے تراشے کہ باوجود تکرار مطالعہ تمام عالم میں ان کے وجود کا پتا نہ دے سکے، فقیر کے بعض احباب سلمہم اللہ تعالٰی نے رسالہ "سیف المصطفٰی علی ادیان الافتراء" اسی باب میں لکھا اور اس میں ان حضرات کے عمائد و اکابر کی ڈیڑھ سو سے زیادہ ایسی ہی عبارتوں، بد دیانتیوں کا ثبوت دیا۔ واقعی حضرات نجدیہ نے ایک حدیث صحیح عمر بھر کے عمل کو رکھ چھوڑی ہے کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

؎۱ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید و حکم الدعاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[1] (جب کوئی بے حیا ہو جائے تو وہ جو چاہے کرے۔ ت) اظہر،

بے حیا باش وانچہ خواہی کن

(بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتا رہ۔ ت)

حجت سادسہ: **اقول** امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال ابوعمرو بن العلاء لعمرو بن عبید، ما تقول فی اصحاب الکبائر؛ قال اقول ان اللّٰہ منجز ایعادہ کما ھو منجز وعدہ، فقال ابوعمرو انک رجل اعجم، لا اقول اعجم اللسان و لکن اعجم القلب، ان العرب تعد الرجوع عن الوعد لؤما و عن الایعاد کرما، و المعتزلۃ حکوا ان اباعمرو بن العلاء لما قال ھذا الکلام قال لہ عمرو بن عبید یا ابا عمرو فھل یسمی اللّٰہ مکذب نفسہ، فقال لا، فقال عمرو بن عبید فقد سقطت حجتک، قالوا فانقطع ابوعمرو بن العلاء، و عندی انہ کان لابی عمرو ان یجیب عن ھذا السؤال ان ھذا انما یلزم لو کان الوعید ثابتا جزما من غیر شرط، و عندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو، فلا یلزم من ترکہ دخول الکذب فی کلام اللّٰہ تعالٰی[2] ملخصا۔

یعنی امام ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ تعالٰی نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا اہلِ کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی اپنی وعید ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا تو عجمی ہے میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی بلکہ دل کا عجمی ہے، عرب وعدہ سے رجوع کرنا نالائقی جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں، اس پر عمرو نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائیے گا، امام نے فرمایا نہ، عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوگئی، اس پر امام بند ہوگئے، امام رازی فرماتے ہیں میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آئے کہ وعید یقینی بلاشرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدمِ عفو سے مشروط ہیں تو خلفِ وعید سے معاذ اللہ کلامِ الٰہی میں کذب کہاں سے لازم آیا۔

اب عاقل بنظرِ انصاف غور کرے، اوّلاً اگر تجویزِ خلف امکانِ کذب ماننا ہوتی تو بر تقدیرِ صدقِ حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی انھیں صاف کہنا تھا میں جوازِ خلف مانتا ہوں تو امکانِ کذب میرا عین مذہب اور

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ بن مسعود حدیث ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۳۷

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ لا یخلف المیعاد المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۶/ ۱۹۷

برتقدیرِ کذب معتزلہ علمائے اہلسنت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گھڑی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے مجوزینِ خلف تو امکانِ کذب مانتے ہی ہیں، پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔

ثالثاً آگے چل کر امام رازی امام ابن العلاء کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں۔ سبحان اللہ! جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکانِ کذب کدھر جائے گا، کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط۔ غرض بے شمار وجوہ سے ثابت کہ دلی جدید غیر مہتدی و رشید نے علمائے کرام پر جیسا طوفان باندھا۔

حجتِ سابعہ، اقول آپ کی یہی ردالمحتار جس سے آدھا فقرہ نقل کرکے اندھا دھند پوری تہمت کردی، اس مبحث میں حلیہ امام علامہ ابن امیر الحاج سے ناقل ہے، شروع عبارت یوں ہے:

وافقه على الاول صاحب الحلية المحقق ابن امير الحاج وخالفه في الثاني وحقق ذلك بانه مبني على مسألة شهيرة وهي انه هل يجوز الخلف في الوعيد فظاهر مافي المواقف[1]	صاحبِ حلیہ محقق ابن امیر الحاج نے اول میں اس کی موافقت کی ہے اور ثانی میں مخالفت، اور ثابت کیا کہ اس کا مدار ایک مشہور مسئلہ پر ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا خلفِ وعید جائز ہے، تو مواقف میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے اھ (ت)

اور ختم یوں هذا خلاصة ما اطال به في الحلية[2] (یہ حلیہ میں ان کی طویل گفتگو کا خلاصہ ہے۔ ت) اور یہ صاحبِ حلیہ خود مسلمانوں کے حق میں جوازِ خلف کو ترجیح دیتے ہیں، اسی ردالمحتار میں ان سے منقول:

الاشبه ترجيح جواز الخلف في الوعيد في حق المسلمين خاصة دون الكفار[3]	اشبہ مختار یہ ہے کہ خلفِ وعید کا جواز خاص مسلمانوں کے حق میں ہے نہ کہ کفار کے حق میں۔ (ت)

اب ملاحظہ ہو کہ یہی امام علام قائلِ جواز خود آپ کی اس تفریعِ شنیع یعنی امکانِ کذب سے کیسی سخت تحاشی کرتے ہیں، اسی حلیہ میں بعد ختمِ بحث کے فرمایا:

وحاش لله ان يراد بجواز الخلف في الوعيد ان لا يقع عذاب من اراد الله اخبار	یعنی حاشا للہ خلفِ وعید جائز ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس کے عذاب کی خبر دی چاہی

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

[2] ایضاً

[3] ایضاً

عذابه فانه محال على الله تعالى قطعا، كما ان عدم وقوع نعيم من اراد الله الاخبار عنه بالنعيم محال عليه قطعا كيف لا وقد قال تعالى ومن اصدق من الله قيلا ○ ومن اصدق من الله حديثا ○ وتمت كلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلمته[1]

اس کا عذاب واقع نہ ہو یا اللہ تعالیٰ پر قطعاً محال ہے، جس طرح یہ بالیقین ممکن نہیں کہ اس نے جس کیلئے نعیم کی خبر دی ہو اس کے لئے نعیم واقع نہ ہو اور کیوں کر نہ ہو اسکی خبر کا کذب محال ہے۔ حالانکہ وہ خود فرماتا ہے اللہ سے زیادہ کس کا قول سچا ہے، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے، تیرے رب کی باتیں سچ اور عدل میں کامل ہیں، کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا نہیں۔

کیوں ایمان سے کہنا یہ وہی علماء ہیں جن پر تم امکانِ کذب ماننے کا بہتان کرتے ہو، اللہ حیا دے۔

حجتِ تامہ منقطع عرق ضلالت ضامنہ، اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اور اسی کی توفیق سے تحقیق [illegible] کو پایا جا سکتا ہے ت) علمائے مجوزین کے طریق استدلال و مناظرہ و سوال و جواب سے عیاں ہے کہ ان کے نزدیک خلف وعید و عفو و مغفرت میں نسبت تساوی اور دونوں جانب سے تلازم کلی ہے، ثبوت سنئے قریب گزرا کہ مجوزین نے اپنے دعوے پر آیۂ کریمہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء[2] (اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخش دے گا۔ ت) سے استدلال کیا، اور حلیہ پھر ردالمحتار میں جس سے آپ ہمیشہ کے لئے اپنے پیچھے ایک آفت لگانے کو ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائے، اس دلیل کو انص و اظہر دلائل مجوزین کہا اور پر ظاہر کہ آیت صرف جواز مغفرت ارشاد فرماتی ہے اسی کو انہوں نے جواز خلف پر دلیل ٹھہرایا تو ان کا استدلال برہان قاطع کہ وہ مغفرت کو خلف سے عام نہیں مانتے کہ جواز اعم ہرگز جواز اخص کا مثبت نہیں ہو سکتا، اور عنقریب آتا ہے کہ معتزلہ نے امتناع عفو پر آیاتِ وعید سے تمسک کیا، اس پر ان علماء نے جواب دیا کہ خلف جائز ہے تو لاجرم جواز خلف کو امتناع عفو کا رد مانا ورنہ مجرد جواز اعم امتناع اخص کا منافی نہیں ہو سکتا، تو ان کا یہ جواب دلیل ہے کہ وہ خلف کو مغفرت سے عام نہیں مانتے، رہا تباین وہ بالبداہۃ اور خود اسی رد و اثبات سے منتفی البعد بس تساوی متعین اور مراد متبیّن، یعنی ظاہر ہو گیا کہ وہ صرف عدم وقوع وعید بوجہ عفو کو خلف سے تعبیر فرماتے ورنہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۴/۱۱۶

ٹھہراتے ہیں کہ یہی مغفرت سے مساوی ہے نہ کہ معاذ اللہ تبدیل قول و تکذیب خبر کہ عفو سے عموم و خصوص دونوں رکھتی ہے، مثلاً درگزر بربنائے تخصیص نصوص و تقیید وعید واقع ہوئی تو عفو موجود اور تبدیل مفقود، اور کسی جرم پر ایک سزائے شدید کی وعید تھی اور ایقاع کے وقت اس میں کمی کی تو عفو مفقود اور تبدیل موجود، اور اگر عفو تخفیف کو شامل کیجئے تو عام مطلقاً سہی بہرحال خلف کہ اس کا مساوی ہے کذب سے قطعاً عام مطلقاً یا من وجہ، اب تو اپنی جہالت فاحشہ پر متنبہ ہوئے کہ جواز اعم امکان اخص کا مستلزم مان رہے ہو والحمد للہ علی اتمام الحجۃ و ایضاح المحجۃ۔

حجت تاسعہ قاہرہ قالعہ قاتلہ قارعہ بارعہ المتبعین دامغہ الکذابین ، اقول

وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) ایہا المسلمون! اور قلب حاضر رکھ کر اس مدعی جدید غیر مہتدی و رشید نے کذب باری عزوجل کا صرف امکان عقلی ہی ائمہ دین کی طرف نسبت نہ کیا، بلکہ معاذ اللہ انہیں کفر صریح کا قائل قرار دیا، بحمد اللہ تعالٰی ان کا دامن سنت ماسبق تو کفر و ضلالت کے ناپاک دھبوں سے پاک و منزہ مگر حضرت خود ہی اپنے ایمان کی خیر منائیں، یوں سمجھیں تو مفصل جانیں۔ اصل مراد یہ ہے کہ خلف بایں معنی کہ متکلم ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لائے، بلاشبہہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں مگر خلاف واقع خبر دینا تو اس معنی پر خلف کو ممکن یا مستحسن یا واجب جو کچھ مانئے بعینہٖ یہی حکم کذب کے لئے ثابت ہوگا کہ جانب وجود ہے اور جانب وجود میں قسم مقسم کو مستلزم اور حقیق احکام قسم سے مقسم پر حاکم کہ اس کا وجود ہے اس کے محال و ناممکن تو لاجرم اس کا امکان اس کے جواز اور اس کا جواز اس کے وقوع اور اس کا وجوب اس کی ضرورت کو لازم۔ حضرت مدعی جدید نے اپنی جہالت و ضلالت سے کلام علماء میں خلف کے یہی معنے سمجھے کہ باری تعالٰی عیاذاً باللہ بات کہہ کر پلٹ جائے خبر دے کر غلط کر دے لہٰذا جواز خلف یا امکان کذب کو مستلزم کیا حالانکہ حاشا للہ علماء میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ وہ صراحۃً اس معنی مردود محذور کا رد بلیغ فرماتے اور جواز خلف کو تخصیص نصوص و تقیید وعید وغیرہا ایسے امور پر بنا کرتے ہیں جن کے بعد نہ معاذ اللہ کہہ کر پلٹنا نہ بات کا بدلنا بنا اس امر پر دلائل قاہرہ و تصریحات باہرہ سن ہی چکے مگر ان حضرت کو

عن المغفرۃ وقایۃ شر الذنوب بالکلیۃ اھ ۱۲ رضی اللہ عنہ۔

مغفرت گناہوں کے شر سے کلیۃً محفوظ رہنا ہے اھ ۱۲ رضی اللہ عنہ (ت)

؎ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

یہ مسلم نہیں خواہی نخواہی خلف اسی معنی پر ڈھالتے ہیں جو ایک قسم کذب ہے تاکہ اس کے جواز سے امکان کذب کی راہ نکالیں بہت اچھا اگر یہی معنی مراد ہوں تو اب نظر کیجئے کہ جواز خلف کے کیا معنی ہیں اور وہ اپنے کس معنی پر ائمہ میں مختلف فیہ، حاشا جواز صرف بمعنی امکان عقلی محل خلاف نہیں بلکہ قطعاً جواز شرعی و امکان وقوعی میں نزاع

عہ اقول هل عسيت ان تتفطن مما القينا ونلقى عليك من الابحاث ونقت وسقى ذلك من كلمات العلماء ان الكلام في مطلق الخلف في حق العصاة لا الخلف المطلق فيهم ولا الخلف في الكفار لوفاق اهل السنة الوعيدية على استحالته شرعا اما الثاني فظاهر واضح وقد نص عليه القرآن العزيز واجمعت عليه الامة جمعا واما الاول فنقل عليه ايضا غير واحد الاجماع وهو صواب من حيث النظر وان نقل العلامة في حاشية العلائي خلافه ففي هذين ان كان الخلاف فلا يكون الا في الامكان العقلي ولذا احمل عليه العلامة ش بيد اني لا اعلم خلافا بين اهل السنة في جواز الاول عقلا والثاني وان وقع فيه خلاف ولكن المحققين ههنا على الجواز ولم يخالف فيه الا اقل قليل كما سيأتي والذي وقع عن العلامة ش عله

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے ہماری اس گفتگو سے جو کی اور کریں گے اور علماء کے منقول کلمات سے سمجھ لیں گے کہ کلام گنہگاروں کے حق میں مطلق خلف میں ہے، نہ خلف مطلق میں اور نہ ہی حق کفار میں خلف ہے کیونکہ وعیدی، اہلسنت کا اتفاق ہے کہ ایسی خلف وعید شرعاً محال ہے، دوسری بات (حق کفار میں) تو ظاہر و واضح ہے اس پر قرآن عزیز کی تصریح ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے، اور پہلی بات تو کئی ایک مستند اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے، دلیل کے اعتبار سے یہی صواب ہے، اگرچہ علامہ نے حاشیہ علائی میں اس کے خلاف نقل کیا ہے، ان دونوں میں اگر اختلاف ہو بھی تو محض بطور امکان عقلی ہی ہوگا اس لئے علامہ ش نے اسے اس پر محمول کیا مگر میں اول کے جواز عقلی میں اہلسنت کا اختلاف نہیں جانتا، اور دوسری میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن محققین یہاں بھی جواز پر ہیں اور اس کی مخالفت بہت ہی کم لوگوں نے کی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

عله قوله والذی وقع حيث نقل النزاع المشهور وكون المحققين على المنع

قولہ والذی وقع، کیونکہ انہوں نے یہاں نزاع مشہور نقل کیا ہے اور محققین کا اس کے کلام میں دونوں خلفوں

(باقی برصفحہ آئندہ)

ہے جس کے بعد امتناع بالغیر بھی نہیں رہتا، دلائل سنئے،

(بقیہ حاشیہ عہ صفحہ گزشتہ)

اشتباہ یجب التنبیہ لہ وقد اوضحناہ
علی ھامشہ ولولا ان غرضنا فی
المقام لایتعلق بنقد ذلک
لاتینا بالتحقیق فیما ھنالک ثم من ابین بینٍ
ان امکان عدم التعذیب عقلا مع استحالتہ
شرعا ادخل فی الرد علی ھؤلاء الجھلۃ
کما لایخفی علی عاقل فضلا عن فاضل و
سنلقی علیک تحقیقہ فیما یاتی فی رد
الوھابیۃ الدیوبندیۃ فانتظر واللہ سبحانہ
وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ

علامہ رشی سے جو واقع ہوا اشتباہ ہے جس پر تنبیہ
ضروری ہے اور ہم نے اس کے حاشیہ پر اس کی
وضاحت کردی ہے اگر ہماری غرض اس مقام پر
تنقید کرنا ہوتی تو ہم اس تحقیق کو یہاں کردیتے،
پھر یہ بات بدیہی ہے کہ عقلاً عدم عذاب کا محض
امکان جو شرعاً محال ہے ان جہال کے رد کا ذریعہ
بنتا ہے جیسا کہ کسی عاقل پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی
فاضل پر مخفی ہو، عنقریب اس کی تفصیل و تحقیق وہابیہ
دیوبندیہ کے رد میں آرہی ہے تھوڑا سا انتظار کرو۔
واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ قدس سرہ (ت)

(بقیہ حاشیہ عہ صفحہ گزشتہ)

فی کلامہ علی ھذین الحلفین وتبعہ
الحلبیۃ ان لاشبہۃ ترجیح جواز الاول عقلا
فاوھم ان جوازہ العقلی مختلف فیہ واوھم
ایھاما ثانیا وعظم ان المحققین علی انکارہ
وان کان لاشبہۃ عندہ ترجیح الجواز معان
لانعلم فیہ نزاعا اصلا ولا ھنہ محل نزاع
وان کان فلاشک ان عامۃ الائمۃ علی الجواز
ثم اوھم بل صرح اخرا ان الصحیح عند
المحققین منع الثانی عقلا مع ان الامر بالعکس

پر تنبیہ مذکور ہوا اور حلبیہ کی اتباع میں اس نے حلف
جواز اول کی ترجیح کو مختار محسوس کرلیا تو اسے یہ وہم
ہوگیا کہ اس کے جواز عقلی میں اختلاف ہے یہ وہم
شدید ہے محققین تو اس کا انکار کررہے ہیں اگرچہ
اس کے ہاں مختار جواز کو ترجیح دینا ہے حالانکہ ہم تو اس میں
نزاع کا علم نہیں رکھتے اور نہ ہی محل نزاع کا گمان کرتے
ہیں اور اگر ہے تو بلاشبہ اکثر ائمہ جواز پر ہیں پھر وہم میں
پڑتے ہوئے آخر تصریح کی کہ محققین کے ہاں صحیح
یہ ہے کہ دوسری صورت عقلاً منع ہے حالانکہ معاملہ برعکس

(باقی اگلے صفحہ پر)

اوّلاً اہلسنت بالاجماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ مغفرت عاصیان کبائر کردگان وبے توبہ مردگان کے امکان عقلی پر متفق ہیں یعنی کچھ عقل محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالٰی ان سے مواخذہ نہ فرمائے مگر امکان شرعی میں اختلاف پڑا اہلسنت بالاجماع شرعاً بھی جائز بلکہ واقع اور یہ فرقہ وعیدیہ سمعاً ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں، انھوں نے آیاتِ وعید سے استناد کیا اس کے جواب میں جواز خلف کا مسئلہ پیش ہوا یعنی اسے معتزلہ! تمھارا استدلال توجب تمام ہو کہ ہم وقوع وعید شرعاً واجب مانیں وہ خود ہمارے نزدیک جائز الخلف ہے تو عفو پھر جائز کا جائز ہی رہا اور شرعاً وجوب عذاب کہ تمھارا دعوٰی تھا ثابت نہ ہوا۔ امام علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

البحث الثالث عشر اتفقت الامۃ ونطق الکتاب والسنۃ بان اللہ تعالٰی عفو غفور یعفو عن الصغائر مطلقاً وعن الکبائر بعد التوبۃ ولا یعفو عن الکفر قطعاً، واختلفوا فی العفو عن الکبائر بدون التوبۃ فجوزہ الاصحاب بل اثبتوہ خلافاً للمعتزلۃ، تمسک القائلون بجواز العفو عقلاً وامتناعہ سمعاً وھم البصریون من المعتزلۃ وبعض البغدادیۃ بالنصوص الواردۃ فی وعید الفساق واصحاب الکبائر واجیب بانھم داخلون فی عمومات الوعد بالثواب ودخول الجنۃ علی ما مر والخلف فی الوعد لؤم لایلیق بالکریم وفاقاً بخلاف الخلف فی الوعید فانہ

بارھویں بحث: اُمت کا اتفاق اور کتاب وسنت اس پر ناطق ہیں کہ اللہ تعالٰی معاف فرمانے والا غفور ہے، وہ صغائر تو ہر حال میں معاف فرمادیتا ہے اور کبائر کو توبہ کے بعد، کفر کو قطعاً معاف نہیں فرماتا، بغیر توبہ کبائر کی بخشش میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب (اہلسنت) اس کے جواز کے قائل بلکہ اس کو ثابت کرنے والے ہیں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے، ان میں سے کچھ نے کہا عقلاً عفو کا جواز ہے مگر شرعاً ممتنع ہے، یہ بصری معتزلہ کی رائے ہے، بغدادی معتزلہ ان نصوص سے استدلال کرتے ہیں جو فساق اور اصحاب کبائر کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں، ان کو جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ وعدہ ثواب ودخول جنت کی عمومی نصوص میں داخل ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فالحق ان محل النزاع المشھور ھو الجواز الشرعی وکلامھم ھھنا فی مطلق الخلف وتحقیق الحق فی محصہ ما سیلقی علیک واللہ الھادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

ہے، تو حق یہ ہے کہ نزاع مشہور کا محل جواز شرعی ہے، علماء کا کلام مطلق خلف میں ہے، حق کی تحقیق ہم آپ پر عنقریب بیان کریں گے، واللہ الہادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

ربما یعد کرماً اھ ملتقطاً۔ جیسا کہ گزر چکا ہے، اور وعدہ میں خلف ایسا قابلِ ملامت نقص ہے جو باتفاق کریم کے مناسب ولائق نہیں بخلاف خلافِ وعید کے کہ اسے اکثر کرم ہی شمار کیا جاتا ہے اھ ملتقطاً۔ (ت)

دیکھو علماء اس جوازِ خلف سے عذاب کے وجوبِ شرعی کو دفع فرماتے ہیں اور وجوبِ شرعی کا مقابل نہیں مگر جوازِ شرعی اگر صرف امکانِ عقلی مراد ہو تو وہ ان معتزلہ کے مذہب سے کیا منافی اور ان کی دلیل کا کیونکر نافی ہوگا، وہ کب کہتے تھے کہ واجب عقلی ہے جو تم امکانِ عقلی کا قصہ پیش کرو، تو ثابت ہوا کہ یہ علماء بالیقین خلفِ وعید کو شرعاً جائز فرماتے ہیں۔

ثانیاً محققین کہ جوازِ خلف نہیں مانتے، آیہ کریمہ ما یبدل القول لدی[2] (میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ ت) سے استدلال کرتے ہیں کما فی شرح عقائد النسفی وشرح الفقہ الاکبر وغیرھما (جیسا کہ شرح عقائد نسفی، شرح فقہ اکبر اور دیگر کتب میں ہے۔ ت)، اور ظاہر کہ آیت میں نفیِ وقوع صرف استحالۂ شرعی پر دلیل ہوگی نہ کہ امتناعِ عقلی پر، تو لازم کہ وہ علماء جوازِ شرعی مانتے ہوں ورنہ محققین کی دلیل محلِ نزاع سے محض اجنبی اور امرِ نزاعی کی ناقہمی پر مبنی ہوگی وہ ذکر دیں گے کہ اس سے صرف استحالۂ شرعی ثابت ہو، وہ امکانِ عقلی کے کب خلاف ہے جس کے ہم قائل ہیں۔

ثالثاً واحدی نے بسیط میں آیہ کریمہ انک لا تخلف المیعاد[3] (بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ ت) سے صرف وعدہ مراد لیا اور وعید پر حمل کرنے سے انکار کیا کہ اس میں تو خلف جائز ہے۔ تفسیر کبیر میں فرمایا:

احتج الجبائی بھذہ الاٰیۃ علی القطع بوعید الفساق (ثم ذکر احتجاجہ والاجوبۃ عنہ الی ان قال) وذکر الواحدی فی البسیط طریقۃ اخری، فقال لم لا یجوز ان یحمل ھذا علی میعاد الاولیاء دون وعید الاعداء

جبائی نے وعیدِ فساق کی قطعیت پر اسی آیہ مبارکہ سے استدلال کیا (پھر اس کا استدلال اور اس کے جوابات ذکر کرکے پھر کہا) اور واحدی نے بسیط میں ایک اور طریقہ ذکر کرتے ہوئے کہا یہ کیوں جائز نہیں کہ اسے وعدۂ اولیاء پر محمول کرلیا جائے نہ کہ وعیدِ اعداء پر

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دار المعارف النعمانیہ، لاہور ۲/ ۲۳۵ تا ۲۳۶

[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹

[3] " ۳/ ۱۹۴

لان خلف الوعید کرم عند العرب[1] الخ۔ 27

کیونکہ خلفِ وعید عربوں کے ہاں سراپا کرم ہوتا ہے۔ (ت) 27

ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکان عقلی مانتے تو آیت میں اس حمل کی انہیں کیا حاجت تھی کہ انتفائے شرعی جوازِ عقلی کے کچھ منافی نہیں۔

رابعاً قائلانِ جواز کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ خلفِ وعید صرف بحق مسلمین جائز ہے نہ بحق کفار، عبارت حلیہ

الاشبہ ترجیح القول بجواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصۃ دون الکفار[2]

مختار یہ ہے کہ خلفِ وعید کا قول مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے نہ کہ کفار کے لئے۔ (ت)

ابھی بحوالہ ردالمحتار گزری، مگر میں اس کی جگہ اور تحفے پیش کروں، مختصر العقائد میں ہے:

الملک للہ والناس عبیدہ، ولہ ان یفعل بھم ما یرید ولکن وعد ان لایعذب احدا بغیر ذنب وان لایخلد المؤمن المذنب فی النار ویستحیل ان یخلف فی میعادہ وکذا اوعد ان یعذب المؤمن المذنب مدۃً والکافر مؤبدا ولکن قد یعفو عن المؤمن المذنب ولایعذبہ لانہ تکرم وتفضل بترک الوعید، اما فی حق الکفار فلا یکون العفو وان کان تکرما وتفضلا قال اللہ تعالٰی ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا، ولکن حق القول منی الاٰیۃ، اخبر انہ لایعامل مع الکفار الا بطریق العدل[3]

ملک اللہ کا ہے، تمام لوگ اس کے غلام ہیں، اللہ تعالٰی ان کے بارے میں جو اپنے ارادہ کے مطابق کرسکتا ہے لیکن اس نے وعدہ فرمایا وہ کسی کو گناہ کے بغیر عذاب نہیں دے گا، کسی مومن گنہگار کو ہمیشہ دوزخ میں نہیں ڈالے گا، اور اس سے وعدہ کی خلاف ورزی محال ہے، اس طرح اس نے مومن گنہگار کو کچھ وقت کے لئے اور کافر کو ہمیشہ کے لئے عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے لیکن اگر وہ کسی مومن کو معاف فرما دیتا ہے اور اسے عذاب نہیں دیتا تو یہ اس کا سراپا کرم وفضل ہے اور وعید کا ترک فرمانا ہے، رہا کفار کا معاملہ تو اس میں عفو نہیں اگرچہ عفو کرم وفضل ہی ہوتا ہے، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دیں لیکن میرا قول حق ہے الآیہ، اس میں اللہ تعالٰی نے خبر دی ہے کہ کفار کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ فرمائے گا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ لایخلف المیعاد المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۷/۱۹۶

[2] ردالمحتار بحوالہ الحلیۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

[3] مختصر العقائد

روح البیان میں ہے:

اللہ تعالٰی لایغفر ان یشرک بہ فینجز وعیدہ فی حق المشرکین ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء فیجوز ان یخلف وعیدہ فی حق المؤمنین۔[1]

اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا تو مشرکین کے حق میں وعید جاری وساری رہے گی اور اس سے نیچے کو معاف فرمادیتا ہے جس کو چاہے، تو اہل ایمان کے حق میں خلف وعید جائز ہوگی۔ (ت)

سبحان اللہ! اگر صرف امکان عقلی میں کلام ہوتا تو وہ باجماع اشاعرہ بلکہ جماہیر اہلسنت حق کفار میں بھی حاصل، وھو التحقیق یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید (اور یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ ت) شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول الدین میں ہے:

اتفقت الامۃ ان اللہ تعالٰی لایعفو عن الکفر قطعًا وان جاز عقلًا ومنع بعضھم الجواز العقلی ایضًا لانہ مخالف للحکمۃ للتفرقۃ بین من احسن غایۃ الاحسان ومن اساء غایۃ الاساءۃ وضعفہ ظاھر، اھ ملخصًا۔[2]

امت کا اتفاق ہے کہ کفر کو قطعًا معاف نہیں کیا جائیگا اگرچہ اس کا عقلی جواز ہے اور بعض نے تو جواز عقلی کا بھی انکار کیا ہے کہ انتہائی نیکی کرنے والے اور انتہائی برائی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے کی حکمت کے خلاف ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

عند شرذمۃ لایجوز العفو عنھم فی الحکمۃ۔[3]

ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ وہ حکمت کے طور پر کفار سے معافی کو جائز نہیں کہتے۔ (ت)

لاجرم بدلائل قاطعہ ثابت ہوا کہ قائلین جواز شرعی لیتے اور خلف کے امتناع بالغیر سے بھی انکار رکھتے ہیں، اب تم نے خلف کے وہ معنی لئے جو ایک قسم کذب ہے تو قطعًا لازم کہ تمہارے زعم باطل میں ان علماء کے نزدیک کذب الٰہی نہ صرف عقلًا بلکہ شرعًا بھی جائز ہو جسے امتناع بالغیر سے بھی بہرہ نہیں یہ صریح کفر ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ و

جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور نبوت کی حقانیت اور

---

[1] روح البیان الجزء السادس والعشرون سورۃ ق مایبدل القول کے تحت المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۹/ ۱۲۵

[2] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۵

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۲۳۶

بنبوۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوّز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذٰلک المصلحۃ بزعمہ ام لم یدعہا فہو کافر بالاجماع؎

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو باایں ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان باتوں میں کہ وہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاجماع کافر ہے (ت)

سبحان اللہ! حضرات انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء پر کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہوا، جناب باری عزوجل کا جواز کذب ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر ومرتد نہ ہوگا، اب تو جانا کہ تم نے اپنی جہالت وقاحت سے کفر واسلام میں تمیز نہ کی اور کفر خالص پر معاذ اللہ ائمہ دین میں نزاع ٹھہرادی، سبحان اللہ! یہ فہم فقاہت یہ دین ودیانت اور اس پر عالم رشید بلکہ شیخ مرید بننے کی ہمت ؏

آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت

(آدم ختم ہوگئے اللہ تعالٰی کے ملک پر گدھے نے قبضہ کرلیا۔ ت)

ذرا یہ مقام یاد رکھئے کہ آپ کو خاتمہ میں اس سے کام پڑنا ہے، واللہ المستعان علٰی ماتصفون، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حجت عاشرہ ظاہرہ باہرہ زاہرہ قاہرہ امر وادھی من قرینتہا الاولٰی،

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) ہنوز بس نہیں اگرچہ علماء مسئلہ خلف میں بلفظ جواز تعبیر کرتے ہیں، مگر عقل صافی ونظر وافی نصیب ہو تو کھل جائے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز کہتے ہیں اس معنی پر نہ صرف جائز بلکہ بالیقین واقع مانتے ہیں تو تمہارے زعم خبیث پر قطعًا لازم کہ ائمہ دین کذب الٰہی کو یقینًا واقع وموجود بالفعل جانتے ہیں، اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہوگا، دلائل لیجئے،

اوّلاً ہم ثابت کر آئے کہ خلف وعفو ان کے نزدیک متساوی ہیں، اور ایک مساوی کا وقوع وقوع مساوی دیگر کو قطعًا مستلزم خواہ تساوی فی التحقق ہو یا فی الصدق کہ اول کا تو عین منطوق تلازم فی الوجود اور ثانی اس سے بھی زیادہ ادخل فی المقصود، فان الانفکاک فی الوجود انفکاک فی الصدق مع شیئ زائد (کیونکہ وجود میں انفکاک صدق میں انفکاک ہی ہے بلکہ شیئ زائد کے ساتھ ہے۔ ت) لیکن عفو بالیقین واقع ابھی شرح مقاصد

؎ الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۶۹

سے گزرا جوزہ الاصحاب بل اثبتوہ[1] (اصحاب اسے جائز بلکہ اسے ثابت کرتے ہیں۔ ت) تو ثابت ہوا کہ وہ علماء جسے خلفِ وعید کہتے ہیں یقیناً واقع، اب تم خلف کو اس معنی ناپاک پر حمل کرتے ہو تو معاذ اللہ کذبِ الٰہی کے بالیقین واقع و موجود ہونے میں کیا کلام رہا، صدق اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ ت):

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2]

بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی (اللہ سبحانہ وتعالٰی کی پناہ۔ ت)

ثانیاً تعیین تساوی سے قطع نظر بھی کیجئے تاہم آیہ کریمہ ویغفر مادون ذٰلک[3] (شرک سے نیچے معاف فرمادے گا۔ ت) اُن کا استدلال دلیل توقع کہ خلف عفو سے خاص یا مبائن نہیں لاجرم مساوی نہ سہی تو عام ہوگا، بہرحال وقوعِ مغفرت وقوعِ خلف اور تمہارے طور پر وقوعِ خلف وقوعِ کذب کو مستلزم ہو کر کذبِ الٰہی یقینی الوقوع ٹھہرے گا اور کیا گمراہوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

ثالثاً مختصر العقائد کی عبارت گزری کچھ دیر نہ ہوئی جس میں خلفِ وعد کو محال لکھ کر وعیدِ مسلمین کے بارے میں دیکھئے کیا لفظ لکھا یجوز ان یترک الوعید (وعید کا ترک کرنا جائز ہے۔ ت) نہ کہا بلکہ صاف صاف یترک الوعید[4] (وعید کو ترک کردیا۔ ت) کہا، پھر ثبوت میں کیا کلام رہا۔

رابعاً ان دلائل قاطعہ عقلیہ کے بعد تمہاری بلا کے لائق قاطعِ نزاع و دافعِ شغب یہ ہے کہ امام محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی حلیہ میں جو اسی ردالمحتار کی جس سے آپ ناقل اس مقام میں، ماخذ ہے صاف بتادیا کہ خلفِ وعید صرف عفو سے عبارت ہے، اب آپ ہی بولئے آپ کے مذہب میں عفو بالیقین واقع ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہی خلف ہے اور تم خلف کو اصل کذب سمجھے تو اپنے خدا کو یقیناً کاذب کہہ چکے یا نہیں، حلیہ کی عبارت یہ ہے:

الدعاء المذکور یستلزم انہ یجوز الخلف فی الوعید وظاھر المواقف والمقاصد

دعاء مذکور اس بات کو مستلزم ہے کہ خلفِ وعید جائز ہے، مواقف اور مقاصد کے ظاہر سے یہ

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۳۵

[2] القرآن الکریم ۲۲/۴۶

[3] " ۴/۱۱۶

[4] مختصر العقائد

ان الاشاعرة قائلة به لانه لایعد نقصا بل جود وکرم ولهذا امتدح به کعب بن زهیر رضی الله تعالٰی عنه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم حیث قال ؎

نبئت ان رسول الله اوعدنی
والعفو عند رسول الله مامول

معلوم ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے قائل ہیں کیونکہ اسے نقص نہیں بلکہ جود وکرم شمار کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہوئے کہا[1] مجھے بتایا گیا ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وعید سنا رکھی ہے مگر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عفو کی ہی امید ہے۔ (ت)

دیکھو صراحۃً مدح بالعفو کو مدح بخلف وعید قرار دیا، اسی طرح تم بحث میں قول ابن نباتہ مصری،

الحمد لله الذی اذا وعد وفی واذا اوعد عفا[2]

تمام حمد اللہ کی جو وعدہ کرے وفا فرماتا ہے اور جب وعید سناتا ہے تو معاف فرما دیتا ہے (ت)

کہ اسی باب سے ٹھہرایا اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی رہا، یہ دوسرا احتمام یاد رکھنے کا ہے کہ تم نے صراحۃً وقوع و جواز کذب الٰہی کو ائمہ اہلسنت کا مذہب جانا اور ایسے کفر شنیع وارتداد فظیع کو اہل حق کا ایک اختلافی مسئلہ مانا

کذٰلک یطبع الله علی کل قلب متکبر جبار ولاحول ولاقوة الا بالله الواحد القهار۔

یوں ہی اللہ تعالٰی ہر متکبر اور جابر دل پر مہر ثبت فرماتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الواحد القہار (ت)

بالجملہ بحمد اللہ تعالٰی بوجوہ بیانات باہرہ شمس وامس سے زیادہ روشن و واضح ہوگیا کہ علماء جس معنی پر خلف جائز مانتے ہیں، حاش للہ! اسے امکان کذب سے اصلاً علاقہ نہیں ان کے نزدیک خلف یعنی عدم ایقاع وعید بوجہ تجاوز وکرم ہے کہ عین عفو یا عفو کا مساوی و ملازم، اور یہ معنی نہ صرف جائز بلکہ باجماع اہلسنت بلاشبہ واقع رہا، خلف بمعنی تبدیل قول وتکذیب خبر جس کے جواز پر امکان کذب متفرع ہوسکے، ہرگز ان علماء کی مراد نہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل بلکہ وہ بالاتفاق بیک زبان ویک دل اس سے تبری وتحاشی کامل کرتے اور کذب الٰہی کے استحالۂ عقلی وامتناع عقلی پر اجماع تام رکھتے ہیں، اول سے آخر تک ان کے تمام کلمات ومحاورات وجوہ مناظرہ وطریق رد واثبات ہزار در ہزار طور سے اسی امر پر شاہد عدل و ناطق فصل وقد ظہر علی کل

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

ذی عقل (اور یہ ہر عقلمند پر ظاہر ہے۔ ت) اور امام ابن امیر الحاج نے تو بحمد اللہ یہ امر بہ تمام وجوہ منجلی کر دیا کہ خود جواز خلف کو راجح مان کر اس معنی ناپاک تراشیدۂ مدعی بیباک کی وہ بیخ کنی فرمائی جس کی غرب سے شرق تک خبر آئی، یونہی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں یا آکر کلام امام ابو عمرو بن العلاء قائل جواز خلف کی وہ کچھ تائید کی جو اوپر گزر چکی، جب معنی تبدیل کی نوبت آئی جس پر ان حضرات نے تفریع کی ٹھہرائی اس پر وہ شدید و عظیم نکیر فرمائی کہ کج فہم جاہل پر قیامت ڈھائی، اسی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الخبر اذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ تعالٰی وھذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرًا فان العقلاء اجمعوا علی انہ تعالٰی منزہ عن الکذب ومعلوم ان فتح ھذا الباب یفضی الی الطعن فی القراٰن وکل الشریعۃ اھ ملخصًا۔[1]

یعنی جب خبر میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز رکھا جائے تو بیشک کذب الٰہی کو جائز ماننا ہوگا، اور یہ سخت خطا ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر ہو جائے اس لئے کہ تمام عقلاء (یعنی نہ صرف اہل اسلام بلکہ سمجھ والے کافر بھی) اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ باری تعالٰی کذب سے منزہ ہے اور معلوم ہے کہ اس دروازے کا کھولنا قرآن مجید اور تمام شریعت میں طعن تک لے جائیگا اھ ملخصًا۔

پس خدا کی شان یہ شان معراتی سے ورے، ایسے روشن ایمانی بدیہی مسائل میں مدعیان علم و دیانت و رشد و مشیخت اغوائے عوام و تلبیس مرام کو یوں دیدہ و دانستہ کار مفتری بن جاتے اور خوف خالق و شرم خلائق سب کو یک دست سلام کر کے افترا پر یوں کھلے بہتان جیسے طوفان اٹھاتے ہیں ؎

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا ۔ خیرہ ام در چشم بندے خدا

(آنکھیں کھلی، کان کھلے، اے بندۂ خدا! اس سے آنکھیں خیرہ ہیں۔ ت)

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ ۔ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

(اگر تم نہیں جانتے تو یہ مصیبت و پریشانی ہے اور اگر جانتے ہو تو اس سے بڑھ کر آزمائش ہے۔ ت)

بس زیادہ کیا کہوں سوا اس کے کہ اللہ ہدایت دے، آمین!

تنبیہ نبیہ: الحمد للہ تحقیق ذروۂ علیا کو پہنچی اور بیاروں ہاروں کی افترا بندی اپنی سزا کو، اب صرف یہ امر قابل تنقیح رہا کہ جب خلف بمعنی تبدیل کے استحالہ پر اجماع قطعی قائم اور بمعنی مساوی عفو بالاجماع جائز بلکہ واقع تو علمائے مجوزین و محققین مانعین میں نزاع کس امر پر ہے۔ **اقول** وباللہ التوفیق وبہ العروج علی

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)

اوج التحقیق علی الخبیر سقطت (میں کہتا ہوں اللہ کی توفیق سے، اور اسی توفیق سے بالاخر تحقیق کی بلندیوں پر عروج حاصل ہوتا ہے۔ ت) ہاں منشاء نزاع اس اطلاق خلف کی تجویز ہے مجوزین نے خیال کیا کہ خلف وعید معاذ اللہ کسی عیب ومنقصت کا نشان نہیں دیتا بلکہ عفو وکرم پر دلیل ہوتا اور محل مدح وستائش میں بولا جاتا ہے ولہذا اجلۂ عرب سے اس پر استناد کرتے ہیں۔ قال قائلھم (ان میں سے کسی کا قول ہے۔ ت) ؎

وانی وان اوعدته او وعدته لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

(اور میں نے اسے وعید سنائی یا اس سے وعدہ کیا تو اپنے وعید کا خلاف اور وعدہ کو پورا کرنے والا ہوں۔ ت)

وقال آخر (اور دوسرے نے کہا۔ ت) ؎

اذا وعد السراء انجز وعده وان اوعد ا فالعفو مانعه

(جب خوشحال لوگوں سے وعدہ کیا تو وعدہ پورا کردیا اور جب فقراء کو وعید سنائی تو عفو اس کے مانع ہوگیا۔ ت)

بنا بر آں خلف وعید کی تجویز کی، محققین نے دیکھا کہ لفظ معنی محال یعنی تبدیل مقال کا موہم اور یہاں ایہام محال بھی منع میں کافی کما نصوا علیه فی مسئلة معقد العز (جیسا کہ علماء نے مسئلہ معقد العز میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) اور اس کے ساتھ وقوع قدح صرف مخلوق میں ہے خالق عزوجل کا ان پر قیاس صحیح نہیں لاجرم اس تجویز سے تحاشی کی۔

خلاصہ یہ کہ آیات وعید میں بنظر ظاہر عموم عدم وقوع ایک صورت خلف میں ہے اگرچہ بنظر تخصیص وتقیید حقیقت خلف سے قطعاً منزہ، مجوزین اسی خلف صوری کو خلف وعید سے تعبیر کرتے اور اسے جائز رکھتے ہیں کہ مفید مدح ہے اور محققین منع فرماتے ہیں کہ موہم نقص وقدح ہے ورنہ اگر خیال معنی کیجئے تو بلاشبہہ وہ جس امر کو خلف کہتے ہیں قطعی بالاجماع جائز و واقع، ولہذا علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نے نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں مسئلہ خلف کو اہلسنت کا اتفاقی قرار دیا اور اس میں خلاف صرف معتزلہ کی نسبت کیا،

حیث قال الوعید لایجوز تخلفه عند المعتزلة لقولھم بانه یجب علی اللہ تعالٰی تعذیب العاصی ۱؎	جہاں کہا کہ وعید کا تخلف معتزلہ کے ہاں جائز نہیں کیونکہ ان کا یہ مذہب ہے کہ عاصی کو عذاب دینا اللہ تعالٰی پر لازم ہے۔ (ت)

۱؎ نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۵۳۱

پُر ظاہر کہ اس نسبت کا منشا وہی نظر معنی ہے کہ معنی مقصود مجوزین کے جواز میں واقعی اشتباہ سے معتزلہ ہی کو خلاف ہے اہلسنت میں کوئی اس کا منکر نہیں، جس طرح معنی کذب و تبدیل کے بطلان و امتناع پر اہلسنت بلکہ اہل ملل بلکہ اہل عقل کا اجماع ہے جس میں کسی فرقہ کا خلاف معلوم و ظاہر نہیں۔ یہ ہے بحمد اللہ محل نزاع کی تحریر انیق و تقریر رشیق۔ والحمد للہ ولی التوفیق علی الہام التحقیق وارشاد الطریق (حمد ہے اللہ تعالٰی کے لئے جو عطائے تحقیق اور رہنمائی طریق کی توفیق کا مالک ہے۔ ت)۔ امام محقق مدقق علامہ حلبی نے اسی حلیہ میں جواز خلف مان کر معنی کذب و تبدیل سے وہ تحاشی عظیم فرمائی جس کی نقل حجت سابعہ میں گزری پھر تصریح مراد کی یوں ارشاد کی،

المراد بالوعید صورۃ العموم بالوعید من المریدین بالخطاب[1]

مسئلہ جواز خلف میں وعید سے صورت عموم مراد ہے کہ بظاہر حکم سب مخاطبوں کو شامل نظر آتا ہے۔

یعنی تنہا الفاظ وعید پر نظر کیجئے تو صاف یہی حکم معلوم ہوتا ہے کہ جو ایسا کریں گے سب سزا پائیں گے پھر جبکہ دلائل قاطعہ ثابت ہوا کہ بعض کو نہ ہوگی تو بظاہر وعید تخلف ہوئی حالانکہ وہ عموم صرف صوری تھا نہ حقیقی کہ حقیقت میں عمومات وعید آیات مشیت سے مخصص و مقید، جس کا حاصل یہ کہ ہم معاف نہ فرمائیں تو سزا ہوگی بس اسی قدر محصل خلف ہے جسے معاذ اللہ کذب و تبدیل سے کچھ علاقہ نہیں، پھر اس مراد و مقصود کی تحقیق فرما کر ارشاد کرتے ہیں،

ثم حیث کان المراد ھذا فالوجہ ترک اطلاق جواز الخلف فی الوعد والوعید دفعا لایھام ان یکون المراد منہ ھذا المحال[2]

یعنی جب معلوم ہوگیا کہ جواز خلف سے صرف اس قدر مراد ہے نہ وہ کہ معاذ اللہ امکان کذب کو راہ دے کہ کذب و تبدیل تو یقیناً اللہ تعالٰی پر مستحیل، تو مناسب یہی ہے کہ وعدہ یا وعید کسی میں جواز خلف کا لفظ نہ بولیں کہ اس سے کسی کو اس معنی محال کا وہم نہ گزرے۔

واقعی امام ممدوح کا گمان بجا تھا، آخر دیکھئے نا کہ اس چودھویں صدی میں جہال سفہاء کو وہ وہم آڑے ہی آیا، والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی۔ پھر فرماتے ہیں،

وانما وافقت ھم علی الاطلاق لشھرۃ المسئلۃ بینھم بھذہ الترجمۃ و

ہم نے جو اس لفظ کے اطلاق میں علمائے سابقین کا ساتھ دیا اس پر باعث یہ تھا کہ مسئلہ ان میں اسی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] " " "

نستغفر اللہ العظیم من کل مالیس فیہ رضاہ[1]

ہم سے شہرت رکھتا ہے اور ہم اللہ عزوجل سے مغفرت چاہتے ہیں ہر اس بات کی جو اسے پسندیدہ نہیں۔

سفیہ جاہل دیکھے کہ اس کے امکانِ کذب کے سب شوشے کدھر گئے،

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[2]

فرما دو کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بتوفیق المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ اس مقام کی زیادہ تحقیق حواشی شرح عقائد وشرح مواقف پر ذکر کی اگر مخافت تطویل نہ ہوتی تو ان نفائس جلیلہ کو زیر گوش سامعین کرتا، وفیما ذکرنا کفایۃ والحمد للہ ولی الہدایۃ (جو کچھ ہم نے ذکر دیا وہی کافی ہے، حمد ہے اللہ تعالیٰ کی جو ہدایت کا مالک ہے۔ ت)

غرض اس مقدار سے زائد کسی امر کو محل نزاع ٹھہرانا خود ان کے مقتضائے کلام ومقال وتمسک واستدلال سے جدا پڑنا اور توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کرنا اور ان کے اجماعیات قاطعہ سے منکر ہونا اور ان مہالک شنیعہ ونتائج فظیعہ کا ان کے ذمے باندھنا ہے جن سے وہ ہزار جگہ بتصریح صریح تبری کرتے ہیں، اور وہ جو فقیر بحمد اللہ بارہا دیکھ چکا ہے کہ ائمہ اہل سنت میں جو مسئلہ اصول مختلف فیہ رہا ہے اگرچہ بعض ناظرین ظواہر الفاظ سے دھوکا کھائیں مگر عند التحقیق اس کا حاصل نزاع لفظی یا ایسی ہی کسی ہلکی بات کی طرف راجع ہوا ہے، یہ ایک فریق کے دوسرے پر الزامات حقیقۃً اپنے معنی مراد پر الزام ہیں جس سے دوسرے کا ذہن خالی نہ اس نے مراد سے انہیں تعلق نہ اسے دیکھ کر کوئی عاقل یہ وہم کرسکتا ہے کہ وہ امر جس کا الزام دیا گیا فریقین میں مختلف فیہ ہے بلکہ یہ تو عامہ نزاعات حقیقیہ معنویہ میں بھی نہیں ہوتا چہ جائے صوریہ ولفظیہ میں الزام اسی امر سے دیتے ہیں جس کا بطلان متفق علیہ ہو، مختلف فیہ سے مختلف فیہ پر احتجاج لغو ہے، خصوصاً جبکہ ایک امر میں اختلاف دوسرے میں تنازع کی فرع ہو کہ اس تقدیر پر فرع سے الزام مصادرہ علی المطلوب ہے، یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل کہ طرف مقابل سخت ابلہ وجاہل، خیر بات دور پہنچی، نظائر لیجئے، مثلاً ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق، امام عارف باللہ حارث محاسبی وجعفر بن حرب وعبداللہ بن کلاب وامام المتکلمین عبدالعزیز مکی وائمہ سمرقند اول کے قائل اور اسی طرف امام ہمام ابوالحسن اشعری قدس سرہ مائل بلکہ اسی پر امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص شریف دلیل کامل، اور امام عماد السنہ احمد بن حنبل وغیرہ جماعت محدثین سے قول ثانی منقول اور یہی ائمہ بخارا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۱۷ / ۸۱

"دمی وافہم کے نزدیک مختار ومنصور ومعتمد ومقبول۔ اسی پر ائمہ سمرقند وبخارا ہیں نزاع کو جو طول ہوا حنفی نہیں انھوں نے ان پر مخلوقیتِ قرآن کا الزام رکھا انھوں نے ان پر نامخلوقیتِ افعالِ عباد کا طعن کیا، اور حقیقت دیکھئے تو بات کچھ بھی نہیں، اپنی اپنی مراد پر دونوں سچ فرماتے ہیں۔ ایمان مخلوق بیشک مخلوق کہ مخلوق وصفاتِ مخلوق سب مخلوق اور ایمان کہ صفتِ خالق عزوجل ہے جس پر اسمائے حسنٰی سے پاک مؤمن دلیل یعنی اس ملک جلیل جل جلالہ کا ازل میں اپنے کلام کی تصدیق فرمانا وہ قطعاً غیر مخلوق کہ خالق وصفاتِ خالق مخلوقیت سے منزہ۔"

هكذا قرره الفاضل العلامة كمال الدين بن ابی شريف القدسی فی المسامرة شرح المسايرة۔	اسی طرح اس کی تفصیل فاضل علامہ کمال الدین بن ابی شریف القدسی نے المسامرۃ شرح المسایرہ میں کی ہے (ت)

اب کیا کوئی احمق جاہل اس نزاع کو دیکھ کر یہ گمان کرے گا کہ بعض صفاتِ خالق کا مخلوق یا بعض افعال مخلوق کا نامخلوق ہونا ائمہ اہلسنت میں مختلف فیہ ہے، حاشا وکلا یونہی مسئلہ زیادت ونقصان ایمان کہ قدیم سے مختلف فیہا امام رازی وغیرہ بہت محققین اسے بھی نزاع لفظی پر اتارتے ہیں، منح الروض میں ہے:

ذهب الامام الرازی وكثير من المتكلمين الی ان هذا الخلاف لفظی راجع الی تفسير الايمان۱؎	امام رازی اور بہت سے متکلمین اس طرف گئے ہیں یہ اختلاف لفظی ہے جو ایمان کی تفسیر کی طرف لوٹتا ہے (ت)

پھر کہا:

هذا هو التحقيق الذی يجب ان يعول عليه۲؎	یہ وہ تحقیق ہے جس پر اعتماد لازم ہے (ت)

اسی طرح اور مسائل پائیے گا، اگر اس پر عمل کیجئے جب تو امر نہایت ایسر، مجوزین بھی مساوی عفو لیتے ہیں اور مانعین بھی تبدیل قول دونوں سچ کہتے ہیں اور دونوں اجماعی باتیں، مگر فقیر نے بحمد اللہ جو تنقیح مناط کردی اس پر نزاع بھی معنوی رہی اور قول مانعین کا محقق وراجح ہونا بھی کھل گیا اور جہالت جاہلین کا علاج بھی بحمد اللہ بروجہ کافی ہو لیا۔

ذلك من فضل الله علينا وعلی الناس	یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

۱؎ منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر وشان ان الایمان لایزید ولاینقص مصطفی البابی مصر ص ۱۳۵

۲؎ " " " " " " " " " " " " " " "

ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۝ اللّٰھم لک الشکر الابدی والمن السرمدی، والحمد للّٰہ رب العٰلمین

شکر نہیں بجالاتے، اے اللہ! شکر ابدی اور احسان دائمی تیرے لئے ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لئے ہیں (ت)

تسجیل جلیل و تکمیل جمیل:

اقول وباللّٰہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) مدعی جدید بیچارے کی حالت نہایت قابلِ رحم غریب نے امام الطائفہ کی بات بنانے کو عقل و دیانت کو پان رخصت دیا۔ اپنے رب کو جیسے بنے لائقِ کذب کردینے کا ذمہ لیا، ائمۂ امت و سادات ملت پر کھلی آنکھوں جیتا بہتان کیا، غرض لاکھ جتن کر چھوڑے مگر کالی ذکا یعنی امام کی پیشانی سے داغِ ضلالت مٹنا تھا نہ مٹا، آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کاہے پر بگڑی تھی، ذکر یہ تھا کہ حضور پرنور سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل وہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے کہ اللہ تعالٰی حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت تو امکانِ مثل مستلزم کذبِ الٰہی اور کذبِ الٰہی محالِ عقلی ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

(اپنے محاسن میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی شریک سے بالا ہیں تو آپ کا جوہر حسن تقسیم نہیں کیا گیا۔ ت)

اس پر اس سفیہ نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال نہیں، ممکن ہے کہ خدا کی بات جھوٹی ہوجائے اور اس پر جو ہذیانات بکے ان کی خدمت گزاری تو آپ سُن ہی چکے اب یہ حضرت اس کی حمایت میں خلفِ وعید کا مسئلہ پیش کرتے ہیں یعنی ان کے امام سے تنہا نہ بکی بلکہ اس کا قول ایک گروہ ائمہ کے موافق ہے، اے سبحان اللہ! ؎

امام چنیں مقتدی چناں
جہاں چوں ندیدہ بدے چناں

(ایسے امام اور ایسے مقتدی، جہاں نے ایسے بد نہ دیکھے ہوں گے۔ ت)

اے حضرت! سب کچھ جانے دیجئے مگر یہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین[1] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ ت) بھی معاذ اللہ کوئی وعید ہے جس کے امکانِ کذب کو جوازِ خلف پر متفرع کیجئے گا، یہ تو وعدہ ہے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بشارتِ عظیمہ کہ تمہیں اس فضل جلیل سے مشرف کیا گیا تمہاری شریعتِ مطہرہ کو شرفِ افضلیت بخشا تم ناسخ ادیان ہوئے تمہارے دین متین کا ناسخ کوئی نہ آئے گا تم سب سے بلند و برتر رہے تم سے بالا کوئی ہوا نہ ہوگا، اس میں خلف تو

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

ہر طرح بالاجماع محال ہے پھر تمھارے امام کا کیا کام نکلا اور مخالفِ اجماعِ مسلمین و احداثِ بدعتِ ضالہ فی الدین کا داغ کیونکر مٹا، ہاں یہ کہ اس کی اور ساتھ ہی تمھاری عقل و دیانت کا کام تمام ہوا، اسے کام نکلا سمجھ لیجئے چاہے کام ہو جانا قسمت کا بدا کر دین و دیانت سے یوں کٹی چھٹی اور امام بیچارے کی بات بھی نہ بنی ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم　　حبک الشیئ یعمی ویصم
(تجھے شی کی محبت اندھا اور بہرہ کر دے گی۔ ت)

؎ ذلیل و خوار و خراب و خستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے
بھٹک گئے دینِ حق کا رستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے

صدق القائل (کہنے والے نے سچ کہا۔ ت) ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم　　سیھدیھم طریق الھالکینا
(جب قوم کا رہنما کوا ہو تو وہ ان کو ہلاکت والے راستہ ہی کی رہنمائی کرے گا۔ ت)

الحمدللہ! یہ بظاہر دس ۹ بارہ اور حقیقۃً اکیس دو کل بائیس ہیں کہ بحث رابعہ میں وجہ ۲ ۱۱ و وجہ ۳ ۱۴، بحث سادسہ میں ثانیاً ۱۵، بحث تاسعہ و عاشرہ دونوں میں ثانیاً ثالثاً رابعاً ۱۸، بالجملہ کے بعد عبارتِ امام رازی ۲۰ تنبیہ نبیہ میں کلام امام حلبی ۲۱ یہ گیارہ مستقل بحثیں تھیں، انھیں مدعی جدید پر اکیس کوڑے سمجھئے تو بائیسواں ۲۲ تازیانہ تسہیل جلیل کا ہوا، اوپر کے سو ملا کر ایک سو بائیس ۱۲۲ کوڑے، انھیں جمع رکھئے اور آگے چلئے کہ سائل کے بقیہ سوال کا اظہار جواب و تحقیق صواب کا انتظار کرتے دیر گزری، اب وقت وہ آیا کہ ادھر عطفِ عنان کروں اور بیانِ حکمِ قائل کے لئے میدانِ بدیعِ تحقیقِ رفیع میں قدم دھروں۔

وللہ الھادی وولی الایادی والصلوۃ علی حبیبہ سراج النادی۔

رہنمائی فرمانے والا اللہ ہے اور وہی مدد کا مالک ہے اس کے محبوب پر صلوۃ و سلام ہو جو مجلسِ کائنات کے چراغ ہیں۔ (ت)

خاتمہ تحقیق حکمِ قائل میں

اقول وباللہ التوفیق اللھم اغفر وقنا الضلال والکفر (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اے اللہ! ہمیں معاف فرمادے اور ہمیں گمراہی اور کفر سے محفوظ فرما۔ ت) جانِ برادر! یہ پوچھتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پوچھ کہ امام و ماموم پر ایک جماعتِ ائمہ کے نزدیک

کتنی وجہ سے کفر آتا ہے، حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن و جلی نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلی (اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ ت) مگر یہ کہتا ہوں اور بیشک کہتا ہوں کہ بلا ریب ان تابع و متبوع سب پر ایک گروہ علماء کے مذہب میں بوجوہ کثیرہ کفر لازم، والعیاذ باللہ ذی الفضل الدائم (دائمی فضل والے اللہ کی پناہ۔ت)

میرا مقصود اس بیان سے یہ ہے کہ ان عزیزوں کو خواب غفلت سے جگاؤں اور ان کے اقوال باطلہ کی شناعت ہائلہ انہیں جتاؤں کہ او بے پروا بکریو! کس نیند سو رہی ہو، گلا دور پہنچا، شور مچ قطعے پر آئے، گرگ خونخوار بظاہر دوست بن کر تمہارے کان پر تھپک رہا ہے کہ ذرا جھپٹا اور اپنا کام کرے چوپایوں میں تمہاری بجاہٹ کے باعث اختلاف پڑ چکا ہے بہت حکم لگا چکے کہ یہ بکریاں ہمارے گلّے سے خارج ہیں بھیڑیا کھائے شیر لے جائے ہمیں کچھ کام نہیں ورنہیں ابھی تم ہم پر بس، نی سبب وہ بھی تمہاری ناشائستہ حرکتوں سے ناراض ہو کر اپنے خاص گلّے میں تمہارا آنا نہیں چاہتے ہیہات ہیہات اس بیہوشی کی نیند اندھیری رات میں جسے چوپان سمجھ رہی ہو واللہ وہ چوپان نہیں خود بھیڑیا ہے کہ ذیاب فی ثیاب کے کرشمے سے تمہیں دھوکا دیا ہے، پہلے وہ[ع۱] بھی تمہاری طرح اسی گلّے کی بکری تھا، حقیقی بھیڑیے[ع۲] نے جب سے اسے شکار کیا اپنے مطلب کا دیکر دھوکے کی ٹٹی بنا لیا اب وہ بھی اسکے ڈکے کی خیر مناتا اور بھولی بھیڑوں کو شکار کرلے جاتا ہے، خدارا اپنی جان پر رحم کرو، اور جہاں تک دم رکھتے ہو ان گرگ و نائب گرگ سے بھاگو جیسے بنے اس مبارک گلّے میں جس پر خدا کا ہاتھ ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ (جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ت) اور اس کے بچے والی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں آکر ملو کہ اسی چین کا رستہ چلو اور مرغزار جنت میں بے خوف چرو، اے رب میرے ہدایت فرما، آمین!

[ع۱] یعنی امام الوہابیہ ۱۲

[ع۲] یعنی شیطان ۱۲

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سید عالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان سب میں ان کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے۔

ادامه اللّٰہ لنا حتی نلقاہ به یوم القیامۃ وندخل به بفضل رحمته دار السلام آمین!	اللہ تعالیٰ اسی پر ہمیں دوام عطا فرمائے حتی کہ بروز قیامت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہو اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دار السلام میں آپ کے ساتھ داخلہ عطا فرمائے۔ (ت)

اور معاذ اللہ ان میں کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ادنیٰ شک لانا کفر

اعاذنا اللّٰہ منه بحفظه العظیم ورحم عجزنا و ضعفنا بلطفه العمیم، انه هو الغفور الرحیم آمین، آمین اله الحق آمین!	اپنے حفظ عظیم سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ عطا فرمائے اور ہمارے عجز اور کمزوری پر لطف عظیم سے رحم فرمائے۔ وہی غفور رحیم ہے، آمین آمین اے معبود برحق آمین! (ت)

پھر یہ انکار جس سے خدا ہمیں اور سب مسلمانوں کو پناہ دے دو طرح ہوتا ہے، لزومی و التزامی۔ التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شئ کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے اگرچہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعویٰ کرے۔ کفر التزامی کے یہ معنی نہیں کہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جہّال سمجھتے ہیں، یہ اقرار تو بہت طوائف کفار میں بھی نہ پایا جائے گا ہم نے دیکھا ہے بہتیرے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنی کہ جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعویٰ کیا وہ بعینہٖ کفر و مخالف ضروریات دین ہو جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجود ملک و جن و شیطان و آسمان و نار و جنان و معجزات انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ و توہمات عاطلہ کو لے مرنا نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کفر سے بچائیں گے نہ محبت اسلام و ہمدردی قوم کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے۔ قٰتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن و لازم حکم کو ترتیب مقدمات و تتمیم تقریبات کرتے لے چلیے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر و امیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا کہ تفضیل

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰ و ۶۳/ ۴

جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی طرف مؤدی اور وہ قطعاً کفر، مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہلبیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علٰی مولاہم وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بتاتے اور خلافت صدیقی و فاروقی پر ان کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں اس قسم کے کفر میں علمائے اہلسنت مختلف ہوگئے جنھوں نے مآل مقال و لازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا، اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت و بدمذہبی و ضلالت و گمراہی ہے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اللہ رب العالمین کی پناہ۔ ت)، امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے شفاء شریف میں فرماتے ہیں،

من قال بالمآل یؤدی الیه قوله ویسوقه الیه مذهبه، کفره، فکانهم صرحوا عنده بما ادی الیه قولهم، ومن لم یر اخذهم بمآل قولهم ولا الزمهم موجب مذهبهم لم یر اکفارهم قال لانهم اذا وقفوا علی هذا، قالوا لانقول بالمآل الذی الزمتموه لنا، ونعتقد نحن وانتم انه کفر، بل نقول ان قولنا لایؤل الیه علی ما اصلنا، فعلی هذین الماخذین اختلف الناس فی اکفار اهل التاویل، والصواب ترك اکفارهم[1] اھ مختصرا۔

جس نے اس مآل کی طرف دیکھا جس کی طرف اس کا قول مؤدی تھا، جس کی طرف اس کا مذہب چلا جاتا ہے تو اس نے اس کی تکفیر کی، گویا اس نے ان کے مؤدی قول کو بکا ہے، اور جنھوں نے ان کے مآل کو نہ دیکھا اور نہ ان کے تقاضا مذہب کا لزوم دیکھا انھوں نے تکفیر نہیں کی اس لئے کہ جب وہ اس سے آگاہ ہوگئے تو انھوں نے کہا ہم اس مآل کا قول نہیں کرتے جو تم نے ہم پر لازم کردیا ہے اور ہم اور تم دونوں اسے کفر تصور کرتے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اصل کے مطابق ہمارے قول کا وہ مآل ہی نہیں، ان دونوں ماخذوں کی وجہ سے اہل تاویل کے کفر میں لوگوں کا اختلاف ہوا، اور درست رائے یہی ہے کہ ان کے کفر کا قول نہ کیا جائے اھ مختصرا (ت)

جب یہ امر ممہد ہولیا تو اب ان امام و ماموم کے کفریات لزومیہ گنیے، امام کے کفروں کا تو شمار ہی نہیں اس نے تو صرف انھیں چند سطروں میں جو تحریر سوم میں اس سے منقول ہوئیں کفری لزومی کی سات اصلیں تیار کیں جن میں ہر اصل صدہا کفر کی طرف منجر اور اس کا مذہب مان کر ہرگز ہرگز ان سے نجات نہ مفر، والعیاذ باللہ العلی الاکبر۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما هو من المقالات المطبعة الشرکة الصحافیة بیروت ۲/ ۲۰۸

اصل اول: جو کچھ انسان کرسکے خدا اپنی ذات کریم کے لئے کرسکتا ہے ورنہ قدرتِ انسانی بڑھ جائیگی (دیکھو ہذیان اول) اس اصل کے کفروں کی گنتی نہیں مگر میں اسی قدر شمار کروں جو اوپر گن آیا ہوں یقیناً قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے مذہب پر (۱) اس کا معبود کھانا کھا سکتا ہے (۲) پانی پی سکتا ہے (۳) پاخانہ پھر سکتا ہے (۴) پیشاب کرسکتا ہے (۵) اپنا سمع روک سکتا ہے (۶) بصر روک سکتا ہے (۷) دریا میں ڈوب سکتا ہے (۸) آگ میں جل سکتا ہے (۹) خاک پر لیٹ سکتا ہے (۱۰) کانٹوں پر لوٹ سکتا ہے (۱۱) وہابی ہوسکتا ہے (۱۲) رافضی بن سکتا ہے (۱۳) اپنا نکاح کرسکتا ہے (۱۴) جماع کرسکتا ہے (۱۵) عورت کے رحم میں اپنا نطفہ پہنچا سکتا ہے (۱۶) اپنا بچہ جنا سکتا ہے (۱۷) نیز اس اصل پر لازم کہ خدا خدا نہیں (۱۸) ہزاروں کروڑوں خدا ممکن ہیں (۱۹) آیۂ کریمہ واللہ خلقکم وما تعملون ۱؎ (اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔ت) حق نہیں ان سب امور کا ثبوت ہذیان مذکور کے ردوں میں بعینہٖ ناظرین ہوا۔

اصل دوم: خدا کے لئے عیوب و نقائص محال نہیں بلکہ مصلحت کے لئے ان سے فقط بچتا ہے (ہذیان دوم) اس اصل کے کفر اصل اول سے صدہا درجے فزوں جس سے لازم کہ اس بیباک کے مذہب ناپاک پر (۲۰) اہل اسلام کے عامۂ عقائد تنزیہ و تقدیس کہ ان کے نزدیک ضروریات دین سے ہیں سب باطل بے دلیل (۲۱) اس نامسعود کا دلی معبود عاجز (۲۲) جاہل (۲۳) احمق (۲۴) کاہل (۲۵) اندھا (۲۶) بہرا (۲۷) ہکلا (۲۸) گونگا، سب کچھ ہو سکتا ہے (۲۹) کھانا کھائے (۳۰) پانی پئے (۳۱) پاخانہ پھرے (۳۲) پیشاب کرے (۳۳) بیمار پڑے (۳۴) بچہ جنے (۳۵) اونگھے (۳۶) سوئے (۳۷) مر جائے (۳۸) مر کر پھر پیدا ہو، سب کچھ روا ہے (۳۹) اللہ کے علم (۴۰) قدرت (۴۱) سمع (۴۲) بصر (۴۳) کلام (۴۴) مشیت وغیرہا صفات کمال کے (ازلی) ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۴۵ تا ۵۰) ان کے ابدی ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۵۱) اس کی الوہیت قابلِ زوال، ان سب لزوموں کا بیان تازیانۂ اول میں گزرا بلکہ (۵۲) خود اس اصل کا ماننا درحقیقت بالفعل اللہ عزوجل کو ناقص جاننا ہے (دیکھو تازیانہ ۲) اور بیشک جو اللہ عزوجل کی طرف نقص کی نسبت کرے قطعاً کافر، اعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

من نفی او اثبت ما ھو صریح فی النقص

کفر ۲؎ الخ۔

۱؎ القرآن الکریم ۳۷/۹۶

۲؎ الاعلام بقواطع الاسلام مع سبیل النجاۃ فصل اول مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص

28
28

اصل سوم، جن باتوں کی نفی سے خدا کی مدح کی گئی وہ سب خدا کے لئے ممکن ہیں (یکروزی ت ۲) اس کے کفر بھی بکثرت ہیں قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے طور پر (۵۳) اس کے معبود کی جورو ہو سکتی ہے (۵۴) بیٹا ہو سکتا ہے (۵۵) بھول سکتا ہے (۵۶) بہک سکتا ہے (۵۷) بعض اشیاء اس کی ملک سے خارج ہیں الیٰ غیر ذلک من الکفریات (اس کے علاوہ دیگر کفریات ۔ ت) (دیکھو ت ۵ تا ۸)

اصل چہارم، صدق الٰہی اختیاری ہے (ت ۵) اس سے لازم کہ سفیہ کے مذہب پر (۵۸) قرآن مجید مخلوق ہے جس کے کفر پر ۳۰ فتوے گزرے (۵۹) اس کا معبود ازل میں کاذب تھا (۶۰) اب بھی کاذب ہے (۶۱) کبھی صادق نہیں ہو سکتا (۶۲) قرآن مجید کا جملہ جملہ غلط ہے (۶۳) اللہ مخلوق ہے (۶۴) بلکہ محال ہے الیٰ غیر ذلک وہ کفریات کثیرہ کہ مواضع متعددہ میں جن کا التزام گزرا۔

اصل پنجم، علم الٰہی اختیاری ہے (تنبیہ بعدت ۲) اس پر لازم کہ جاہل کے نزدیک (۶۵) علم الٰہی مخلوق و حادث ہے جس کے کفر پر فتویٰ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ گزرا (۶۶) اللہ تعالٰی ازل میں جاہل تھا (۶۷) جب چاہے جاہل ہو جائے (۶۸) اللہ حادث ہے (۶۹) قابل فنا ہے الیٰ غیر ذلک۔

اصل ششم، کذب الٰہی ممکن ہے اور ثابت کر آئے کہ اس کا کلام نہ صرف امکان عقلی بلکہ امکان وقوعی بلکہ عدم استبعاد عادی میں نص صریح ہے (۷۰) یہ خود کفر ہے پھر اس تقدیر پر قطعاً یقیناً (۷۱) شریعت سے یکسر امان مرتفع (۷۲) خدا کی خبر سے یقین مندفع (۷۳) اسلام پر وہ مطاعن جن سے جواب ناممکن۔

اصل ہفتم، (۷۴) اللہ تعالٰی نے بندوں سے چھپا چھپا کر، بہلا بہلا کر آیات قرآنیہ جھوٹی کردے تو کچھ حرج نہیں (ت ۳۱) یہ بات یہ تو اس نے صاف صریح کہا تھا میں مخیر ہوں اسے لزوم میں داخل کروں یا التزام میں پھر اس پر (۷۵) حشر نشر، حساب کتاب، جنت، نار، عذاب، ثواب کسی چیز پر ایمان نہ رہا کہ ہر چیز میں صاف صریح احتمال نقض باقی تو یقین کیسا تو ایمان کہاں، والعیاذ باللہ رب العٰلمین، ہماری تقریرات سابقہ و تقریرات لاحقہ دیکھنے والا اس امام جدید کے کفریات لزومیہ کو صدہا تک پہنچا سکتا ہے، بلکہ جس قدر اوپر مذکور ہوئے وہ بھی یہاں پورے نہ گنے گئے پھر بھی معاذ اللہ پچھتر کفر کیا کم ہیں، پھر یہ تو صرف ایک ہی قول پر ہیں باقی کفریات، تقویت الایمان و صراط مستقیم کی گنتی ہی کیا ہے پھر وہ اقبالی کفر علاوہ رہے جو ایمان تقویۃ الایمان و صراط مستقیم میں اس کے گلے پھر رہے ہیں، غرض حضرت کے کفریات لزومیہ و التزامیہ کی تفصیل کرتے تو کفر ایک نقطہ ان کی قبر پر دیئے جائیں تو غالباً دم بھر میں ساری قبر کا منہ کالا ہو جائے، یہ اس کی سزا ہے کہ کفر و شرک دھڑی دھڑی کر کے بیچا محض بلاوجہ سچے مسلمانوں کو کافر مشرک کہا یہاں تک کہ ان کے طور پر صحابہ و تابعین سے لے کر شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز صاحب تک کوئی کفر و شرک سے نہ بچا گویا حضرت کے نزدیک کفر اور عامہ

سے تھا، پھر یہ خود اس سے بچ کر کہاں جائے گا، کرد کہ نیافت کما تدین تدان[1] (جو کیا تھا نہ پایا، جو کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ ت) ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

(تم نے دیکھا نہیں کہ پروانہ کا خونِ ناحق شمع کو اس طرح اماں نہیں دیتا کہ رات کو سحری کردے۔ ت)

کذلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون[2] ۝ اللھم احفظ لنا الایمان واعصمنا من شر الشیطان بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ شرف وکرم اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

اسی طرح عذاب ہے، اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے، کاش یہ جانیں، اے اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، شرِ شیطان سے ہمیں محفوظ فرما بوسیلہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جو انس وجن کے سردار ہیں آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر شرف وکرم ہو آمین والحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

ان امام صاحب پر بیس کم سو باتیں اوپر گزرے تھے، پچھتّر یہ ہوئے کہ ایک جماعتِ ائمہ کے نزدیک تم پچھتّر وجہ سے کافر ہو، امام الطائفہ پر ایک ہی قول میں پونے دو سو کوڑے یاد رکھئے، اب مقتدی صاحبوں کی طرف چلئے ان میں دیوبندیعہ تقلید سے تو دیو بندگی یعنی اس حرام متوی امام کی پیروی سے قدم آگے نہ بڑھایا

عہ تنبیہ ضروری: واقفِ منصبِ افتاء جانتا ہے کہ مفتی سے جس کلام باطل وضلال کی نسبت سوال سائل ہو اس پر اس کلام کی شناعتوں کا اظہار، قباحتوں کا ایضاح واجب اگرچہ قائل محض عامی وجاہل ہو کہ اتمامِ جواب واحکامِ صواب اسی پر موقوف، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قابلِ مخاطبہ ٹھہرا، پس اگر حضرت دیوبندی مثل مدعیانِ جدید کوئی اکابر ومتبوعین طائفہ سے ہیں جب تو اس ردِّ بلیغ کا ہدیہ مبارک، یا اگر مثل صاحب نسبت براہینِ قاطعہ نقابِ عارضِ امامت کا منہ ہیں تو خطاب متعدد اور مخاطب واحد، ورنہ کلام فقیر بضرورتِ افتاء محض جانب کلام من حیث ہو کلام معطوف اور خصوصِ متکلم سے قطعِ نظر مصروف ۱۲ منہ۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ عدعن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/۷۷۲

[2] القرآن الکریم ۶۸/۳۳

یعنی کوئی ایسی نئی بات پیش نہ کی جس پر الزام کفر سے جدید حصہ پاتا صرف انھیں احکام امام کا ترکہ پایا اور اس کی باقی خرافات بشدت اجمال قابل التفات اہل علم نہیں تاہم معرض بیان میں سکوت ناگوار و لہذا بطور اجمال تعرض مقصود ۔

قولہ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے ۔ **اقول** یہ زبانی اظہار محض بے بنیاد و ناپائیدار کہ جب کذب ممکن بلکہ جائز و وقوعی ہوا جیسا کہ تمھارے امام کا مشرب ، تو ہرگز اس اعتقاد کی طرف کوئی راہ نہیں بلکہ صراحۃً ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[۱] (یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں ۔ ت) میں داخل ہوتا ہے ، وہ تقریریں کہ فقیر نے دلیل دوم تنزیہ دوم میں حاضر کیں یہاں بنہایت وضوح و انجلا جاری جنھیں بحمد اللہ اس اظہار باطل کی ذلت و خواری کی پوری ذمہ داری کہنچا ہے تو کذب الٰہی جائز رکھ کر اپنے اعتقاد پر دلیل تو قائم کرے اور جب نہ قائم کر سکے تو واضح ہو جائے گا کہ یہ زبانی استحالت بھی صرف غلط داری عوام کے لئے تھی آخر اس کا امام صراحۃً کہہ ہی چکا کہ چرا چہ کہ خدا جھوٹ بول لے تو کچھ حرج نہیں ،

اللّٰھم انی اعوذبک من اضلال الشیاطین، والعیاذ باللہ رب العٰلمین ۔	اے اللہ! میں شیطان کی گمراہی سے تیری پناہ میں آتا ہوں ، اللہ رب العالمین کی پناہ ہے (ت)

قولہ مگر بول سکتا ہے ۔ **اقول** انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفٰی بہ اثما مبینا[۲] (دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ ۔ ت)

قولہ بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے ۔ **اقول** قطع نظر اس سے کہ مومن مطیع کی تعذیب ہمارے ائمہ کرام ماتریدیہ اعلام قدست اسرارہم کے نزدیک محال عقلی مسلّم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے ،

امتنع تعذیب المطیع مذھب معشر الماتریدیۃ فانہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ وتعالٰی عقلا[۳] ملخصا ۔	مومن مطیع کے عذاب کا ممتنع ہونا ہم ماتریدیہ کا مذہب ہے کیونکہ یہ نقص ہے جو اللہ تعالٰے پر محال عقلی ہے ، اھ ، ملخصاً ۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[۲] ؍ ؍ ۴/ ۵۰

[۳] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الباب الاول فی الحاکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۶

اور امام نسفی وغیرہ[عه] بعض علماء نے عفو کافر کو بھی عقلاً ناممکن جانا، امام ابن الہمام مسایرہ میں فرماتے ہیں:

صاحب العمدة اختار ان العفو عن الكفر لا يجوز عقلاً[1]

صاحب عمدہ کا مختار یہ ہے کہ کفر سے عفو عقلاً جائز نہیں۔ (ت)

اس قائل سے پُوچھئے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جنھوں نے کبھی اطاعت کے سوا کچھ گناہ نہ کیا معاذ اللہ دوزخ میں جانا اور کافروں مشرکوں کا جنت میں آنا محال شرعی بھی مانتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے ایمان کی فکر کرے اور علماء سے اپنا حکم پُوچھ دیکھے اور اگر ہاں تو ممتنع بالغیر ہوا اور ممتنع بالغیر وہی جس کا وقوع ماننا کسی ممتنع بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن سے استحالہ ممکن محض ناممکن، اب وہ خبر یہی ہے، یہی لزوم کذب باری عزوجل تو آپ ہی کی دلیل سے ثابت ہوا کہ کذب باری محال ذاتی ہے۔ اے ذی ہوش

[عه] طرفہ یہ کہ خود ردالمحتار جس سے مدعیان جدید اس مسئلہ میں جہلاً تمسک اس میں بھی یہی قول اختیار کیا اور اسی کو صحیح و معتمد قرار دیا،

حيث قال لكنه مبنى على جواز العفو عن الشرك عقلاً وعليه يبتنى القول بجواز الخلف فى الوعيد، وقد علمت ان الصحيح خلافه فالدعاء به كفر لعدم جوازه عقلاً و شرعاً[2]

انھوں نے کہا یہ اس پر مبنی ہے کہ شرک کا عفو عقلاً جائز ہے اور خلف وعید کا قول بھی اسی پر مبنی ہے اور آپ جان چکے صحیح قول اس کے خلاف ہے لہذا اس کا دعوٰی کفر ہے کیونکہ اس کا جواز نہ عقل سے نہ شرعاً۔ (ت)

اور اسی طرح اس کے ماخذ حلیہ کا کلام ناظرہ،

كما لا يخفى على من طالعه بامعان النظر والله الموفق ۱۲ منه رضى الله تعالٰى عنه۔

جیسا کہ مخفی نہیں ہر اس شخص پر جس نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہو اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[عه] فان قلت لم لا يجوز ان يكون هذا ايضاً

اگر یہ اعتراض کریں یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ یہ بھی محال بالغیر

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] المسایرہ مع المسامرۃ الرکن الرابع فی السمعیات المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۲۵۵

[2] ردالمحتار مطلب فی خلف الوعید الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۱

ورودِ نص کے سبب خلافِ منصوص کو محال شرعی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقوع محال عقلی یعنی کذب ہی کو مستلزم، شرح عقائد میں ہے:

لو وقع لزم کذب کلام الله تعالٰی وھو محال۔[1]

اگر وقوع ہوجائے تو اللہ تعالٰی کے کلام کا کذب لازم آتا ہے جو محال ہے (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قال الله تعالٰی لا یکلف الله نفسا الا وسعہا، ومن ھذا اعنی ذھب المحققون ممن جوزہ عقلا من الاشاعرۃ الی امتناعہ سمعا وان جاز عقلا ای ولا لزم وقوع خلاف خبرہ سبحانہ۔[2]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر، اسی نص کی بنا پر ان اشاعرہ میں سے محققین اس طرف گئے ہیں جو اسے عقلاً جائز سمجھتے تھے کہ شرعاً محال ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے یعنی ورنہ اللہ تعالٰی کی خبر کے خلاف وقوع لازم آئے گا۔ (ت)

سبحان اللہ! یہ تو عقل و فہم اور الٰہیات میں بحث کا دم، قولہ تو کسی کا اعادہ نہیں اقول یوں تو تم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

محالا لغیرہ وذلك الغیر المستحیل بالذات شیئا اخر قلت لولا یجوز ان یکون ھذا ھو ذلك الغیر المحال بالذات ولاجلہ صار لزومہ محالا بالغیر وان تشبثت باحتمال تشبثنا بحروف مصیبین وکنت من الخاطئین لانك مستدل بھذا الدلیل علی امکان الکذب اما ھاذیا واما عاصیا فکیف یکملہ عسی ولعل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

ہو اور یہ غیر جو محال بالذات ہو دوسری شیئ ہے میں کہوں گا یہ کیوں جائز نہیں کہ یہ غیر محال بالذات یہی ہو اور اس کی وجہ سے اس کا لزوم محال بالغیر ہو اور اگر تم کسی اور احتمال سے استدلال کرو تو ہم مصیب اور تم خاطی ٹھہرو گے کیونکہ تم نے اس دلیل سے امکانِ کذب پر استدلال کیا تو تم یا تو ہاذی ہو یا عاصی اب تمہارے لئے شاید یہ ہو امید ہے کہ ہو، کیسے کام آسکتا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۷۱

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحث قربہ الباری من مخلوقاتہ وبعدہ عنہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۷

اپنے امام کی طرف سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ اگر باری تعالیٰ اپنے آپ کو ناقص و ملوث و عیبی بنالے تو کسی کا اجارہ نہیں، اپنی ذات یا قدرت یا علم یا الوہیت کو فنا کر دے تو کسی کا اجارہ نہیں، ظاہر ہے کہ ان محالات کے فرض پر بھی اس پر کسی کا اجارہ ثابت نہ ہوگا کہ بے علاقہ ملازمت معقول نہیں پھر اسی نفی اجارہ سے ثبوت امکان کیونکر ہو، اور اگر یہ مقصود کہ ایسا کرے تو کچھ حرج نہیں، اور بیشک عرف میں یہ کلام اسی معنی کو مفید ہوتا ہے تو محض غلط و باطل اور اجماع امت و نصوص قاطعہ کے خلاف بیشک کتنا بڑا حرج ہے کہ سارے جہان کا سچا مالک معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرے جس کے استحالہ پر نصوص بے شمار سنتے آئے اور حلیہ کا کلام تازہ گزرا اور شرح عقائد و شرح فقہ اکبر کی آوازیں تو ابھی تمہارے کان میں گونجتی ہوں گی مگر ہاں تمہارے نزدیک اللہ عزوجل کے جھوٹے ہونے میں کیا حرج ہوتا تھا، امام تو صاف کہہ چکا کہ اس پاک بے عیب میں دنیا بھر کے عیب آسکتے ہیں پھر انہیں بعلم اللہ بیان و حیا بخشے۔ قولہ یہی امکان کذب ہے۔ **اقول** عہ محض تمہارا کذب ہے ہر ممتنع بالغیر محال بالذات کو مستلزم، اور باوجود اس کے خود ممکن بالذات ہوتا ہے، اس کا امکان ذاتی اس محال بالذات کے امکان ذاتی کو مستلزم ہونا محال بالذات اور لم یہ کہ ان میں استلزام ہی عارضی تھا نہ کہ ذاتی ورنہ محال بالذات ہوتا نہ کہ بالغیر، یوں تو لازم کہ باری تعالیٰ و تقدس واجب الوجود ہے ویسے ہی تمام موجودات واجب بالذات ہو جائیں، وجہ ملازمت سنئے زید آج موجود ہوا اس کا اس وقت وجود علم الٰہی سبحانہ و تعالیٰ میں تھا یا نہیں، اگر نہیں تو علم جہل باری جل و علا متحقق ہوا اور انتفائے علم کہ مقتضائے ذات ہے انتفائے مقتضی کو مقتضی تو باری عزوجل معاذ اللہ معدوم ہوا اور اگر تھا تو اس وقت اس کا عدم بھی ممکن ذاتی تھا یا نہیں، اگر نہیں تو زید واجب بالذات ہوا اور وہاں تو اس کا اس وقت عدم کہ ممکن بالذات ہے، عدم علم اور عدم عالم کو مستلزم تو تمہارے طور پر عدم ذات ممکن تو باری جل جلالہ واجب الوجود نہ ہوا، اب تو آپ کو اپنی جہالت پر یقین آیا، واقعی تم بیچارے معذور ہو کہ حقائق علوم و دقائق فہوم میں بیچاری گنگوہی تعلیم کا حصہ رکھا ہی نہ گیا، ذرا کلمات علماء پر

عہ: **اقول** ایضاً بلکہ او جاہل! اگر یہ تیری دلیل جہالت تمام ہو تو باری عزوجل کا معاذ اللہ جہل بھی ممکن ٹھہرے کہ اس نے بہشتیوں کے بہشت دوزخیوں کے دوزخ جانے کی صرف ہم کو خبر ہی نہ دی بلکہ اس کے علم میں بھی ایسا ہی ہے باینہمہ وہ خلاف پر قادر، اس تقدیر پر اس کا علم غلط پڑے گا اور یہی امکان جہل ہے تعالیٰ عن ذلک علوا کبیرا (اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر بلند ہے۔ ت) ہاں اے جاہل! اب تو یا تو امکان جہل بھی مان یا امکان کذب پر ان جھوٹے شورشوں سے درگزر، اللہ تعالیٰ ہدایت بخشے آمین! ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

نظر کیجئے تو آپ کو اپنی دانشمندی پر یقین کامل آئے علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لما اوجد العالم بقدرتہ واختیارہ فعدمہ ممکن فی نفسہ مع انہ یلزم من فرض وقوعہ تخلف المعلول عن علتہ التامۃ وھو محال والحاصل ان الممکن لا یلزم من فرض وقوعہ محال بالنظر الی ذاتہ واما بالنظر الی امر زائد علی نفسہ فلا نسلم انہ لا یستلزم المحال[1]

اللہ تعالٰی نے جہان کو اپنی قدرت واختیار سے تخلیق فرمایا اس کا فی ذاتہٖ عدم ممکن ہے باوجودیکہ اس کے وقوع کے فرض سے معلول کا اپنی علت تامہ سے تخلف لازم آتا ہے اور یہ محال ہے، حاصل یہ ہے کہ ممکن وہ ہوتا ہے فی ذاتہٖ جس کے وقوع کے فرض کرنے سے محال لازم نہ آئے لیکن کسی امر زائد کی بہ نسبت ہم نہیں مانتے کہ محال کو مستلزم نہیں (ت)

شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

ان قیل ما علم اللہ او اخبر بعدم وقوعہ یلزم من فرض وقوعہ محال ھو جھلہ او کذبہ تعالٰی عن ذلک وکل ما یلزم من فرض وقوعہ محال فھو محال ضرورۃ امتناع وجود الملزوم بدون اللازم فجوابہ منع الکبرٰی وانما یصدق لو کان لزوم المحال لذاتہ اما لو کان لعارض کالعلم او الخبر فیما نحن فیہ فلا لجواز ان یکون ھو ممکنا فی نفسہ ومنشأ لزوم المحال ھو ذلک العارض[2]

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالٰی نے جس چیز کے عدم وقوع کو جانا یا اس کی خبر دی ہو تو اس کے وقوع کے فرض سے محال لازم آئے گا وہ جہالت یا اس کا کذب ہے تو جب اس فرض وقوع سے محال لازم آئے گا تو یہ بہرحال محال ہوگا کیونکہ لازم کے بغیر ملزوم کا وجود ممتنع ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبرٰی نہیں مانتے، یہ تب سچا ہے کہ اگر لزوم محال لذاتہٖ ہو اور اگر کسی عارضہ کی وجہ سے ہو مثلاً وہ زیر بحث علم یا خبر ہو تو اس میں محال نہیں کیونکہ یہ فی نفسہٖ ہوسکتا ہے ممکن ہے اور لزوم محال کی علت وہ عارض ہی رہا ہو۔ (ت)

غرض استحالہ ناشیہ عن نفس الذات وعن خارج میں فرق نہ کرکے بعض نے استلزام عارضی میں بھی استحالہ لازم بالذات سے استحالہ ملزوم بالذات کا حکم کیا جس کا محققین نے یوں حل کر دیا کہ ایسی جگہ امکان ملزوم سے

---

[1] شرح العقائد النسفیہ دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۷۱ و ۷۲

[2] شرح المقاصد المبحث الرابع لا قبیح من اللہ تعالٰی دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۵۵

امکان ملازم مستحیل بالذات کا حکم آپ ہی کی عقل شریف کا حصہ خاصہ تھا کہ اس کے نزدیک علماء کا وہ حل کافی و وافی ہوا، سبحان اللہ! میں اپنے علماء سے کیوں استناد کروں، آپ اپنے ہی امام کا قول نہ سنئے، اسی بحث کذب والی یکروزی میں کیا کہتا ہے:

اگر مقصود این ست کہ وقوع مذکور بالفعل (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع و مغفرت کافر فرض کیجئے) مستلزم کذب ست پس آن مسلم ست و کسے دعوی وقوع مذکور بالفعل نکردہ، اگر مقصود این ست کہ امکان وقوع مذکور مستلزم کذب نصی ست از نصوص قرآنیہ پس آن نص را تلاوت باید کرد تا واضح گردد کہ کدام نص بر نفی امکان وجود مذکور دلالت میکند، و اگر مقصود این ست کہ امکان وجود مذکور مستلزم امکان کذب ست پس بطلانش ظاہر ست زیرا کہ عدم وجود مذکور معلول صدق نص ست پس تحقق عدم مذکور البتہ مستلزم تحقق امکان صدق نص مذکور ست و زوال عدم مذکور بالفعل مستلزم کذب ست و اما امکان زوال عدم مذکور پس مستلزم امکان زوال صدق نیست یعنی امکان وجود مثل مذکور مستلزم امکان کذب نیست چہ امکان زوال معلول مستلزم امکان زوال علت نیست والا لازم آید کہ امکان زوال عقل اول مستلزم امکان زوال واجب باشد پس امکان زوال عقل اول ممتنع باشد پس عقل اول واجب لذاتہ باشد، حاصلش آنکہ تلازم درمیان علت و معلول در فعلیت وجود و عدم ست نہ در امکان ذاتی والا لازم آید کہ واجب لذاتہ ممکن لذاتہ گردد، چنانچہ معلوم ست اہ

اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور بالفعل ہے (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع و مغفرت کافر فرض کیجئے) تو یہ کذب کو مستلزم ہے پس یہ تسلیم شدہ ہے اور کسی نے وقوع مذکور بالفعل کا دعوی نہیں کیا اور اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور کا امکان قرآنی نص کے کذب کو مستلزم ہے تو اس نص کی تلاوت کی جئے تاکہ واضح ہو جائے کہ کون سی نص وجود مذکور کے نفی امکان پر دلالت کر رہی ہے، اور اگر مقصود یہ ہے کہ وجود مذکور کا امکان امکان کذب کو مستلزم ہے تو یہ لزوم ممنوع ہے کیونکہ وجود مذکور کا عدم صدق نص کا معلول ہے تو عدم مذکور کا تحقق یقیناً صدق نص مذکور کے امکان کے تحقق کو مستلزم ہے، عدم مذکور کا بالفعل زوال کذب کو مستلزم ہے لیکن زوال عدم مذکور کا امکان، زوال صدق کے امکان کو مستلزم نہیں یعنی امکان وجود مذکور، امکان کذب کو مستلزم نہیں کیونکہ زوال معلول کا امکان، امکان زوال علت کو مستلزم نہیں ورنہ لازم آئے گا زوال عقل اول کا امکان، زوال واجب کے امکان کو مستلزم ہو تو زوال عقل اول کا امکان ممتنع ہو تو عقل اول واجب لذاتہ ہوگی، اس کا حاصل یہ ہے کہ علت و معلول کے درمیان تلازم فعلیت وجود و عدم میں ہے نہ کہ امکان ذاتی میں، ورنہ لازم آئے گا کہ واجب لذاتہ ممکن

ہمہ ممکنات اند[1] اھ ملخصاً۔

لازم ہو جائے کیونکہ اس کے تمام معلولات ممکن ہیں اھ ملخصاً (ت)

اگر اس کی یہ تقریر پریشان طویل الذیل جس میں اس نے خواہی نخواہی ذرا سی بات کو بیگھوں میں پھیلایا ہے تمہاری مقدس سمجھ میں نہ آئے تو اسی کا دوسرا بیان مختصر سنو، اسی یکروزی میں لکھتا ہے:

اگر مقصود این ست کہ از وقوع ممکن ہیچگونہ محال ناشی نمی گردد لا بالنظر الی ذاتہ ولا بالنظر الی الامور الخارجیۃ پس این مقدمہ ممنوع است چہ برین تقدیر لازم می آید کہ وجود ہر معدوم وعدم ہر موجود محال باشد زیرا کہ مستلزم محال ست یعنی کذب علم ازلی[2]

اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع ممکن سے کوئی محال لازم نہیں آتا، نہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور نہ امور خارجی کے اعتبار سے، تو یہ مقدمہ ممنوع ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر معدوم کا وجود اور ہر موجود کا عدم محال ہو کیونکہ یہ محال کو مستلزم ہے یعنی علم ازلی میں کذب۔ (ت)

دیکھو باوجود امکان ملزوم لازم کو محال مانتا ہے، پھر تمہاری جہالت کہ تکذیب مطیع وعفو کافر کے امکان سے امکان کذب پر استدلال کرتے ہو، حق تو یہ ہے کہ یہ بعینہ استدلال کسی ایسے ہی مقدس آدمی کا کام ہے جسے دیو جہالت کی سند وقید میں کبھی علم وفہم کی ہوا نہ لگی ہو، واللہ الہادی، خیر یہ تو وہ تھے جنھوں نے تقلید امام سے تجاوز کیا تھا، رہے امام طائفہ کے مرید رشید، انھوں نے بیشک بہت فرما کر وہ طرفہ ابکار افکار ہدیۂ انظار فحول نظار کیں یعنی یہی جواز خلف کی تقریر نازنین جس کے باعث اُن پر لزوم کفر کی تین وجہیں اور بڑھیں:

اوّلاً وہ وجہ ہائل کہ تمام مقلدین امام طائفہ کو عموماً شامل یعنی یہ اس کے قول مذکور جیسے اقوال کفریہ میں مقلد اور بیشک جو کفریات میں تقلید کرے قطعاً لزوم کفر سے حصہ پائے۔

ثانیاً ان حضرت نے جواز خلف بمعنی کذب ائمہ دین کی طرف نسبت کیا اور ہم بدلائل قاطعہ مبرہن کر آئے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز فرماتے ہیں اسے قطعاً جائز وقوعی بلکہ واقع ٹھہراتے ہیں، تو ان حضرت نے مولٰی سبحانہ وتعالٰی کا کاذب بالفعل ہونا کہ قطعاً اجماعاً کفر خالص ہے، ایک جماعت ائمہ دین کا مذہب جانا اور اسے اس قدر ہلکا سمجھا کہ ائمہ اہل سنت کا اختلافی مسئلہ مانا اور اس پر طعن کو بیجا بتایا اور اس سے تعجب کار جہلا ٹھہرایا اور بیشک جو شخص کسی عقیدۂ کفر کو ایسا سمجھے تو وہ کافر ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں بحوالہ علمائے اعلام

---

[1] رسالہ یک روزی (فارسی) مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵ و ۱۶

[2] " " " " " ص ۱۶

سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول[لہ]

او صدّق کلام اهل الاهواء، وقال عندی کلامهم کلام معنوی او معناه صحیح الخ۔

یا وہ تصدیق کرے کلامِ اہلِ بدعت کی یا کہے میرے ہاں ان کا کلام با مقصد ہے، یا کہے اس کا معنی درست ہے الخ (ت)

فقیر نے اس مسئلہ کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ مبارکہ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید میں ذکر کی واللہ الموفق۔

ثالثاً الحمدللہ کہ علمائے اہلسنت ان نئے جہلا کی جہالت فاحشہ سے پاک نرالے اور ان کے بہتانی خیالوں شیطانی ضلالوں پر سب سے پہلے تبرا کرنے والے مگر ان کی قوت واہمہ نے جو انھیں امام الطائفہ کے ترکہ میں ملی، ائمہ متقدمین میں کچھ علماء ایسے تراشے جو کذبِ الٰہی کے جواز وقوعی بلکہ وقوع بالفعل کے قائل ہوتے تو وہ تراشیدہ علما ساختہ، ائمہ (جن کا ان جہال کے وہم وخیال کے سوا کہیں وجود نہیں) قطعاً اجماعاً کافر مرتد تھے۔ اب انھوں نے ان وہمی موجودوں یقینی مرتدوں کو کافر نہ جانا بلکہ مشائخ دین وعلمائے معتمدین مانا تو خود ان پر کفر وارتداد لازم آنے میں کیا کلام رہا کہ جو کسی منکرِ ضروریاتِ دین کو کافر نہ کہے آپ کافر ہے۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں

الاجماع علی کفر من لم یکفر احدا من النصاری والیهود وکل من فارق دین المسلمین او وقف فی تکفیرهم او شك، قال القاضی

یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود ونصارٰی یا مسلمان[عہ] کے دین سے جدا ہونے والے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی

عہ حمل العلامة ابن حجر اهل الاهواء علی الذین نکفرهم من بدعتهم وهو کما افاد ولا یستقیم التعریج علی قول من اطلق الاکفار بکل بدعة فان الکلام فی الکفر المتفق علیه فلیتنبه ۱۲۔

علامہ ابن حجر اہلِ ہوا سے مراد وہ لوگ لیتے ہیں جنھیں ان کی بدعت کی وجہ سے کافر کہا گیا ہے، میں کہتا ہوں بات وہی ہے جو انھوں نے کہی، اسے یہ حوالہ اس قول پر ٹھیک نہیں جو مطلقاً ہر بدعت کو کفر کہتے ہیں کیونکہ گفتگو اس کفر میں ہو رہی ہے جس پر اتفاق ہو اسے یاد رکھو ۱۲ (ت)

[لہ] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل کفر متفق علیہ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۰۱

ابوبکر لان التوقیف والاجماع اتفقا علی کفرہم فمن وقف فی ذٰلک فقد کذب النص والتوقیف او شک فیہ، والتکذیب والشک فیہ لایقع الا من کافر[1]

ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ اجماع امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص و شریعت کی تکذیب کرتا یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

اسی میں ہے:

یکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام او وقف فیہم او شک او صحح مذہبہم وان اظہر الاسلام واعتقد ابطال کل مذہب سواہ فہو کافر باظہار ما اظہر من خلاف ذٰلک[2] ملخصًا۔

یعنی کافر ہے جو کافر نہ کہے ان لوگوں کو کہ غیر ملت اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا سب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکر ضروریات دین کو جب کہ کافر نہ جانا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کرچکا اھ ملخصًا۔

آپ کو یاد ہو کہ ان مدعیان جدید نامعتمدی و دستید پر ایک سو بائیس ۱۲۲ کوڑے اوپر چڑھے اور ان کے امام کا وبال انھیں کب چھوڑے کہ یہ آخر اسی کے مقلد اور اسی کے اقوال کے پورے معتقد، مصداق ضرب الغلام اہانۃ المولٰی (غلام کی ضرب مولٰی کی اہانت ہے۔ ت) تو ضرب المولٰی اہانۃ الغلام (مولٰی کی ضرب غلام کی اہانت۔ ت) بدرجہ اولٰی بہرحال یہ پچھتّر ۷۵ کوڑے جو امام الطائفہ پر تازے پڑے، ان کے حصے میں بھی پہنچے، کل ایک سو ستانوے ۱۹۷ ہوئے اور یہ بھی خاص ان کے دم پر سوار تو اس مختصر رسالے کے جز جز اجلاس میں مدعیان جدید پر پورے دو سو ۲۰۰ کوڑوں کی کامل بوچھار،

کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون[3]

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (ت)

میں نے جس طرح اس رسالہ کا تاریخی نام "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" رکھا یونہی

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتأولین المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/ ۲۷۰

[2] " " " " فصل فی بیان ما ہو من المقالات کفر " " " " ۲/ ۲۷۱

[3] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

ان تازیانوں کا عدد درخواست کرتا ہے کہ اس کا تاریخی لقب "دو صد تازیانہ بر فرق جہول زمانہ" رکھوں، بالجملہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ایک مذہب علمائے دین پر امام و مقتدی سب کے سب نہ ایک دو کفر بلکہ صدہا کفر سراپا کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں وفی ذلک اقول (اس میں میں نے کہا۔ت) ؎

فکفر فوق کفر فوق کفر کان الکفر من کثر وفر
کماء صب فی نتن دفر تناتن قطرہ من تعب کفر[1]

(کفر ہر کفر سے بڑھ کر کفر، ہر کثیر سے بڑھ کر کثیر، جیسا کہ صاف پانی بدبودار پانی ملنے سے خوب بدبودار ہو جاتا ہے۔ت)

معاذ اللہ! اس قدر ان کے خسارہ و بوار کو کیا کم ہے اگرچہ ائمہ محققین و علمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں اور یہی صواب ہے،

وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد۔	جواب یہی ہے، اسی کے ساتھ فتوی دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوی ہے، یہی مذہب اور اسی پر اعتماد ہے، اسی میں سلامتی اور یہی درست ہے۔(ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالی اعلام میں فرماتے ہیں،

انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا[2]	وہ ایک جماعت علماء کے قول پر مرتد ہو گیا اور اسی قدر خسران و زیاں میں بس ہیں۔

ونعوذ باللہ خیر الحافظین (اور بہتر حفاظت کرنے والے کی پناہ۔ت)

پھر جب کہ ائمہ دین ان کے کفر میں مختلف ہو گئے تو راہ یہ ہے کہ اگر اپنا بھلا چاہیں جلد از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنے مذہب نامہذب کی تکذیب صریح اور اس کے رد و تقبیح کی صاف تصریح کریں ورنہ بطور عادت کلمہ شہادت کافی نہیں کہ یہ تو وہ اب بھی پڑھتے ہیں اور اسے اپنے مذہب کا رد نہیں سمجھتے۔ بحر الرائق میں بزازیہ و جامع الفصولین سے ہے،

لواتی بالشھادتین علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یرجع عما قال[3]	اگر معمول کے مطابق وہ کلمہ شہادت پڑھے تو یہ کلمہ اسے نافع نہیں جب تک وہ اپنے قول سے رجوع نہ کرے (ت)

---

[1] الدیوان العربی الموسوم ببساتین الغفران فی الرد علی القائلین بامکان کذبہ تعالی رضا دار الاشاعت لاہور ص ۱۹۲

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبیل النجاۃ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۹۲

[3] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۱۲۸

اور جس طرح اس مذہب خبیث کا اعلان کیا ہے ویسے ہی توبہ و رجوع کا صاف اعلان کریں کہ توبہ نہاں کی نہاں سے اور عیاں کی عیاں۔ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ[1] رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن علی اصولنا عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جب تُو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، پوشیدہ کی پوشیدہ اور ظاہر کی ظاہر۔ (اسے امام احمد نے کتاب الزہد میں، طبرانی نے المعجم الکبیر میں سند صحیح سے ہمارے اصولوں کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اس سب کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں کہ کفر خلافی کا حکم یہی ہے۔ علامہ حسن شرنبلالی شرح وہبانیہ پھر علامہ علائی شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[2]	جو بالاتفاق کفر ہو اس سے اعمال، نکاح باطل ہو جاتے ہیں تمام اولاد، اولادِ زنا قرار پاجاتی ہے اور جس میں اختلاف ہو وہاں استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کردیا جائے گا۔ (ت)

پس اگر مولٰی سبحانہ وتعالٰی ہدایت فرمائے اور اس کے کرم سے کچھ دُور نہیں، یعنی یہ حضرات اپنے مذہب مردود سے باز آئیں اور علانیہ رب العالمین کی طرف توبہ لائیں فاخوانکم فی الدین[3] تمہارے دینی بھائی ہیں، ورنہ اہل سنت پر لازم کہ ان سے الگ ہو جائیں، ان کی صحبت کو آگ سمجھیں، ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو اعادہ کرلیں کہ نماز اعظم عبادات رب بے نیاز ہے اور تقدیم وامامت ایک اعلٰی اعزاز اور فاسق مجاہر واجب التوہین، نہ کہ بدمذہب گمراہ فاسق فی الدین، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے ان مسائل کی قدرے تحقیق وتفصیل اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید میں ذکر کی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وکذا	یعنی فاسق و بدمذہب کی امامت مکروہ تحریمی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/۱۵۹
الزہد الکبیر حدیث ۹۵۴ دار القلم کویت ص ۲۶۳

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی ۱/۳۵۹

[3] القرآن الکریم ۳۳/۵

البتۃ ۱؎ اھ ملخصاً۔ قریب بحرام ہے اھ ملخصاً

جس کے سبب نماز کا پھیرنا واجب، یہ ہے حکم، وللہ الحکم والیہ ترجعون ۰ والحمد للہ رب العٰلمین۔ (اور اللہ ہی کے لئے حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت)

التماس ہدایت اساس: میں جانتا ہوں کہ فقیر کے اس رسالے پر حسب معمول سخن پروری و بحکم دستور تعصب خود سری اگر بعض سلیم خاطریں شرمائیں گی، قبول و انصاف کو کام فرمائیں گی تو بہت عنادی طبیعتیں گرمائیں گی، جبلی نزاکتیں غصہ لائیں گی، جاہلی حمیتیں جوش دکھائیں گی، تعصبی حمائتیں ہمت پر آئیں گی وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم الکفیل (ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ سب سے بڑا کارساز، سب سے بہتر آقا اور سب سے بہتر کفالت فرمانے والا ہے۔ ت) یہ سب کچھ قبول، کھسیانا عاجزوں کا قدیمی معمول، مگر انما اعظکم بواحدۃ ۲؎ (میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ ت) حق اسلام یاد دلا کر اتنا معروض کہ چند ساعت کے لئے تعصب و نفسانیت کو راہ بتائیں، مثنٰی وفرادٰی، تنہا یا دو دو صاحب بیٹھ کر غور فرمائیں، اگر کلام خصم حق و صواب ہو تو للہ! اس سے کیوں اجتناب ہو، کیا قرآن نے نہ سنایا کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا سیذکر من یخشٰی ۰ ویتجنبہا الاشقی ۳؎ (عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔ ت) اے میرے پیارے بھائیو! کہ اسلام کے ہمراہیو! اگرچہ نفس امارہ رہزن عیارہ اور شیطان لعین اس کا معین، ولہذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار، مگر واللہ! واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم ۴؎ (اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ ت) کی آفت سخت شدید، الیس منکم رجل رشید ۵؎ (کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ ت) خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ، کچھ دیکھا بھی کس پر امکان کذب کی تہمت دھرتے ہو، کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو، العظمۃ للہ! ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا ہر عیب و نقصان سے پاک نرالا، ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو، والے

۱؎ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳-۱۴

۲؎ القرآن الکریم ۳۴/۴۶ ۳؎ القرآن الکریم ۸۷/۱۰ و ۱۱

۴؎ " " ۲/۲۰۶

۵؎ " " ۱۱/۷۸

بے انصافی! تمہیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو اور ملک جبار واحد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ہلکی کہو، یہ کون سی دیانت ہے، کیا انصاف ہے، اس پر یہ قہر اصرار یہ بے جا اعتساف ہے، اے طائفہ جائفہ اے قوم مفتون! مانو تو ایک تدبیر تمہیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو، ان دوسو دلائل و اعتراضات کو ایک ایک کو کے انصاف سے پرکھو، فرض کرو کہ دو سو میں استحالہ کذب الٰہی پر صرف ایک دلیل اور تمہارے خیال اور تمہارے امام کے ہذیانی اقوال پر فقط ایک ایک اعتراض قاطع ہر قال و قیل باقی رہ گیا، باقی سب تم نے جواب دے لیا، تو جانِ برادر! احقاقِ حق کو ایک دلیل کافی، ابطالِ باطل کو ایک اعتراض وافی، نہ کہ دلائل باہرہ و اعتراضات قاہرہ صد ہا سنو اور ایک گنو، دل میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراض لاجواب، مگر ماننے کی قسم تو بہ کی آن بلکہ اُلٹے تائید باطل کی فکر سامان، یہ تو حق پرستی نہ ہوئی باد بدستی ہوئی، نشۂ تعصب میں سیاہ مستی ہوئی، پھر قیامت تو نہ آئے گی، حساب تو نہ ہوگا، خدا کے حضور سوال و جواب تو نہ ہوگا، اے رب میرے! ہدایت فرما اور ان بخیلی آنکھوں کو کچھ تو شرما سے

می توانی کہ دہی اشک مرا حسنِ قبول اے کہ دُر ساختۂ قطرۂ بارانی را

(اے اللہ! تو میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول دے سکتا ہے جیسا کہ تو بارش کے قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

اور یہیں سے ظاہر کہ جو صاحب قصد جواب کی ہمت رکھیں ایک ایک دلیل ایک ایک اعتراض کا تفصیلی جواب بجا کر لکھیں، یہ نہ ہو کہ ابقائے مشیخت و رفع ندامت و فریب عوام جواب کے نام کر لیں، کچھ اعتراض باقی سے اعراض، یہ کلام خصم کا رد نہ کرے گا، الٹا تمہیں پر صاعقہ بن کر گرے گا کہ جب حجت خصم مٹا نہ سکے مذہب پہ اعتراض ہٹا نہ سکے تو ناحق تکلیف خامہ اٹھائی، معصیت سیاہی نامہ اٹھائی، اپنے ہی عجز کا اظہار کیا، بطلانِ مذہب کا اقرار کیا، للہ کچھ دیر تو حق و انصاف کی قدر سمجھو، زنجیر تعصب کی قید سے نکلو، خار زارِ تکبر میں اتنا نہ اُلجھو، افسوس کہ حق کا چاند جلوہ نما اور تمہارے نصیب کی وہی کالی گھٹا، ہمارے ہمایوں سایہ فگن اور تمہارا آنچہ وہی بالِ زغن، اے سچے خدا سچ سے موصوف جھوٹ سے نرالے، سچے رسول پر سچی کتاب اتارنے والے! اپنے سچے حبیب کی سچی وجاہت کا صدقہ اُمتِ مصطفٰے کو سچی ہدایت نصیب فرما،

صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وسلم و علٰی اٰلہ وصحبہ وشرف کرمہ ما نجی الصادق وھلک الکاذب ونفی الصدق عن تعالٰی الکواذب قولک الحق و	اے اللہ! رحمتیں نازل فرما اور آپ کے شرف و بزرگی میں مزید اضافہ فرما جو حبیب ہیں جب تک صادق نجات پاتے رہیں، کاذب ہلاک ہوتے رہیں، جنھوں نے تمام کواذب سے منع فرمایا، تیرا قول حق

وعدك الصدق ولك الحمد واليك المصير انك على كل شئ قدير وصلى الله تعالٰى على سيد الصادقين محمد وآله وصحبه اجمعين امين امين اله الحق امين!

تیرا وعدہ سچا، حمد تیرے لئے، تمام کا لوٹنا تیری طرف اور تو ہر شئی پر قادر ہے، اللہ تعالٰی کی رحمت ہو سید الصادقین حضرت محمد، آپ کی آل اور اصحاب سب پر، آمین آمین الٰہ الحق آمین! (ت)

الحمد للہ کہ یہ مبارک رسالہ موجزہ بجالہ باوجود کثرت اشتغالِ تحریرِ مسائل و ترتیبِ رسائل تیرہ۱۳ دن کے متفرق جلسوں میں مسودہ اور تیئس۲۳ دن میں صاف و بیضہ ہوکر دوازدہم ماہ مبارک و فاخر شہر ربیع الآخر روز ہمایوں جمعہ ۱۳۰۷ھ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو بہمہ وجوہ بدر سمای تمام و شمع بزم ہدایت انام ہوا۔

للہ الحمد والمنہ کہ آج اس مبارک رسالے سُنّت کے قبالے، رنگِ صدق جمانے والے، زنگِ کذب گمانے والے سے علومِ دینیہ میں تصانیفِ فقیر نے سو۱۰۰ کا عدد کامل پایا،

والحمد لله وهاب العطايا، ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۝ والحمد لله رب العٰلمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين، سبحٰن ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العٰلمين، تمت وبالخير عمت بعون من قال وقوله الحق تمت كلمت ربك صدقا وعدلا لا مبدل لكلمٰته* وهو السميع العليم ۝ الحمد لله الذي بنعمه وجلاله تتم الصالحات والصلٰوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد سيد الكائنات وآله وصحبه وامته وحزبه اجمعين والحمد لله رب العٰلمين۔

تمام حمد اللہ تعالٰی کی ہے جو تمام انعامات کا عطا کرنیوالا ہے، اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بلاشبہہ تُو سننے والا جاننے والا ہے، تمام حمد اللہ کی جو جہانوں کا پروردگار ہے، صلوٰۃ وسلام نازل ہو تمام رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر آپ کی آل واصحاب تمام پر، سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ وسیع ہوا اس ذات کی مدد سے جس نے فرمایا جبکہ اس کا فرمان برحق ہے "تیرے رب کے کلمات صدق وعدل میں تمام ہیں کوئی ان کو تبدیل کرنے والا نہیں وہی سننے جاننے والا ہے"۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کی جس کی نعمت وجلال سے خوبیاں تمام ہوتی ہیں اور صلوٰۃ وسلام ہمارے آقا ومولٰی سید کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آل واصحاب وامت اور ان کی سب جماعت پر، والحمد للہ رب العالمین (ت)

كتبه عبده المذنب احمد رضا البريلوی
عفی عنه بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی الله تعالٰی علیه وسلم

تحریر جناب مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمۃ مسمّی بہ رجا القدیر بر رسالہ مبارکہ سُبحٰن السبوح عن عیب کذب المقبوح

فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں وارد ہُوا، اور اس مبارک رسالہ کے دیکھنے کا اتفاق پڑا، چونکہ مدتِ دراز کے بعد یہاں آنے کا اتفاق ہوا ہے اور ملاقات احباب اور نیز مشورۂ امر دینی کے سبب جو وکلا سے کرنا تھا اس قدر کم فرصتی ہُوئی کہ معمولی وظائف جو کبھی سفر و حضر میں ترک نہیں ہوئے تھے ان چار روز میں وہ بھی پورے نہ ہوسکے، اس کشاکش میں اس رسالہ سلالہ کو فقیر بالاستیعاب کیا کچھ حصّہ معتدبہا بھی نہ دیکھ سکا مگر ابتدا اور درمیان اور انتہا سے جو دیکھا تو مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا رد پایا اور اس کو آنکھوں سے لگایا الحمد للہ حمدًا کثیرًا کہ اس کے مؤلف علامہ فہامہ نے جو ایک علم اور فضل کے خاندان سے عمدۃ الخلف وبقیۃ السلف ہیں اس بارے میں بھی اپنے عزیز و اقارب کو جو ہمیشہ کارِ خیر اشاعت علوم دینیہ میں مصروف ہیں مصرف فرمایا جزاہ اللہ الشکور عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء واوصلہ الی غایۃ مایحب ویرضی، اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ مظہر لطفہ واحسانہ سیدنا محمد وعترتہ اجمعین اللھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الرٰحمین!

www.alahazratnetwork.org

۱۵ جمادی الاولیٰ روز روانگی وطن یہ چند حروف لکھے گئے واللہ ھو المیسر للصعاب۔